إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ

فیض الغفور

ادارہ تبلیغ الاسلام جامع زمین غازی محمد صادق آباد

انا نحن نزلنا الذکر وانا له لحافظون

فیض الغفور

ادارۂ تبلیغ الاسلام جامع رئیس غازی محمد صادق آباد

فیض الغفور

ترتیب

محمد ادریس الانصاری

ادارہ تبلیغ اسلام جامع رئیس غازی محمد صادق آباد
پاکستان

قیمت ــــــــ مجلد پانچ ۵ روپے

محمد ادریس الانصاری، ادارہ تبلیغ اسلام جامع رئیس غازی محمد صادق آباد
نے استقلال پریس بیرون لوہاری دروازہ لاہور سے چھپوا کر شائع کیا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فہرست مضامین

مضامین	صفحہ
۱۔ طریقت تا	۱۸
لغوی و اصطلاحی معانی	"
شریعت طریقت دونوں ایک ہیں	"
باعمل علماء ہی اولیاء ہیں	۱۹
علماء بھی طریقت کے محتاج ہیں	۲۲
اہل علم کی غلط فہمی	۲۳
طریقت میراث نہیں، عمل سے حاصل ہوتی ہے۔	۲۴
۲۔ حُسنِ اخلاق تا	۲۹
خوش اخلاقی کی تعریف	۳۰
خوش اخلاقی کی مثالیں ۳۲	۳۱
(۱) حضرت ابوبکر رضؓ	
(۲) حضرت عثمانؓ (کمالِ ایثار)	۳۲
حضرت علی رضؓ کی نصیحت	۳۳
(۳) حضرت حبیب عجمیؒ (سچائی)	"

مضامین	صفحہ
(۴) حضرت حبیب بن اسلم راعی (سُنّت کی برکت)	۳۴
(۵) امام ابوحنیفہؒ (بے عملی)	"
(۶) حضرت داؤد طائیؒ	
(۷) فُضیل بن عیاضؒ (سیاستِ ملوک)	۳۵
(۸) ابواسحاق بن ادہم (ترکِ لایعنی)	۳۶
(۹) ابویزید بسطامیؒ (مقامِ فناء)	"
(۱۰) داؤد طائیؒ (فکرِ عقبیٰ)	
(۱۱) شفیق بن ابراہیمؒ (توکّل)	"
(۱۲) بربادی کے اسباب	۳۸
(۱۳) احمد بن حنبلؒ (اولیاء کا ادب)	"
(۱۴) خشیہ یعنی خوفِ ایمان	۳۹
(۱۵) احمد بن خضرویہؒ (اخفاءِ باطن)	۴۰
(۱۶) عسکر بن حسین نفسیؒ (قناعت)	"
(۱۷) عبداللہ بن خفیفؒ (حرص)	۴۱

(۱۸) حضرت نوریؒ (علم و معرفت) ۴۱

(۱۹) حضرت رویم بن احمدؒ (تواضع) "

(۲۰) حضرت یوسف بن حسین رازیؒ (جاہ پرستی) ۴۲

(۲۱) حضرت عبد اللہ بن فضل بلخیؒ (عارف کی شناخت) "

(۲۲) حضرت ابو بکر محمد بن عمرؒ (فسادِ معاشرہ) ۴۳

(۲۳) حضرت ابو حمزہ خراسانیؒ (کمالِ توحید) "

(۲۴) حضرت ابو محمد بن حسین حریریؒ (اکلِ حلال) ۴۴

(۲۵) حضرت ابو حمزہ بغدادیؒ (حق العباد) ۴۵

(۲۶) حضرت ابو محمد خالدیؒ (تسلیم و رضا) "

(۲۷) حضرت خیر النساجؒ (شوقِ نماز) ۴۶

(۲۸) حضرت محمد بن قاسم رودباریؒ (مراد و مُرید) ۴۷

(۲۹) حضرت سعید بن سلام مغربیؒ (صحبتِ اہلِ دنیا) ۴۸

(۳۰) حضرت علی بن احمد خرقانیؒ (ہدایت و گمراہی) ۴۹

(۳۱) حضرت حاتم الاصمؒ (غرور) "

(۳۲) حضرت مظفر الدین احمدؒ (ایمان و نفاق) ۵۰

آٹھ مسائل "

عالم کی حویلی ۵۴

۳- ایثار تا ۵۹

ایثار کی تعریف "

آیۂ شریفہ ویؤثرون علیٰ انفسہم کا شانِ نزول۔ "

حکایات:- حسن انطاکیؒ اور بشر حافیؒ " ۶۰

حکایت:- بنی اسرائیل کا عابد "

حضرت احمد سرخسیؒ کی درویشی کی حکایت۔ ۶۱

حضرت ابو الحسن نوریؒ ۶۲

۴ - ریاضت و مجاہدہ

تا ۶۴

تعلیماتِ مشائخ رح

حضرت سہل تستری رح "

حضرت سید علی ہجویری رح ۶۶

حضرت سہل رح کا ارشاد ۶۷

افضل ترین مجاہدہ "

مجاہدہ کی افادیت "

فرامین عالی امام غزالی رح ۶۹

۵ - خواہش و ہوس

تا ۷۱

فرامین رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم "

فرامین حضرت عیسیٰ علیہ السلام ۷۲

ایک حکیم کا قول ۷۳

حضرت ابو حازم رح "

حضرت حسن بصری رح "

حضرت ابراہیم ادہم رح ۷۴

حضرت یحییٰ بن معاذ رح "

حضرت سید علی ہجویری رح "

حضرت ابراہیم خواص رح

حضرت عبداللہ بن مسعود صحابی رض ۷۶

۶ - ولایت تا ۷۷

ولیؒ کے معنیٰ "

تحقیق "

ولی اصطلاحِ صوفیاء میں ۷۹

اولیاء کی صفات ۸۰

اسبابِ ولایت یعنی —— ۸۱

ولایت کس طرح حاصل ہوتی ہے؟

تذکرۃ المرادین ۸۴

علاماتِ اولیاء اللہ ۸۵

اولیاء کو دیکھ کر اللہ تعالیٰ کیوں یاد آتے ہیں؟ ۸۶

اولیاء کرام میں خدائی اثرات ۸۷

کرامت کے بارے میں اقوالِ صوفیاء ۹۰

ولایت حاصل کرنے کا طریقہ ۹۳

فرامین حضرت گنج بخش لاہوری رح "

فرامین حضرت ابو علی جرجانی رح ۹۵

فرامین حضرت بایزید بسطامی رح "

فرامین حضرت ابراہیم بن ادہم رح "

فرامین حضرت سری سَقطی	۹۵
۷۔ کرامتِ اولیاء تا	۹۶
ثبوتِ کرامت قرآنِ پاک سے	״
ثبوتِ کرامت احادیث سے	۱۰۰
تین آدمی (غار والے)	״
تین بچوں کا واقعہ جنہوں نے گود میں کلام کیا	۱۰۲
دریائے نیل کے بند ہونے کا واقعہ	۱۰۴
حضرت خالد بن ولید رض کا زہر کھا لینا	۱۰۵
حضرت عمر رض کے قتل کی ایک ناکام کوشش	״
حضرت عمر رض کا دورانِ خطبہ یاساریۃ الجبل فرمانا	۱۰۶
حکایت حضرت اُسید بن حُضیر رض اور عباد بن بشر رض	״
حضرت سفینہ رض کا واقعہ	״
اقوالِ مشائخ عظام رح	۱۰۸
حضرت ابراہیم نخعی رح	״
حضرت حسن بصری رح	۱۰۸
حضرت ابراہیم رح	״
حضرت ابوسعید حراز رح	۱۰۹
حضرت امام طبرانی رح	״
حضرت امام خواجہ خرامی رح	۱۱۰
حضرت ذوالنون مصری رح	״
حضرت علی بن عثمان جلّابی رح	۱۱۱
(۸) نبی اور ولی کا فرق تا	۱۱۳
بیان حضرت علی بن عثمان جلّابی رح	״
بیان حضرت بایزید بسطامی رح	۱۱۴
تصریحات از انصاری	״
۹۔ فنا و بقا تا	
تشریح از حضرت ابوسعید رح	۱۱۵
اظہارِ حقیقت	״
منصور حلّاج	۱۱۶
حکایت حضرت بایزید رح	״
حکایت حضرت جنید بغدادی رح	״

١٠- معرفتِ حق تا

تصریحات از امام غزالی رح ١١٨

حضرت علی رض کا قول ١٢٦

اہل سنت کا مذہب ١٢٧

فرامین حضرت علی ہجویری لاہوری رح ″

حضرت ابوالحسن نوری ″

حضرت بایزید بسطامی رح ″

حضرت ابوبکر واسطی رح ١٢٨

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بشارت ١٢٩

١١- توبہ تا

توبہ کے معنی ١٣٠

توبہ کے شرائط ″

توبہ کے اسباب ″

توبہ کے فوائد ١٣١

توبہ کے متعلق مشائخ کے خیالات ١٣٢

حضرت سہل بن عبداللہ رح ″

حضرت جنید رح ″

حضرت علی ہجویری رح ″

اقسام توبہ ١٣٤

حقیقتِ توبہ ١٣٦

توبہ کے متعلق قرآن کی آیت اور اُس کی تفسیر ١٣٩

توبہ کے متعلق احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ١٤٠

١٢- صحبتِ نیکاں تا

(١) تفسیر یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَکُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ ١٥٠

(٢) وَاصْبِرْ نَفْسَکَ مَعَ الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ رَبَّھُمْ الخ

تصریح حضرت سید احمد کبیر رفاعی رح ١٥٣

اولیاء اللہ کی تعریف اور ان کی صحبت کی تاکید ١٥٥

نیک بندوں کی توجہات سے ایمان کو کامل کرو ١٥٧

تخم تاثیر صحبت کا اثر ١٥٨

الاحادیث

اہل ذکر کی مجالس ۱۵۹

۱۳۔ نماز تا

حضرت حاتم الاصم رح کی تشریح ۱۶۹

نماز اور معراج النبی صلی اللہ علیہ وسلم ۱۷۰

اقوال اولیاء کرام ۱۷۱

حضرت سہل بن عبداللہ رح ”

حضرت حسین بن منصور رح ”

حضرت جنید بغدادی رح ”

حضرت عبداللہ بن مبارک رح ”

تصریحات از امام غزالی رح ۱۷۲

۱۴۔ محبت تا

اللہ کے محبوب و غیر محبوب بندے ۱۷۹

قرآن مجید

اللہ تعالیٰ کی محبت کے متعلق احادیث ۱۸۱
نبوی۔

تصریحات حضرت علی ہجویری رح ۱۸۵

اقوال حضرات اولیائے کرام رح ۱۸۶

حضرت ابوالقاسم قشیری رح ”

حضرت یحییٰ معاذ رازی رح ۱۸۶

حضرت سہل بن عبداللہ تستری رح ۱۸۷

حضرت سمنون محب رح ”

فرامین حضرت عیسیٰ علیہ السلام ”

فرامین حضرات صحابہ کرام رض و ۱۸۸

حضرات مشائخ عظام رح ۱۹۰

۱۵۔ سخاوت تا

تمہید و تبصرہ ۱۹۳

آیاتِ قرآنی ”

احادیثِ نبوی ۱۹۶

واقعات و حکایات ۲۰۰

بزرگانِ دین و اکابرِ امت کے ۲۰۶
اقوال۔

۱۶۔ بولنا اور چپ رہنا
تا

تنقیحات از امام غزالی رح ۲۱۰

حفاظتِ زبان کے متعلق احادیث
نبوی ”

حق تعالیٰ کا ارشاد اور اس کی تفسیر ۲۱۳

بولنے اور چپ رہنے کے شرائط ۲۱۳
اور اس کے متعلقات
بزرگوں کے ارشادات ۲۲۳
حفاظت زبان (لسان) ۲۳۵

۱۷- علم و معرفت
تا
اصطلاحات علم و معرفت کے ۲۳۷
معانی و مفہوم
حضرت داؤد علیہ السلام کی وحی ۲۳۸

باب دوم
شریعت۔ حقیقت۔ توحید ۲۳۹
مشاہدہ و احسان

۱۸- شریعت اور حقیقت ۲۴۰
تا
تعریف ״
تصریح ״
حضرت علی ہجویری رح کا قول ۲۴۱
حقیقت ״

۱۹- مشاہدہ ۲۴۶
تا
معنیٰ اور مفہوم ״
اقوال و تصریحات حضرات ״
اولیائے کرام
حضرت محمد بن واسع رح ״
حضرت سہل بن عبداللہ رح ״
حضرت بایزید بسطامی رح ۲۴۷
حضرت ذوالنون مصری رح ״
حضرت معروف کرخی رح ۲۴۸
حضرت بشر حافی رح ״
حضرت علی بن الموفق رح ״
حضرت ابوسلیمان دارانی رح ۲۴۹
حضرت یحییٰ بن معاذ رح ״
مزکی اور حضرت بایزید بسطامیؒ ۲۵۰

۲۰- توحید تا ۲۵۱
حقیقتِ توحید ۲۵۵

۲۱- اتباع سنت ۲۵۸
تا

کمالِ اتباع کے فوائد ۲۵۹
اعتدال کے معنیٰ ۲۶۷
اعتدال کے دوسرے معنیٰ ۲۶۹
دوا کی مانند اعمال کی تاثیر ۲۷۰
تاثیر ذکر الہٰی ۲۷۱
تعجب کی بات ۲۷۲
اتباع سنت کی تاکید ۲۷۳
کفرِ خفی یا حماقتِ جلی ۲۷۵
نبی اور طبیب میں فرق کی وجہ ۲۷۷
بدعت ۲۸۰

۲۲۔ مقامِ نبوت و ولایت

مقامِ قطبیت ۲۸۲
مقامِ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ۲۸۳
آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا قلبِ مبارک ایک کتاب ہے ۲۸۸
تعظیمِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ۔۔
صحیح احادیث کا انکار قرآن کا انکار ہے۔ ۲۸۹
صحابہؓ کے مراتب ۲۹۱
فرقہ بندی نہ کرو ۲۹۲

(۲۳) حقیقتِ تصوف

۲۴۔ صراطِ مستقیم ۲۹۷
تا

سب سے بڑی مصیبت ۳۰۰
لایعنی، فضول کام کا ترک ۳۰۱
تکبر و حسد کی خرابی ۳۰۲
محاسبۂ نفس ۳۰۳
اللہ تعالیٰ سے اُنس پیدا کرنیکا طریقہ ۳۰۴
اللہ کے اُنس کی علامت ۔۔
صراطِ مستقیم اور اُس کا سفر ۳۰۵
اللہ کے راستے کی مثال ۳۰۷
منزلِ مقصود یعنی اللہ تعالیٰ تک پہونچنے کا راستہ ۳۰۸
ماسوی اللہ کو چھوڑنے کا مطلب ۳۱۰
اصلاح قلب ۳۱۲
عقلِ کامل کی نشانی ۳۱۳
وسیلہ کی حقیقت، یعنی اولیاء کے ساتھ توسل پکڑنے کا مطلب ۳۱۵

۲۵۔ ننانوے، ایک کم سونصیحتیں ۳۱۹ تا

۲۶۔ فخر اور بڑائی ۳۳۵ تا

مراقبۂ موت ۳۳۷
دنیا کی حقیقت ۳۴۲
دنیا کی حقیقت اور امام غزالیؒ کے افکار ۳۴۷
دنیاداروں کی مثال ۳۴۹
محبتِ الٰہی کے بغیر آخرت کی نعمتیں ہرگز نہیں مل سکتیں ۳۵۰
حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا مکاشفہ ۳۵۱
ایک شیطانی وسوسہ ۳۵۲
دنیا کی مثال ـــــ ۱ ۳۵۳
دنیا کی مثال ـــــ ۲ ״

التفہیمات الربانیہ

طلبِ شہرت وجاہ ۳۵۷
ذکر وفکر کا طریقہ ״
خلافِ شرع پیر ۳۵۹
کمزور اور فانی سہارے ۳۶۱
علمِ شریعت وطریقت کی غرض ۳۶۲
باوفا صرف اُس (اللہ تعالیٰ) کی ذات ہے۔ ״
روحانی باغیچہ ۳۶۵
بدعت کی خباثت ״
صوفی کی تعریف ۳۶۷
اللہ کو دل میں بسانے کا مطلب ۳۶۹
انسان وحیوان کا فرق ״
جنت کے حیلے وسیلے ۳۷۳
اہل جنت اور ان کی کیفیتِ ذکر ۳۸۳
قبر میں اللہ کے سوا کوئی محبوب پاس نہ ہوگا۔ ۳۸۶
آسائش دوگیتی ۳۸۸
رب کریم کی کریمی ۳۹۱
اللہ کی صناعی ، ۳۹۲
فکر موت ״
دعا ۳۹۸

تقریظ مبارک

عالم ربّانی عارف حقّانی حامل علوم الشرعیہ حامل اسلاف المجدیہ
شیخنا المعظم حضرت مولٰنا عبدالغفور العبّاسی المدنی عمت فیوضہم العالیہ
علی امّۃ المحمدیّہ کافّۃً وعامّۃ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ الحمد للہ رب العٰلمین والصلوٰۃ والسّلام علی اشرف الانبیاء والمرسلین سیدنا محمد وآلہ الطیبین الطاہرین واصحابہ ائمّۃ العارفین

امّا بعدُ مولٰنا مولوی محمد ادریس انصاری صاحب کی تالیف مسمّٰی بہ "فیض الغفور" کو چند مقامات سے مطالعہ کیا۔ کتاب مختصر مگر راہِ سلوک، تزکیۂ نفوس، تحلیۂ اخلاق کے لیے بے حد مفید معلوم ہوئی۔ اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو اس کتاب سے علماً وعملاً مستفید فرمائیں۔ خصوصاً جو حضرات تبلیغ وارشاد کی خدمت انجام دے رہے ہیں اُن کے لیے تو بے انتہا مفید معلوم ہوتی ہے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ شانہٗ مولٰنا موصوف کو اس خدمت پر دارین میں جزائے خیر عطا فرمائیں اور اہلِ طریق کے لیے نافع وہادی بنائیں۔ آمین

دعاگو

عبدالغفور العباسی المہاجر فی المدینۃ المنورۃ زادہا اللہ شرفاً ونوراً
باب المجیدی۔ حجاز۔ سعودی عرب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ وکفیٰ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ

امّا بعد زیرِ نظر کتاب میں نہایت اختصار کے ساتھ قرآن مجید احادیثِ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، اقوالِ عارفین نیز احوالِ صالحین سے مسائلِ ضروریہ کو جو سالکینِ راہ و طالبینِ ذاتِ خداوندی کو اثنائے سفر میں پیش آتے ہیں، اخذ و استنباط کر کے ایک خاص ترتیب سے جمع کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

کتاب و سُنت کے بعد زیادہ تر "کشف المحجوب" مصنفہ امام الاولیاً فیاض الہند حضرت گنج بخش ہجویری ثم لاہوریؒ اور "کیمیائے سعادت" تالیفِ منیف حجۃ الاسلام حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نیز کتاب "البرہان المؤید" تالیف عارفِ کامل سید احمد کبیر رفاعی الحسینی قدس اللہ سرہ العزیز کے مضامینِ عالیہ سے استفادہ کیا گیا ہے۔ جن کے تبحرِ علمی و افاضۂ روحانی پر امت کے اہل علم اور تصوف و سلوک کے تمام ائمہ ہدیٰ متفق و متحد ہیں۔ اقتباسات کے ساتھ اصل کتاب کے مفصل حوالے دیدیے گئے ہیں۔

کتاب کے ابتدائی حصے میں بیشتر عنواناتِ کتاب کو اجمالاً لکھ دیا

گیا ہے تاکہ مطالعہ کرنے والے حضرات ایک نظر میں پوری کتاب کی اجمالی سیر کر سکیں۔ پھر آئندہ دو ابواب میں ان عنوانات پر کسی قدر تفصیل کے ساتھ بحث کی گئی ہے تاکہ شائقین اجمالی سیر کے بعد جس مقام کی تفصیلی سیر کرنا چاہیں کر سکیں۔

آخر میں ایک مختصر مضمون "تفہیمات" کے عنوان سے لکھ دیا گیا ہے جو سالک کے لیے تذکرہ۔ یاد دہانی اور ضروری یادداشت کی حیثیت رکھتا ہے۔

کتاب باذنہٖ تعالیٰ وعونہٖ سالکینِ راہِ طریقت کے لیے اکسیرِ ہدایت ثابت ہوگی۔

سببِ تالیف و وجہِ تسمیہ

شہنشاہِ حقیقی جل جلالہ، وعم نوالہٗ کے مراحمِ خسروانہ والطافِ شاہانہ کی پیہم و مسلسل بارشیں اُس کی مخلوق پر ہمیشہ سے ہوتی آئی ہیں اور رہتی دُنیا تک ہوتی رہیں گی۔ لیکن اپنے بندوں پر ربِ کریم کی اعاظمِ عنایت یہ ہے کہ وہ اُن کی اُجڑی ہوئی کشتِ روحانی پر بارانِ ہدایت و فیضان برسا کر اُسے تر و تازہ بنانے کا ارادہ فرمالیں۔

سُنّت اللہ و عادتِ خداوندی اس طور واقع ہوئی ہے کہ رُشد و ہدایت اور انوارِ معرفت کی ضیا باریوں سے جب کسی کو نوازنا منظور ہوتا ہے تو اپنے کسی بندۂ خاص کو اس کی طرف متوجہ فرمادیتے ہیں اور اس کے فیضِ نظر اور ہمت کے صدقہ میں دلوں کو آباد کرنے کی بنیادیں استوار کی جاتی ہیں۔

عارفِ رومیؒ فرماتے ہیں ؎

ہر کہ تنہا نادرے ایں رہ برید

ہم بعونِ ہمتِ مرداں رسید

چنانچہ ربِ رحیم و کریم کی یہ ایک اسی نوع کی نوازشِ کریمانہ تھی کہ آج سے قریباً پانچ سال قبل دیارِ حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے آفتابِ روحانیت، قطب الہدایت، مرشدی و مولائی، سندی

ومعاذی یعنی عارفِ باللہ جاذبۂ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فضل الشکور مولانا عبد الغفور المدنی سلمہ اللہ تعالےٰ اُفقِ پاکستان پر نمودار ہوئے جن کے فیضِ روحانی سے جہاں ہزاروں خوش نصیب آسودہ حال ہوئے اور جن کے عیسیٰ صفت انفاس سے بے شمار قلوب نے حیاتِ جاوداں پائی، وہاں اس مسکین و بے مایہ کو بھی کفش برداری کا اعزاز حاصل ہوا اور حضرتِ موصوف کی توجہات سے دل میں حضراتِ صوفیائے کرام اور اہل اللہ کے افکار و نظریات معلوم کرنے کا تقاضا اور شوق پیدا ہوا۔ نتیجہ کے طور پر چند یادداشتیں بطورِ تذکرہ لکھ لیں۔ چونکہ اس مجموعہ کے وجود میں آنے کا سبب حضرت ممدوح کی ذاتِ ستودہ صفات ہے اس لیے کتاب کا نام تبرکاً و تیمناً حضرت مولٰنا کے نامِ نامی کی مناسبت سے "فیض الغفور" رکھ کر ربِّ غفور و ذوالرحمۃ سے امیدوارِ مغفرت و قبولیت ہوں۔

آخر الامر ـــــ اس لکھے ہوئے مسودہ کو برائے خوش خطی اور صفائی اپنے مخلص کرم فرما رفیقِ طریق جناب الحاج شیخ بشیر احمد صاحب سلمہٗ کی خدمت میں پیش کرتے ہوئے عرض کیا جس مقام پر کمی نظر آئے تکمیل فرما دیں اور جو اغلاط نظر آئیں انکی تصیحح فرمادیں۔ بحمد اللہ مسودہ کی تکمیل کے بعد جناب شیخ صاحب کے اضافہ نے ایک مفید کتاب بنادی۔ حق تعالیٰ شانہٗ اس ناچیز کاوش کو قبول فرماکر ہمارے حضرت شیخ مدنی دامت برکاتہم کی ترقی درجات کا ذریعہ اور ہم دونوں کے لیے سرمایۂ آخرت اور ہم کو جنت الفردوس میں رحمۃ للعٰلمین صلی اللہ علیہ وسلم کا قربِ خاص نصیب فرمائیں۔

محمد ادریس انصاری

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ الذی ھدانا لھذا وما کنا لنھتدی لولا ان ھدانا اللہ وصلی اللہ علی افضل البشر خاتم الانبیاء سیدنا ومولانا محمد وّ اٰلہٖ واصحبہٖ اجمعین

باب اوّل

طریقت اور اس کے متعلقات

طریقت

لغوی معنی ——— الطُّرقَۃُ ۔ راستہ ۔ طریقہ ۔ عادت ۔ جمع طُرُق ۔ الطَّرِیقَۃُ ۔ عادت ، حالت ، مذہب ۔ طَرَّقَ لَہٗ؛ کسی کے لیے راستہ بنانا ۔ طَرَّقَ المَوضِعَ : راستہ اختیار کرلینا ۔ أطرَقَ : خاموش ہونا ، نیچے سر ڈال کر زمین کی طرف دیکھنا ۔ أطرَقَ رَأسَہٗ : سر جھکانا ۔

اصطلاحی معنی ——— حضرات صوفیاء کرام نے حسبِ حال جُدا جُدا معانی بیان فرمائے ہیں ۔ مگر میرے نزدیک عام فہم ، پسندیدہ اور جامع معنی میرے حضرت مولٰنا عبدالغفور صاحب المدنی سلمہ اللہ تعالٰے وقدس اللہ سرہٗ کے بیان فرمودہ ہیں ۔ حضرت فرمایا کرتے ہیں :

——— " شریعت کیا ہے ؟ اقوالُ رسول اللہ وافعال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ۔

——— طریقت کیا ہے ؟ اَلعمَلُ باقوال رسول اللہ وبافعالہ صلی اللہ علیہ وسلم ۔

شریعت وطریقت دونوں ایک ہیں ۔ ———

یعنی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال وافعال کا نام شریعت ہے ۔ اور آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال وافعال پر عمل کرنے کا نام طریقت ہے ۔

خلاصہ یہ کہ شریعت اور طریقت دو چیزیں نہیں بلکہ شریعت راستہ ہے تو طریقت اس راستے پر چلنے کا نام ہے۔ چنانچہ سید الاولیا حضرت غوث الاسلام سید احمد رفاعی قدس اللہ سرہٗ فرماتے ہیں:۔

"بزرگو! تم جس طرح اولیاء و عارفین کے درجہ کی تعظیم کرتے ہو اسی طرح فقہاء و علماء کے درجہ کی بھی تعظیم کرو۔ کیونکہ دونوں کا راستہ ایک ہی ہے حضرات علماء ظاہر شریعت کے وارث اور احکام شرعیہ کے محافظ ہیں۔ لوگوں کو دین کے احکام بتلاتے ہیں۔ ان احکام کے ذریعہ سے واصلین کو اللہ تعالےٰ کا وصل نصیب ہوتا ہے کیونکہ جو عمل اور جو کوشش شریعت کے خلاف کسی اور طریقے پر ہو اس سے کچھ بھی فائدہ نہیں۔ اگر کوئی عابد پانچ سو برس تک خلافِ شریعت عبادت کرتا رہے تو یہ عبادت اُس کے منہ پر ماری جائے گی اور اس کی گردن پر گناہ الگ ہوگا۔ حق تعالےٰ قیامت کے دن اس کی عبادت کو کسی وزن میں بھی شمار نہ کریں گے۔ جس شخص کو دین کی سمجھ حاصل ہو اس کی دو دو رکعتیں اللہ تعالیٰ کے نزدیک جاہل درویش کی دو ہزار رکعتوں سے افضل ہیں۔ پس خبردار! علماء کے حقوق ضائع نہ کرنا، تم کو ان سب کے ساتھ حُسنِ ظن رکھنا چاہیے خاص کر اُن میں سے جو متقی عالم باعمل ہیں، یعنی اللہ نے جو علم اُن کو دیا ہے اُس پر عمل بھی کرتے ہیں۔"

پھر فرماتے ہیں:۔

باعمل علماء ہی اولیاء ہیں

اِن کی عزت و حرمت کی تمہیں خاص طور پر حفاظت کرنی چاہیے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے جو شخص علم پر عمل کرتا ہے اللہ تعالےٰ اس کو ایسی چیزوں کا علم دیتا ہے جو اس کو پہلے سے معلوم نہیں ہوتیں اور یہی بزرگی اولیاء کو حاصل ہوتی ہے۔ پس ثابت ہوا کہ علماء باعمل ہی حقیقت میں اولیاء ہیں۔ نیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے العلماء ورثۃ الانبیاء (علماء انبیاء علیہم السلام کے وارث ہیں) اور یہ بہت بڑی فضیلت ہے جس سے علماء باعمل سرفراز ہیں یہی لوگ تمام انسانوں کے سردار اور تمام مخلوق سے اشرف اور حق تعالےٰ کا راستہ بتلانے والے ہیں۔

پھر فرمایا ——————

شریعت طریقت ہے اور طریقت شریعت ہے ——

تم ایسا نہ کہو جیسا جاہل صوفی کہا کرتے ہیں کہ ہم اہل باطن ہیں اور وہ اہل ظاہر ہیں۔ یہ بات غلط ہے کیونکہ یہ دین ظاہر و باطن کا جامع ہے۔ اس کا باطن ظاہر کا مغز ہے۔ اور ظاہر باطن کا ظرف یعنی محافظ ہے اگر ظاہر نہ ہوتا تو باطن کہاں چھپتا، اگر ظاہر نہ ہوتا باطن کا وجود ہی نہ ہو سکتا۔ کیونکہ دل بغیر جسم کے موجود نہیں ہو سکتا بلکہ اگر جسم نہ ہو تو دل خراب ہو جائے گا —— اور دل بدن کا نور ہے اگر بدن میں دل نہ ہو تو وہ مُردہ اور تاریک ہوگا اس لیے ظاہر (شریعت) باطن (طریقت) کا محتاج ہے اور باطن...

(طریقت) ظاہر (شریعت) کا محتاج ہے۔ یہ علم جس کا نام بعض لوگوں نے علمِ باطن رکھا ہے اس کی حقیقت دل کی اصلاح ہے اور علمِ ظاہر کی حقیقت عمل بالارکان اور تصدیق بالجنان ہے یعنی ظاہری بدن سے ارکانِ اسلام کو ادا کرنا اور دل سے توحید و رسالت فرائض و عقائد کی تصدیق کرنا۔ اب بتلاؤ اگر تنہا تمہارا دل حُسنِ نیت اور اندرونی طہارت سے آراستہ ہو گیا مگر اس کے ساتھ تم نے قتل بھی کیا، چوری بھی کی، زنا بھی کیا، سُود بھی کھایا، شراب بھی پی، جھوٹ بھی بولا، لوگوں پر تکبر بھی کیا، اُن کو بُرا بھلا بھی کہا تو تمہاری نیت کے درست ہونے اور دل کے پاک ہونے سے کیا فائدہ ہوا؟

اسی طرح اگر تم نے اللہ کی عبادت کی، عفت بھی اختیار کی، روزہ بھی رکھا، سچ بھی بولا، صدقہ بھی دیا، تواضع بھی اختیار کی۔ مگر تمہارے دل میں رِیا اور فساد چھپا ہوا ہے یعنی تم نے یہ کام اللہ کے واسطے نہیں کیے بلکہ دکھلاوے کو اور مخلوق میں بزرگ بننے کے لیے کیے ہیں تو اس عمل سے کیا نفع ہوا؟

غرضیکہ نہ ظاہر (شریعت) بدون اصلاح باطن کے مفید ہے نہ باطن (طریقت) بدون اصلاح ظاہر کے مفید ہے۔

جب یہ بات تمہاری سمجھ میں آگئی کہ باطن ظاہر کا مغز ہے اور ظاہر باطن کا ظرف اور محافظ ہے دونوں میں کچھ جدائی نہیں، بلکہ کسی کو بھی دوسرے سے استغنا نہیں تو اب تم یہ کہو کہ ہم اہلِ ظاہر

ہیں، اس کا مطلب یہ ہوگا کہ اہلِ باطن بھی ہیں۔ جب تم یہ کہو گے
کہ ہم ظاہر شریعت پر چلنے والے ہیں تو باطن اور طریقت کو بھی
تم نے تسلیم کر لیا۔ کیونکہ صوفیہ کی وہ کون سی باطنی حالت (مثلاً
زہد، ورع، خشیت، محبت، تسلیم و رضا، توکل، تواضع) ہے
جس کے حاصل کرنے کا ظاہر شریعت نے حکم نہیں دیا اور وہ کونسی
ظاہری حالت[1] ہے جس کے باطن کو درست کرنے کا ظاہر شریعت
نے حکم نہیں دیا۔

پس ظاہر و باطن میں جدائی اور تفریق کے قائل نہ ہو کہ یہ
گمراہی اور بدعت ہے۔ خلاصہ یہ کہ جس قدر ریاضیات و مجاہدات
و اذکار و اشغال صوفیہ کرتے ہیں سب سے عمل کی تکمیل و اخلاص
کی تحصیل ہی مقصود ہے اور کچھ نہیں اس لیے نہ علماء صوفیاء سے
الگ ہو سکتے ہیں نہ صوفیاء علماء سے۔"

طریقت کی ضرورت ——— علماء بھی طریقت
کے محتاج ہیں۔

حضرت غوث الاسلام سید احمد رفاعیؒ فرماتے ہیں :-

"اے ہم سے محجوب رہنے والے تیرا یہ خیال ہے کہ عالم بن
جانے کے بعد تجھے ہماری ضرورت نہیں، بتلا ——— اُس علم سے

---

[1] مثلاً نماز روزہ حج زکوٰۃ وغیرہ ان میں اخلاص کی جان ہو اور اخلاص کے بعد خشیہ کہ قبول
ہوتی ہے یا نہیں، کیا ظاہری شریعت اس کا حکم نہیں دیتی ۱۲، انصاری

کیا نفع جس میں اخلاص نہیں اور اخلاص ایک خطرناک راستے کے کنارے پر ہے۔ اب بتلا ــــــ تجھے عمل کے لیے کون اٹھائے گا؟ ریا کے زہر کا کون علاج کرے گا جو تیرے اندر بھرا ہوا ہے اور اخلاص حاصل ہو جانے کے بعد تجھے بے خوف و خطر راستہ کون بتلائیگا۔ کیا یہ درسی کتابیں اور کتابوں کے پڑھانے والے بتائیں گے نہیں ــــ ہرگز نہیں۔ جاننے والوں سے پوچھو، اگر تم خود نہیں جانتے۔ فَاسْئَلُوْٓا اَھْلَ الذِّکْرِ اِنْ کُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ٥ علیم و خبیر اللہ تعالیٰ شانہٗ نے ہم کو یہی طریقہ بتلایا ہے کہ جس بات کا تم کو علم نہ ہو جاننے والوں سے معلوم کرو" ــــــ

اہل علم کی غلط فہمی اور اسکا ازالہ

"اے عالم! تو یہ سمجھتا ہے کہ آیت فَاسْئَلُوْٓا اَھْلَ الذِّکْرِ کا مصداق تو ہے؟ اگر تو اہل ذکر میں سے ہوتا تو ذکر کے ثمرہ سے محروم نہ ہوتا، کیونکہ ذکر اللہ کے اثر سے دل پر فکر ضرور غالب ہوتا ہے۔ اور فکر کے آثار ذاکر کی صورت سے ظاہر ہونے لگتے ہیں اس کے ہر کام سے معلوم ہو جاتا ہے کہ اس کو کوئی بڑا فکر ہے۔ تجھ کو تیرے اس حجاب نے ہی روکا کہ مشائخ سے دور رہتا ہے تجھ کو تیرے دعوائے علم نے تباہ کیا۔ سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:۔

اللھم انی اعوذ بک من علم لا ینفع	اے اللہ! میں ایسے علم سے جو نفع نہ دے آپ کی پناہ مانگتا ہوں۔

اب بتلا ——— ! جس علم سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پناہ مانگی ہے اس پر تیرا ناز کرنا کہاں تک زیبا ہے۔ اے محجوب ! تو ہمارے دروازوں کا پہرہ دے کیونکہ تیرا جو وقت اور درجہ[ے] ہمارے دروازوں پر گذرے گا وہ تیرے لیے ایک اعلیٰ درجہ اور اللہ کی طرف رجوع کرنے کا وقت ہوگا۔ کیونکہ ہمارا رجوع اللہ کی طرف صحیح ہو چکا ہے اس لیے جو ہمارے پاس آتا ہے اس کو بھی اللہ کی طرف رجوع کرنے کی توفیق ہو جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :-

وَاتَّبِعْ سَبِيلَ مَنْ أَنَابَ إِلَيَّ — اُن لوگوں کے راستے پر چل جو میری طرف رجوع کر چکے ہیں۔

طریقت میراث نہیں۔ عمل سے حاصل ہوتی ہے ———

سید الاولیاء حضرت رفاعیؒ فرماتے ہیں :- ”میرے پیارے تیرا یہ گمان ہے کہ یہ طریقت تیرے باپ کی میراث ہے۔ تیرے دادا سے سلسلہ بسلسلہ چلی آرہی ہے۔ تیرے پاس بکر و عمرو کے نام سے آجائیگی اور تیرے شجرۂ نسب میں داخل ہو جائے گی۔ تیرے خرقہ کے گریبان پر تیری کلاہ پر منقش ہو جائے گی۔ تو نے اس سرمایہ کو طریقت سمجھ لیا ہے کہ اُونی لباس ہو۔ ایک کلاہ ہو۔ ایک لاٹھی ہو۔ ایک گدڑی اور بڑا سا عمامہ ہو۔ بزرگوں کی سی شان و صورت ہو۔ نہیں خدا کی قسم اللہ تعالیٰ اِن چیزوں کو نہیں دیکھتا بلکہ وہ تو تیرے دل کو دیکھتا ہے۔

ے درجہ ۴ منٹ کا ہوتا ہے۔

تیرے دل میں خدا کے اسرار اور اُس کے قرب کی برکت کیوں کر ڈالی جائے کہ تُو تو کلاہ اور خرقہ اور تسبیح اور عصا اور ٹاٹ پالان کے حجابوں میں گرفتار ہو کر اللہ تعالیٰ سے غافل ہو رہا ہے یہ عقل کس کام کی جو نورِ معرفت سے کوری ہے؟ یہ سر کس کام کا جو جوہر عقل سے خالی ہے؟

اے مسکین! تو نے اس جماعت جیسے کام تو کیے نہیں اور ان کا لباس پہن لیا۔ عزیز من! اگر تو اپنے دل کو مار کر خوف کا لباس پہنتا اور انانیت و تکبر کو مٹنے کا لباس پہناتا اور زبان کو ذکر کے لباس سے آراستہ کرتا اور ان سب حجابوں سے جن میں پھنسا ہوا ہے چھوٹ جاتا اس کے بعد یہ لباس پہنتا تو تیرے لیے اچھا ہوتا بہت بہتر ہوتا، مگر مجھ سے یہ بات کیوں کر کہی جائے یہ تیری سمجھ میں نہ آئے گی۔ تُو نے تو یہ سمجھ لیا کہ میری کُلاہ (ٹوپی) اس جماعت جیسی کُلاہ ہے، میرا لباس ان کے لباس جیسا ہے۔ سب کی صورتیں ملی ہوئی ہیں مجھ میں اور اِن میں کیا فرق ہے؟ حالانکہ دل مختلف ہیں اور سب سے زیادہ ضرورت دل ہی کے ملنے کی ہے۔ اگر تجھ کو اپنی حقیقت معلوم ہوتی تو ماں باپ، دادا، چچا اور کرتہ اور کلاہ اور تخت و زینہ سب سے الگ ہو جاتا اور خدا کی قسم خدا کو ڈھونڈنے کے لیے ہمارے پاس آتا پھر اچھی طرح ادب حاصل کر کے یہ لباس پہنتا اور میرا گمان تو یہ ہے کہ حُسنِ ادب حاصل ہو جانے کے بعد تو اپنے نفس کو اس لباس اور تمام فضولیات سے جو اللہ سے غافل کرنے والی ہیں خود ہی الگ کرے گا۔

اے مسکین! تُو اپنے وہم پر چل رہا ہے، اپنے خیال پر راستہ طے کر رہا ہے۔ اپنے جھوٹ اور عجب و غرور کے ساتھ چل رہا ہے انانیت اور تکبر کی ناپاکی اٹھائے ہوئے ہے اور سمجھتا ہے کہ میں بھی کچھ ہوں —۔ بھلا یہ کیوں کر ہو سکتا ہے؟

تکبر کے ساتھ یہ راستہ ایک قدم بھی طے نہیں ہو سکتا۔ تواضع کا علم سیکھ، حیرت کا سبق پڑھ، مسکنت اور انکسار کا علم حاصل کر۔

ارے ناسمجھ! تو نے تو تکبر کا علم حاصل کیا اور بڑائی کا سبق پڑھا۔ بتلا! ان سب سے تجھے کیا حاصل ہوا؟

بس یہ حاصل ہوا کہ تُو آخرت والوں کی سی ظاہری صورت بنا کر اس مردود دنیا کو حاصل کر رہا ہے۔ تو نے بہت بُرا کیا۔ تیری مثال بالکل ایسی ہے جیسے کوئی گندگی کو گندی چیز کے عوض خرید رہا ہو کیونکہ دنیا کے لیے آخرت والوں کی صورت بنانا بھی دنیا —— ! بلکہ بدترین دنیا ہے۔ تُو آپ ہی اپنے کو کیوں کر دھوکہ دے رہا ہے؟ اور اپنے متعلق اور اپنے ہم جنسوں کے متعلق کس طرح جھوٹی باتیں کرتا ہے کہ اپنے کو اللہ والا کہتا ہے اور اپنے مُریدوں کو طریقت کا سالک بتلاتا ہے حالانکہ نہ تُو اللہ والا ہے اور نہ تیرے مرید وں کو اللہ کے راستہ کا پتہ۔

یاد رکھ! عاشق اپنے محبوب کے پاس اس وقت تک نہیں پہنچ سکتا جب تک اس کے دشمن سے دور نہ ہو جائے اب سُن لے

دنیا خدا کی دشمن ہے اور تُو اس میں پھنسا ہوا ہے۔ پھر تو خدا کا مُقرب اور اللہ والا کیوں کر ہو سکتا ہے۔

ایک مرید نے پانی نکالنے کے لیے اپنا برتن کنویں میں ڈالا تو وہ سونے سے بھرا ہوا نکلا۔ اس نے برتن کو کنویں میں ہی لوٹا دیا اور حق تعالیٰ سے عرض کیا میرے محبوب تیرے حق کی قسم! میں تیرے سوا کسی کو نہیں چاہتا۔ اللہ والے ایسے ہوتے ہیں۔ اگر ایسا نہ بن سکے تو کم از کم اتنا تو ہو کہ حرام طریقے سے دنیا نہ کمائے۔ مریدوں کے مال پر نظر رکھنے اور لوگوں سے نذرانے دھڑا دھڑ وصول کرنے کے لیے اللہ والوں کی صورت بنانا حرام ہے۔

جس کو توکّلِ کامل حاصل نہ ہو اُس کو اپنے ہاتھ سے مزدوری کر کے غذا حاصل کرنا چاہیے۔

حضرت معروف کرخیؒ، داؤد طائی، حسن بصری رحمۃ اللہ علیہم اور ان صوفیاء نے جو ان حضرات کی صحبت سے فیض پانے والے ہیں، اللہ تعالیٰ تک پہونچنے کے راستوں کا خلاصہ دو لفظوں میں بیان کیا ہے

خدا تعالیٰ تک پہونچنے کی راہیں، یعنی طریقت کیا ہے؟

(۱) شریعت پر مضبوطی کے ساتھ چلنا (۲) صرف اللہ وحدہٗ لاشریک کا طالب بننا۔ یعنی اللہ کے سوا تمام چیزوں کی طلب دل سے نکال دینا ـــ شریعت کیا ہے؟ عزیز من! شریعت تیرے سامنے ہے۔ دیکھ لے تیرے نبی علیہ افضل الصلوٰۃ والتسلیمات

کس طرح رہتے تھے، کیوں کر باتیں کرتے تھے، اچھے اور بُرے لوگوں سے کن اخلاق کے ساتھ پیش آتے تھے۔ پھر تُو بھی آپؐ جیسے عمل کر، آپؐ کی طرح باتیں کر، آپؐ کے اخلاقِ حمیدہ کو اختیار کر اگر تو نہیں جانتا تو علماء سے پوچھ —— !

حاصل یہ کہ شریعت نام ہے اقوالُ رسول اللہ، افعالُ رسولِ اللہ اور اخلاقُ رسولِ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اور طریقت نام ہے ان اقوالِ رسولؐ ان افعالِ رسول، ان اخلاق رسولؐ پر عمل کرنے کا۔

حُسنِ اخلاق

لوگوں کے ساتھ اچھے اخلاق کے ساتھ پیش آؤ کیونکہ خُلقِ حسن تمام اعمال سے افضل ہے۔ مشہور ہے :-

اذا لم تسع الناس بمالك فسع الناس بخلقك	اگر تم لوگوں کو اپنے مال سے راحت نہ پہونچا سکو تو اپنے اخلاق کے ساتھ ہی آرام پہونچاؤ۔

اور مشہور ہے :-

احسن الحُسنِ الخُلق الحسن	بہترین حُسن اچھے اخلاق ہیں

اچھے اخلاق والا بستر پر لیٹے لیٹے ہی روزہ دار، تہجد گذار کے مرتبے پر پہونچ جاتا ہے۔ کیونکہ فرائض کے بعد اللہ تعالیٰ کے قرب اور نزدیکی حاصل کرنے کا بہترین ذریعہ یہی ہے۔ "جب لوگوں کی ملاقات کے وقت تیرا دل گھٹا ہوا رہے تو عبادت سے تجھے کیا نفع ؟ معلوم ہوتا ہے کہ تم خود کو دوسروں سے افضل جانتے ہو جب ہی تو ہر شخص سے دل کھول کر نہیں ملتے۔" اے مسکین! شاید تو اپنی عبادت سے اللہ پر احسان رکھتا ہے حالانکہ اللہ تعالےٰ تمام جہان والوں سے اور اُن کی عبادت سے مستغنی ہیں۔ جب تو اللہ تعالےٰ کی عبادت کرے تو اُس کے دروازے پر جُھک کر اس کی چوکھٹ پر سر رکھ کر اس کی

سلطنت کے سامنے عاجز بن کر اس کی ہیبت سے کانپ کر اس کے حقوقِ واجبہ کی ادائیگی سے اپنی کمزوری کا اعتراف و اقرار کر کے اپنے نفس اور عمل وغیرہ پر نظر کرنے سے الگ ہو کر اس کی عزت و جلال کے دروازے کو اپنی ذلت و خواری کے ہاتھوں سے کھٹکھٹاتے ہوئے عبادت کر، مخلوق سے بڑا بننے اور اپنے کو اُن سے افضل جاننے کا خیال دل سے نکال دے اُس وقت تیرے لیے قبولیت کی امید کی جا سکتی ہے۔" اگر یہ نہیں تو عبادت کے قبول ہونے کی امید نہیں کی جا سکتی۔ ب م ۸۸

اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنی کتاب پاک میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب فرماتے ہوئے آپؐ کا تعارف ان الفاظ میں کرایا اِنَّكَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں اخلاق کی خوبیوں کو پورا کرنے کے لیے ہی بھیجا گیا ہوں اور فرمایا کرتے تھے اے خدا تو نے مجھے اچھی صورت بخشی، اچھے اخلاق بھی بخش دے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بدخُوئی طاعت کو اس طرح تباہ کر دیتی ہے جس طرح سرکہ شہد کو اور نیک اخلاق گناہ کو یوں نابود کر دیتے ہیں جیسے آفتاب برف کو۔

خوش اخلاقی کی تعریف

بعض بزرگوں نے خوش اخلاق انسان کی تعریف ان الفاظ میں

کی ہے کہ وہ شرمگین، متواضع ہو صاحبِ ایثار ہو، سچا، صلح جو، عبادت گذار، سب کا خیر خواہ، سب کے حق میں نیک کردار ہو۔ مشفق، صابر وقانع، شاکر و بردبار۔ نرم دل ہو۔ مال وجاہ کا حریص نہ ہو۔ اس کو حکومت کی خواہش نہ ہو۔ نہ کسی کو گالی دے۔ نہ لعنت کرے۔ نہ سخن چینی اور غیبت کرے۔ تجسّس اور بدگمانی سے دور رہنے والا ہو۔ نہ فحش کلامی کرے اور نہ جلد باز ہو۔ نہ حاسد اور کینہ پرور ہو۔ کشادہ پیشانی اور خوش زبان ہو۔ اس کی دوستی دشمنی، خوشی اور غصہ صرف اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہوں۔ غرضیکہ اس کے عادات واطوار نمونہ ہوں صاحب خُلقِ عظیم صلی اللہ علیہ وسلم کے۔ (اکسیر ہدایت ص ۳۰۴، ۳۱۴)

خوش اخلاقی کی مثالیں

(۱) حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالےٰ عنہ جب خلیفہ منتخب ہوئے تو آپ نے اپنے پہلے خطبے میں ذیل کے الفاظ میں اظہارِ حقیقت فرمایا:-

وَاللّٰہِ مَا کُنْتُ حَرِیْصًا	بخدا میں نے تم پر حکومت کرنے کی
عَلَی الْاِمَارَۃِ یَوْمًا وَّلَا	نہ دن میں حرص کی اور نہ رات میں
لَیْلَۃً قَطُّ وَلَا کُنْتُ فِیْھَا	اور نہ مجھ کو اس کی کبھی رغبت ہوئی
رَاغِبًا وَّلَا سَاَلْتُھَا اللّٰہَ	نہ کبھی علانیہ یا خفیہ خدائے تعالےٰ
قَطُّ فِیْ سِرٍّ وَّعَلَانِیَۃٍ وَّ	سے اس کی دعا مانگی اور نہ ہی...
مَالِیْ فِی الْاِمَارَۃِ مِنْ	حکومت اور سلطنت میں میرے

رَاحَةٍ لیے راحت ہے۔

(کشف المحجوب ص۱۰۱)

کمالِ ایثار (۲) حضرت عثمان رض کو شہید کرنے کے لیے جب بلوائیوں نے اُن کے مکان پر حملہ کیا، تو آپ کے غلاموں نے ہتیار اٹھا لیے۔ آپ نے فرمایا جو غلام ہتیار نہ اٹھائے میں اُس کو اللہ کے لیے آزاد کر دوں گا۔ حضرت عبداللہ بن رباح رض اور ابو قتادہ رض کہتے ہیں کہ ہم اس وقت حضرت عثمان رض کے پاس اندر بیٹھے ہوئے تھے اس شور و غوغا کو سُن کر ہم باہر نکلے تو دیکھا کہ حضرت امام حسن رض آ رہے ہیں۔ یہ معلوم کرنے کے لیے کہ امام حسن رض کس غرض سے حضرت عثمان رض کے پاس جا رہے ہیں ہم بھی اُن کے ساتھ حضرت عثمان رض کی خدمت میں پہونچ گئے۔ حضرت امام حسن رض نے وہاں پہونچ کر اظہار افسوس کیا اور عرض کیا، امیر المومنین! آپ امیر و امام ہیں اور بلا اذنِ امیر شریعت مسلمانوں پر تلوار اٹھانے کی اجازت نہیں دیتی۔ پس مجھے حکم فرمائیں تاکہ اس فتنے کو فرو کرنے کے لیے میں تلوار سنبھالوں۔ حضرت عثمان رض نے فرمایا:۔

یَا ابْنَ اَخِیْ اِرْجِعْ وَاجْلِسْ فِیْ بَیْتِكَ حَتّٰی یَاْتِیَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ فَلَا حَاجَةَ لَنَا فِیْ اِهْرَاقِ الدِّمَاءِ (کشف المحجوب ص۱۰۲)	بھتیجے! واپس چلے جاؤ اور اپنے گھر میں بیٹھے رہو۔ دیکھتے رہو کہ اللہ تعالیٰ کیا فیصلہ فرماتا ہے ہمیں مسلمانوں کے خون بہانے کی کوئی ضرورت نہیں۔

حضرت علی رضؓ سے کسی نے عرض کیا کہ حضرت کوئی نصیحت فرمائیں آپ نے فرمایا کہ اپنے بال بچوں میں اس قدر مصروف نہ ہو کہ سب کچھ بھول جائے۔ کیونکہ اگر تیرے بال بچے اللہ کے دوست ہیں تو ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے دوستوں کو کبھی ضائع نہیں کیا کرتا۔ اگر وہ اللہ کے دشمن ہیں تو پھر اللہ کے دشمنوں سے تیری ہمدردی اور اعانت کسی طرح بھی درست نہیں (کشف المحجوب ص۱۰۳)

سچائی حبیب عجمیؒ --- حسن بصریؒ حجاج سے بھاگ کر حبیب عجمیؒ کے عبادت خانے میں چھپ گئے۔ حجاج اُن کے تعاقب میں وہاں پہونچا اور حبیب عجمیؒ سے پوچھا اے حبیب! تو نے یہاں حسن بصری کو دیکھا ہے؟ آپ نے فرمایا وہ میرے عبادت خانے میں چھپا ہوا ہے۔ حجاج نے اندر جاکر تلاش کیا لیکن آپ کو نہ پایا۔ باہر آکر بولا آپ نے مجھ سے جھوٹ کہا۔ حبیبؒ نے فرمایا میں خدا تعالےٰ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں نے جھوٹ نہیں بولا وہ اندر ہی ہیں۔ حجاج کئی مرتبہ اندر گیا، لیکن آپ کو نہ پایا۔ آخر مایوس ہو کر چلا گیا اس کے جانے کے بعد حضرت حسنؒ باہر نکلے اور فرمایا اے حبیب! اللہ تعالیٰ نے تمھاری برکت سے مجھے بچالیا۔ حضرت حبیبؒ نے فرمایا یہ میری برکت نہیں، بلکہ میرے سچ کی برکت ہے۔ اگر میں تمھیں بچانے کے لیے جھوٹ بولتا تو حجاج ہم دونوں کو رُسوا کرتا۔

(کشف المحجوب ص۱۱۶)

سُنّت کی برکت

حبیب بن اسلم راعی ؒ — آپ فراتت کے کنارے رہائش رکھتے تھے ایک بزرگ اُن کی جگہ سے گذرے دیکھا نماز پڑھ رہے ہیں اور ایک بھیڑیا آپ کی بکریوں کی حفاظت کر رہا ہے۔ بزرگ کہتے ہیں میں نے خیال کیا کہ ان بکریوں کے مالک ضرور کوئی خدا رسیدہ ہیں، ان کی زیارت کرنی چاہیے آپ نماز سے فارغ ہوئے تو انہوں نے سلام عرض کیا۔ آپ نے بعد از سلام فرمایا بیٹا! کیسے آئے ہو؟ بزرگ نے جواب دیا زیارت کے لیے حضرت نے فرمایا جزاک اللہ، بزرگ نے کہا حضرت والا! یہ بھیڑیے اور بکریوں کا میل کیوں کر ہے؟ آپ نے جواب دیا کہ جب ان بکریوں کا چرواہا اللہ تعالیٰ کے موافق ہو تو پھر بھیڑیا بکریوں کے کیوں موافق نہ ہو۔ پھر فرمایا کہ آپ نے ایک لکڑی کا پیالہ پتھر کے نیچے رکھا۔ اس پتھر سے دو چشمے جاری ہو گئے ایک دودھ کا دوسرا شہد کا۔ آپ نے فرمایا لو پی لو انہوں نے کہا اے شیخ! یہ مقام آپ کو کیسے ملا؟ آپ نے فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع، اطاعت اور فرماں برداری سے۔

عالِم بے عمل

امام ابو حنیفہؒ — داؤد طائیؒ تکمیلِ علم کے بعد حضرت امام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا کہ اب کیا کروں؟ امام صاحبؒ نے فرمایا کہ تکمیل علم کے بعد اب عمل کا التزام کر۔ کیونکہ علم بغیر عمل کے ایسا ہے جیسے جسم بغیر روح کے۔ جب تک علم پوری طرح عمل سے متفق نہ ہو گا نہ تو صفائیِ باطن

ہی ہو گی اور نہ اخلاص کی کیفیت پیدا ہو گی۔ جو شخص محض علم پر قناعت کرتا ہے اور عمل نہیں کرتا وہ حقیقت میں عالم نہ ہو گا۔ (ک م ص ۱۱۶)

سیاستِ ملوک

حضرت فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں ہارون رشید گئے اور عرض کیا حضرت مجھے کوئی نصیحت فرمائیں۔ فرمایا امیرالمومنین! آپ کے والد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا تھے۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ سے درخواست کی تھی کہ یا رسول اللہ! مجھے قوم کا سردار بنا دیجیے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا چچا! میں نے آپ کے ایک ایک سانس کو سرداری عطا کی۔ خدائے تعالیٰ کی اطاعت اور فرماں برداری میں آپ کا ایک سانس لینا مخلوق کی ایک ہزار سالہ فرماں روائی سے بہتر ہے اس لیے کہ امارت وحکومت قیامت کے روز محض شرم و ندامت کا باعث ہو گی۔

ہارون رشید نے کہا کچھ اور نصیحت فرمائیں تا کہ میں اس پر عمل کروں حضرت فضیل رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا جب عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کو لوگوں نے بالاتفاق خلیفہ بنا لیا تو حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے سالم بن عبداللہ رجاء بن حیوۃ، محمد بن کعب کو بلایا اور کہا کہ میں فتنہ میں مبتلا ہو گیا ہوں مجھے چھٹکارے کی کوئی تدبیر بتاؤ۔ ان حضرات میں سے کسی نے کہا کہ اگر آپ قیامت کے دن عذابِ الٰہی سے نجات چاہتے ہیں تو خلیفہ ہونے کے باوجود تمام بوڑھوں کو اپنے باپ کی مثل سمجھو اور جوانوں کو

حقیقی بھائیوں کے مانند اور بچوں کو اپنے بچوں کی طرح۔ اور ان سب کے ساتھ ایسا معاملہ کریں جیسے اپنے گھر میں باپ، بھائیوں اور بچوں کے ساتھ اختیار کیا جاتا ہے۔ تمام اہل اسلام کا ملک تیرا گھر ہے اور اس میں بسنے والے تیرا کنبہ ہیں۔ لہٰذا ان کے ساتھ شفقت اور محبت کا برتاؤ اس طرح کرو جس طرح اپنے گھر والوں کے ساتھ کیا کرتے ہو۔ ک م ص۱۲۵

ترکِ مالایعنی

ابو اسحاق ابراہیم بن ادہمؒ — آپ بلخ کے بادشاہ تھے۔ ایک روز آپ ہرن کے شکار کے لیے نکلے۔ ایک ہرن کے تعاقب میں گھوڑا ڈال دیا اور لشکر سے علیحدہ ہو گئے۔ ہرن اللہ کے حکم سے گویا ہوا کیا تیرے پروردگار نے تجھے اسی لیے پیدا کیا؟ کیا خدا نے تجھے اسی کا حکم دیا ہے؟ اس بات نے آپ کو فوراً توبہ کی طرف راغب کیا اور اسی وقت سے زہد و تقویٰ کا طریق اختیار کیا۔ ک م ص۱۷۷

مقامِ فنا

حضرت بایزید بسطامیؒ۔ فرماتے ہیں کہ میں ایک بار مکہ معظمہ گیا وہاں میں نے گھر کو تو خوب اچھی طرح دیکھا لیکن گھر والا نظر نہ آیا۔ میں نے سمجھ لیا میرا حج مقبول نہیں ہوا۔ دوسری مرتبہ پھر گیا۔ اب کی دفعہ تو گھر بھی دیکھا اور گھر والا بھی دیکھا۔ میں سمجھا اب بھی توحید کی تکمیل نہیں ہوئی۔ آخر تیسری بار گیا تو صرف گھر والے کو دیکھا اور خوب دیکھا اور گھر بالکل نہیں دیکھا۔ ضمیر سے آواز آئی

بایزید! ہماری توحید کے تقاضے بہت بلند ہیں۔ اگر ہماری ذات کے علاوہ تو اپنے آپ کو بھی دیکھے تو مشرک ہو جائے گا۔ پس میں نے توبہ کی اور توبہ سے بھی توبہ کی اور اپنی ہستی کو دیکھنے سے بھی توبہ کی۔ تمام حواس ظاہری اور باطنی سے محو فی الذات ہوگیا۔ ک م ص ۱۲۹

فکرِ عقبیٰ

داؤد طائیؒ ـــــ اپنے مرید سے فرمایا اگر عافیت اور سلامتی چاہتا ہے تو دنیا کے فتنوں سے علیحدہ اور بے تعلق رہ۔ اگر عزت چاہتا ہے تو عاقبت کی فکر کر اور اس کے لیے توشہ جمع کر۔

توکُّل

حضرت شقیق بن ابراہیم ازدیؒ ـــــ آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ اپنے فرماں بردار بندوں کو مرنے کے بعد ہمیشہ زندہ رکھتا ہے۔ لیکن اس کے نافرمان بندے زندہ ہونے کے باوجود مُردوں سے بدتر ہیں۔ ملائکہ فرماں بردار بندوں کی فرماں برداری پہ قیامت تک ان کی تعریف و توصیف کرتے رہتے ہیں اور ان کا ثواب دائمی ہے۔

آپ کی درویشی کی ابتدا اس طرح ہوئی کہ ایک دفعہ بلخ میں زبردست قحط پڑ گیا۔ سب لوگ قحط کی وجہ سے سخت پریشان تھے۔ ان دنوں آپ نے ایک غلام کو دیکھا جو بازار میں ہنسی خوشی پھر رہا تھا۔ لوگوں نے اس کو کہا کہ تمام مخلوق تو قحط کی تکلیف سے پریشان ہے اور تو ہنسی خوشی پھر رہا ہے۔ وہ بولا کہ میرا آقا ایک گاؤں کا مالک ہے اس نے میرے سب رنج و غم مٹا دیے اور مجھے بے فکر کر دیا اس لیے مجھے کوئی

رنج و ملال نہیں ہے۔ یہ سُن کر حضرت شفیق رہ کو فوراً خیال آیا۔ کہ پروردگار! یہ آدمی اس زمیندار کا غلام ہونے کی وجہ سے بے فکر ہے جس کے قبضے میں صرف ایک گاؤں ہے لیکن تیری ہستی تمام جہانوں کی مالک ہے۔ تمام کائنات تیرے تصرف میں ہے اور تو ہی ہمارا رازق ہے اس کے باوجود ہم رزق کی طرف سے بے چین اور قحط کی وجہ سے پریشان ہیں۔ یہ اگر ہمارے ایمان کی کمزوری نہیں ہے تو اور کیا ہے؟ یہ کہہ کر دنیا کے دھندوں سے علیحدگی اختیار کی اور اہل اللہ کی خدمت میں حاضر ہو کر روحانی ترقی کی کوشش شروع کر دی۔ اور رزق کی طرف سے کبھی پریشان نہ ہوئے۔ فرمایا کرتے تھے میں اپنے مالک کے پہچاننے میں اُس غلام کا شاگرد ہوں اور میں نے جو کچھ پایا اُسی سے پایا
ک م صـ ۱۳۲

بربادی کے اسباب حضرت عبدالرحمٰن عطیہؒ۔ فرمایا کہ جب دنیا کی خواہشات و توقعات اللہ کے خوف پر غلبہ پالیں تو زمانے میں ظلم و گناہ کا فساد فروغ پاتا ہے
ک م صـ ۱۳۳

اولیاء کا ادب امام احمد بن حنبلؒ حافظ الحدیث تھے اپنے زمانے کے امام و مجتہد تھے۔ اس کے باوجود صوفیائے کرام سے استفادۂ سلوک فرماتے تھے۔ آپ نے جن بزرگوں سے فیوضِ باطنی حاصل کیے ان میں حضرت ذوالنون مصریؒ، حضرت

بشر حافیؒ، حضرت سری سقطیؒ، حضرت معروف کرخیؒ ہیں آپ بزرگوں کا بہت احترام کرتے تھے۔ چنانچہ ایک مرتبہ آپ کی خدمت میں ایک شخص نے حاضر ہو کر کہا:-

مَا الْاِخْلَاصُ	اخلاص کیا ہے ؟
فرمایا اَلْاِخْلَاصُ هُوَ الْخَلَاصُ مِنْ اٰفَاتِ الْاَعْمَالِ	تمہارا اخلاف شرع لغزشوں سے پاک ہونا اخلاص ہے۔
پھر اس نے پوچھا:- مَا التَّوَكُّلُ	توکل کیا ہے ؟

حضرت امام نے فرمایا:- خدا تعالےٰ کی ذات پر مکمل بھروسہ کرنا۔

اس نے پھر پوچھا مَا الرِّضَاءُ	رضاء کا کیا مطلب ہے ؟
آپ نے فرمایا: تَسْلِيْمُ الْاُمُوْرِ اِلَى اللّٰهِ	اپنے تمام معاملات اور تمام کام اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دینا اور اس کے ہر سلوک سے راضی اور خوش رہنا
اُس نے عرض کیا مَا الْمُحَبَّةُ	محبت کے کیا معنی ہیں ؟

فرمایا یہ بات بشر حافی سے پوچھنے کی ہے۔ جب تک بشر حافی زندہ ہیں میں اس کا جواب نہیں دے سکتا۔ ک م ص ۱۳۷

خشیت: آپ پر جب عالم نزع طاری ہوا تو آپ کے بیٹے نے کہا اے باپ! کیا حال ہے ؟ آپ نے فرمایا وقت نہایت پُرخطر ہے۔ جواب کی جگہ نہیں ہے۔ دعا سے مدد کرتے رہو۔ کیونکہ جو لوگ میرے دائیں بائیں بیٹھے ہیں ان میں شیطان بھی ہے اور وہ میرے سامنے

کھڑا سر پر خاک ڈال کر کہہ رہا ہے کہ اے احمد! تو میرے ہاتھ سے جان سلامت لے گیا۔ اور میں کہتا ہوں جب تک ایک سانس بھی باقی ہے خطرہ موجود ہے۔ مخزن اخلاق ۲۳۹

اخفاءِ باطن حضرت احمد بن خضرویہ بلخیؒ نے فرمایا اپنے فقر کی عزت چھپائے رکھ یعنی مخلوق پر ظاہر نہ کر کہ میں صاحبِ طریقت اور درویش ہوں لیکن جب تیرا صاحبِ باطن ہونا خود بخود لوگوں پر ظاہر ہو جائے تو یہ خدا تعالےٰ کی طرف سے بہت بڑا اعزاز ہے۔

قناعت حضرت عسکر بن حسین نفسیؒ نے فرمایا فقیر کی روزی وہی ہے جو اس کو خدا کی طرف سے پہونچ جائے اور اس کا لباس اتنا ہی ہے جو اُس کے بدن کو ڈھانپ لے۔ اس کا گھر وہ ہے جہاں وہ رہنے لگے۔ ان تینوں میں تصرف کرنا غفلت کا سبب ہوتا ہے۔ تمام دنیا اس غفلت میں مبتلا ہے۔ کیونکہ وہ اس میں کھپ رہی ہے۔ یہ سب مادی ضروریات کے لحاظ سے ہے۔ ورنہ درویش کی غذا وجد اُس کا لباس تقویٰ اور اس کا گھر غیب اور عالمِ لاہوت ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:۔

وَاَنْ لَّوِ اسْتَقَامُوْا عَلَى الطَّرِيْقَةِ لَاَسْقَيْنٰهُمْ مَّاءً غَدَقًا	اور اگر وہ لوگ راہِ طریقت پر ثابت قدم رہیں تو ہم اُن کو معرفت کا صاف پانی پلائیں۔

اور فرمایا :-

وَلِبَاسُ التَّقْوٰی ذٰلِكَ خَیْرٌ (اکرم ص۱۴۰)

اور پرہیزگاری کا لباس سب لباسوں سے زیادہ اچھا ہے۔

حرص حضرت عبداللہ بن خفیفؒ — فرمایا جو شخص یہ چاہتا ہے کہ حقیقی معنوں میں خوش وخرم اور مطمئن زندگی بسر کرے وہ اپنے دل میں حرص کو جگہ نہ دے اس لیے کہ حریص ذکر وفکر سے غافل رہتا ہے۔ حقیقتاً وہی قلب زندہ ہے جو غیر اللہ کے تعلق سے آزاد ہو اور عشقِ الٰہی سے لبریز ہو۔ اللہ تعالیٰ نے مومن کے قلب کو عزت اور ذلت کا باعث بنایا ہے۔ چنانچہ اپنے ذکر کو قلب کی عزت ٹھیرایا اور حرص کو اس کی ذلت قرار دیا۔

فرمایا اللہ تعالیٰ نے انسانوں کے دلوں کو صرف اپنے ذکر کا مقام بنایا ہے لیکن بعد میں وہ اتباع شہوات کے باعث سفلی خواہشات کے مسکن بن گئے۔ ک م ص۱۴۴

علم ومعرفت حضرت نوریؒ نے فرمایا ہمارے زمانے میں دو چیزیں سب سے افضل وبلند پایہ ہیں ایک تو عالم جو اپنے علم پر عمل کرتا ہے دوسرا عارف باللہ جو اللہ تعالےٰ کی ذات وصفات کو پہچان کر حقائق کے متعلق کلام کرتا ہے۔

تواضع حضرت رویم بن احمدؒ پایہ کے مفسر محدث اور فقیہ تھے۔ کسی شخص نے آ کر حال دریافت کیا تو آپ نے

فرمایا اُس کا کیا حال ہو گا جس کا مذہب خواہشات کی پیروی ہو جس کی سب کوششیں دنیوی کاموں تک محدود ہوں۔ جو نہ تو سچا ہو نہ متقی ہو اور نہ ہی اللہ تعالیٰ کی معرفت رکھتا ہو۔ یہ حضرت کی انتہائی کسر نفسی تھی۔

جاہ پرستی

حضرت یوسف بن حسین رازیؒ۔ حضرت جنیدؒ کے مرید تھے۔ فرمایا تمام لوگوں میں ذلیل ترین وہ شخص ہے جو تصوف اور طریقت کی راہ اختیار کرنے کے باوجود حریص اور جاہ پرست ہو۔ اور سب سے زیادہ باعزت وہ ہے جو توحید کے تقاضوں کو سمجھے اور اپنا قلب غیر اللہ سے ہٹا کر اپنی پوری محبت اللہ تعالیٰ کے لیے وقف کر دے۔

عارف کی شناخت

حضرت عبداللہ بن فضل بلخیؒ آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کا سب سے بڑا عارف اور برگزیدہ شخص وہ ہے جو اس کے احکام کی تعمیل میں سب سے زیادہ محنت اور کوشش کرتا ہو اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی پیروی محبت اور اخلاص سے کرتا ہو۔ آپ نے فرمایا مجھے تعجب ہے اُس شخص پر جو جنگلوں اور بیابانوں (سمندروں اور ہواؤں) کو خطرات و مشکلات میں طے کرتا ہوا خانہ کعبہ تک پہونچتا ہے جس میں اس کے انبیاء کے آثار و نشانات ہیں۔ لیکن وہ نفس کے جنگلوں اور معصیت کے دریاؤں کو عبور کر کے اپنے قلب تک

رسائی نہیں کر پاتا جس میں اس کے مالک اور پروردگار کے آثار و نشانات ہیں اور جو اُس کا مقدس مسکن ہے یعنی دل جو خداوند تعالیٰ کی معرفت کا گھر ہے فضیلت میں کعبہ سے بھی بڑھا ہوا ہے۔ کم م ص ۱۵۳

فسادِ معاشرہ

حضرت ابو بکر محمد بن عمرؒ۔ آپ نے فرمایا لوگوں کے تین گروہ ہیں (۱) علماء (۲) امراء (۳) فقراء۔ جب علماء گمراہ ہو جاتے ہیں تو شریعت کے اتباع میں خلل پڑ جاتا ہے۔ جب امراء غافل و گمراہ ہو جاتے ہیں تو قوم کی اقتصادی اور معاشی حیثیت تباہ ہو جاتی ہے۔ جب فقرا (درویش) گمراہ ہوتے ہیں تو اخلاق و آداب کو ایک ضعفِ عظیم پہونچتا ہے یعنی قوم کی اخلاقی حیثیت گر جاتی ہے۔

قوم کی تباہی امراء (حکام) وحکومت کے ظلم و ستم سے ہوتی ہے علماء کو دنیا کی ہوس اور خواہش منصب (عہدہ) تباہ کرتی ہے اور فقراء کو عزت اور جاہ طلبی برباد کرتی ہے۔ نیز آپ نے فرمایا کہ بے علم بادشاہ یا ذمہ دارِ حکومت جو علمِ دین سے بے بہرہ ہو۔ عالم غیر پرہیزگار اور فقیر بے توکل شیطان کے ساتھی ہیں اور تمام مخلوق کا بگڑنا ان تینوں کے بگاڑ پر موقوف ہے۔

توحید اور اس کا کمال

حضرت ابو حمزہ خراسانی۔ خراسان کے بڑے مشائخ میں سے تھے۔ ایک دن سفر میں جاتے ہوئے کسی کنوئیں میں گر پڑے۔ تین دن کے بعد

خراز کے سیاح وہاں اُترے۔ حضرت فرماتے ہیں کہ میں نے خیال کیا کہ انھیں آواز دوں کہ مجھے باہر نکال لو۔ مگر اسی وقت خیال آیا کہ غیر اللہ سے مدد مانگنا اچھا نہیں۔ اگر میں یہ کہوں کہ میرے خدا نے کوئیں میں ڈال دیا تو یہ خدا کی شکایت ہو گی۔ اتنے میں وہ لوگ خود ہی کوئیں کے پاس آگئے۔ انہوں نے دیکھا کہ کنواں راستے میں بنا ہوا ہے اور اس کے گرد کوئی دیوار بھی نہیں ہے۔ لوگوں کے اس میں گرنے کا احتمال دیکھ کر انہوں نے کوئیں پر چھت ڈال دی۔ میں یہ دیکھ کر بہت گھبرایا اور اللہ تعالےٰ کی مناجات شروع کر دی کہ الٰہی! یہ میری موت کا باعث نہ بن جائے۔ جب رات ہوئی تو کوئیں کی چھت جنبش میں آئی اور میں نے اچھی طرح محسوس کیا کہ چھت کو کوئی حرکت دے رہا ہے۔ ایک بہت بڑے اژدہے کو میں نے دیکھا کہ وہ نیچے اُترنے لگا۔ میں نے سمجھا کہ اللہ تعالیٰ نے اِسے میری نجات کا ذریعہ بنایا ہے۔ چنانچہ میں نے اُس کی دُم کو مضبوطی کے ساتھ پکڑ لیا اور اس نے مجھے کھینچ کر باہر نکال دیا۔ اتنے میں غیب سے آواز آئی، اے ابو حمزہ! تو نے ہماری توحید کا مکمل طور پر احترام کیا اور ہماری ذات پر پورا بھروسہ رکھا۔ تیری نجات بھی نہایت عمدہ ہے کہ ہم نے ایک ہلاک کر دینے والی چیز کو تیری نجات کا سبب بنا دیا۔ ک م ص ۱۵۷

اکلِ حلال حضرت ابو محمد بن حسین حریری حضرت جنید کے جانشین تھے۔ آپ نے فرمایا ایمان کا دوام، دین کا

قیام اور اصلاحِ بدن تین چیزوں پر منحصر ہیں اِکتفاء۔ اِتقاء[1]، اہتمام[2] فی رزق الحلال[3]۔ جو شخص خدا کی ذات پر اکتفاء کرتا ہے اس کے خصائل اور عادات بہت عمدہ ہو جائیں گے۔ جو شخص اس کے منع کیے ہوئے اعمال سے بچے گا اس کی سیرت نہایت پاکیزہ ہو جائے گی اور جو شخص اپنی غذا کی حفاظت کرے گا اُس کا نفس عبادت و ریاضت سے بہترین فوائد حاصل کرے گا۔ پس اکتفاء کا ثمرہ معرفت کی صفائی ہے تقویٰ کا ثمرہ تزکیۂ باطن اور حُسنِ اخلاق ہے۔ غذا میں احتیاط کرنے کا نتیجہ تن درستی اور طبیعت کا اعتدال ہوتا ہے۔ ک م ص ۱۵۸

حق العباد حضرت ابو حمزہ بغدادیؒ۔ ارشاد فرمایا ایک حق تیرے نفس کا ہے۔ دوسرا حق مخلوق کا ہے۔ جب تو نے اپنے نفس کو بُرے کاموں سے بچالیا تو اس کا حق ادا کر دیا اور جب تو نے مخلوقات کو کسی قسم کا نقصان دینی و دنیوی نہیں پہنچایا تو تُو نے اس کا حق ادا کر دیا۔ پس کوشش کر کہ مخلوق کو تجھ سے کوئی بُرائی نہ پہونچے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ کے حقوق ادا کرنے میں مشغول ہو جانا چاہیے۔

تسلیم و رضا حضرت ابو محمد خالدیؒ۔ ارشاد فرمایا کہ انسان ہر طرح اللہ تعالیٰ پر بھروسہ رکھے اور اس کا قلب مادی اسباب کے ہونے یا نہ ہونے میں کوئی فرق محسوس نہ کرے اس لیے کہ جسمِ انسانی اس کے خالق کی مِلک ہے اور اسکا پرورش

کرنا بھی اس کے ذمہ ہے۔ وہ اپنے علم کے مطابق اس کی پرورش کے ذرائع کو بھی خود جانتا اور عمل میں لاتا ہے۔ اس کے طریق عمل میں انسان کو ہرگز دخل نہ دینا چاہیے۔ جو لوگ دخل دیتے ہیں وہ بلا وجہ پریشان اور پراگندہ خاطر رہتے ہیں۔

فرماتے ہیں کہ میں حضرت جنیدؒ کے پاس آیا۔ میں نے آپ کو بخار کی حالت میں دیکھا۔ میں نے عرض کیا حضرت دعا کیجیے اللہ تعالیٰ آپ کو اس بیماری سے نجات بخشے۔ آپ نے فرمایا میں نے کل عرض کیا تھا تو مجھے آواز آئی اے جنید! تیرا جسم ہماری ملکیت ہے اپنی مشیت کے مطابق ہم چاہیں تو تجھے تن درست رکھیں اور چاہیں تو بیمار رکھیں تو کون ہے جو ہماری اور صرف ہماری ملکیت کے درمیان دخل دے پس تسلیم و رضا کو اپنا دستور بنا اور قدرت کے معاملات میں اپنا تصرف منقطع کر لے تاکہ تیرا شمار میرے اطاعت شعار بندوں میں ہو۔

شوقِ نماز

حضرت خیر النساجؒ۔ جب آپ کی وفات کا وقت قریب آیا اور بے ہوشی طاری ہوئی تو آپ نے آنکھیں کھولیں اور ملک الموت کی طرف دیکھ کر فرمایا، اللہ تعالیٰ تجھے معاف کرے تھوڑی دیر کے لیے ٹھہر جا۔ تو بھی خدا کا محکوم بندہ ہے اور میں بھی خدا کا محکوم بندہ ہوں۔ جس چیز کا مجھے حکم دیا گیا ہے وہ چیز اب مجھ سے فوت ہو رہی ہے لیکن جس چیز کا تجھے حکم دیا گیا ہے

وہ تجھ سے فوت نہیں ہو سکتی۔ لہذا مجھے شام کی نماز اطمینان سے پڑھ لینے دے تاکہ میں خدا کے حکم کو بجا لاؤں۔ پھر میں تجھے اجازت دوں گا کہ اپنا حکم بجا لا۔ چنانچہ آپ نے وضو کر کے نماز ادا کی اور پھر اپنی جان خدا کے سپرد کی۔

حضرت کا اصل نام محمد بن اسمٰعیل ہے۔ خیر النساج اس لیے کہتے ہیں کہ آپ حج کے ارادے سے سامرہ سے روانہ ہوئے۔ راستے میں کوفہ سے گذرے۔ جب کوفہ کے دروازے پر پہونچے تو ایک ریشم بننے والے نے کہا کہ تو میرا غلام ہے لہذا میں تجھے یہاں سے ہرگز نہ جانے دوں گا۔ آپ نے یہ معاملہ خدا کی طرف سے سمجھ کر اس کی تردید نہ کی اور مسلسل کئی سال تک اس کی خدمت کرتے رہے۔ جب بھی وہ آپ کو اے خیر! کہہ کر پکارتا تو آپ غلام کی طرح فرماتے لبیک۔ آخر وہ شخص خود ہی پشیمان ہوا اور اس نے معافی مانگتے ہوئے کہا میں اپنی حماقت سے گمراہی میں پڑ گیا۔ آپ تشریف لے جائیں، آپ میرے غلام نہیں۔ چنانچہ آپ مکہ معظمہ تشریف لے گئے۔ آپ کی ولایت کا وہ مقام تھا کہ حضرت جنیدؒ فرمایا کرتے تھے خَیرٌ خیرنا۔ خیر ہم سب میں بہتر ہے۔

تعریف مُراد اور مُرید

حضرت محمد بن قاسم رودباریؒ فرمایا مرید وہ ہوتا ہے جو اپنی ذات کے لیے کوئی خواہش نہ رکھے بلکہ وہی پسند کرے جو اللہ تعالیٰ اس کے

یہے پسند کرے۔ اور مُراد وہ ہوتا ہے جو دونوں جہان میں اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی چیز نہیں چاہتا۔ اور جو شخص صرف اللہ تعالیٰ کو چاہتا ہے وہ ہمیشہ وہی کچھ چاہتا ہے جو اللہ تعالیٰ چاہتا ہے۔ تسلیم و رضاء درویشی کے ابتدائی مقامات میں سے ہیں۔ اور عشق و محبت انتہائی حالات میں سے۔ احوالِ باطن کا محفوظ رکھنا حق تعالےٰ کی تائید سے ہے اور جب درویش کو یہ تائیدِ ایزدی حاصل ہو جاتی ہے تو درویش خود بخود صراطِ مستقیم پر قائم ہو جاتا ہے اور اس کی تمام توقعات اور آرزوئیں اسی کی ذات سے وابستہ ہو جاتی ہیں۔ ک م ص ۱۶۴

صحبتِ اہلِ دُنیا

حضرت سعید بن سلام مغربیؒ فرمایا جو شخص فقرا اور درویشوں کی صحبت چھوڑ کر دولت مندوں کی مجلس اختیار کرے گا، اللہ تعالیٰ اس کے دل کو مُردہ اور نورِ معرفت سے بے گانہ کر دے گا۔

سماع

حضرت مظفر بن احمد بن حمدانؒ ۔ فرمایا سماع کی طلب و آرزو اُس وقت تک ہوتی ہے جب تک مشاہدۂ ذاتِ حق نہ ہو لیکن جب درویش مشاہدہ سے سرشار ہوتا ہے اور طبیعت طریقت میں پختہ ہو جاتی ہے تو سماع بالکل پھیکا اور بے کیف معلوم ہوتا ہے۔ دیکھنا سماع کو اپنی عادت مت بنا لیجو اور وہ تیری طبیعت کا جزو نہ بن جائے

ک م ص ۱۶۴

ہدایت و گمراہی حضرت علی بن احمد خرقانیؒ نے فرمایا انسان کے لیے دو راستے ہیں۔ ایک گمراہی کا، دوسرا ہدایت کا — گمراہی کا راستہ یہ ہے کہ بندہ خدا کی طرف چلے اور اس کی ذات و صفات کو نہ پہچاننے کے باوجود یہ سمجھ لے کہ میں خدا رسیدہ ہو گیا ہوں ہدایت کا راستہ خدا کی طرف سے اس کے مخلص اور صالح بندوں کی طرف چلنا ہے یعنی اولیاء اللہ کی صحبت، ان کی مجلس میں بیٹھ کر ان کی نصائح سُن کر خدا کی معرفت حاصل کرنا ہے۔ کیونکہ اولیاء اللہ اور اہلِ باطن کے ربط و تعلق کے بغیر اللہ کی معرفت ہرگز حاصل نہیں ہو سکتی۔ ک م ص ۱۶۹

غرور حاتم الاصمؒ فرماتے ہیں کہ اچھی جگہ پر مغرور نہ ہو کہ بہشت سے بہتر کوئی جگہ نہیں ہے مگر دیکھ کہ آدم علیہ السلام نے وہاں کیا دیکھا۔ کثرتِ عبادت پر غرہ نہ کر۔ کیونکہ تجھے معلوم ہے کہ ابلیس نے ہزاروں سال عبادت کی۔ علم پر مغرور نہ ہو۔ بلعم باعور علم کی وجہ سے ایسے درجہ پر پہنچ گیا تھا کہ اس نے اللہ تعالیٰ کے اسمِ اعظم کو جان لیا لیکن اس کے حق میں ایسا آیا ہے:۔

فَمَثَلُهٗ كَمَثَلِ الْكَلْبِ	اس کی مثال کُتے کی مثال ہے
اِنْ تَحْمِلْ عَلَيْهِ يَلْهَثْ اَوْ	کہ اگر اس پر کچھ اٹھایا جائے تو
تَتْرُكْهُ يَلْهَثْ	زبان نکالتا ہے یا چھوڑ دیا جائے
	تو بھی زبان نکالتا ہے۔

نیک مردوں کے دیدار سے مغرور نہ ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے

رشتہ داروں نے بہت زیادہ آپؒ کو دیکھا، صحبت کی لیکن مسلمان نہ ہوئے
اکسیر ہدایت ص۲۱۵

تعریفِ ایمان و نفاق آپ نے فرمایا کہ مومن فکر و عبرت میں مشغول ہوتا ہے اور منافق حرص و امید میں۔ مومن اللہ کے سوا سب سے مامون ہوتا ہے۔ منافق اللہ کے سوا سب سے ڈرتا ہے۔ مومن اللہ تعالیٰ کے سوا سب سے ناامید ہوتا ہے اور منافق اللہ تعالیٰ کے سوا سب سے امید رکھتا ہے۔ مومن مال کو دین کی راہ میں فدا کرتا ہے منافق دین کو مال کے لیے فدا کرتا ہے۔ مومن اطاعت کرتا ہے اور روتا ہے۔ منافق گناہ کرتا ہے اور ہوشیار ہے۔ مومن تنہائی اور علیحدگی کو پسند کرتا ہے۔ منافق زحمت اور مخالطت کو دوست رکھتا ہے۔ مومن نیکی کا بیج بوتا ہے اور ڈرتا ہے کہ نہ کاٹے۔ منافق کچھ نہ بو کر بھی کاٹنے کی طمع کرتا ہے۔ اکسیر ہدایت ص۲۱۶

۸ مسائل ضروریہ آپ شقیق بلخی رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد رشید تھے۔ ایک دن استاد نے شاگرد سے پوچھا

— تم کتنی مدت میرے ہاں رہے ؟

— پینتیس برس کامل

— اس طویل عرصے میں کیا حاصل کیا ؟

— صرف آٹھ مسائل

— اِنَّا لِلّٰہ۔ میں نے ایک عمر تمہارے ساتھ کھپائی اور تم نے مجھ سے

عہ بے خوف عہ یعنی حضرت خرقانیؒ

آٹھ ہی مسئلے سیکھے ؟

— میں جھوٹ نہیں کہتا ہوں۔ آپ کی زندگی اور صحبت سے اِن آٹھ مسائل تک رسائی ہو پائی ہے۔

— وہ آٹھ مسائل کیا ہیں۔ میں بھی تو سُنوں ؟

— سُنیئے :-

پہلی بات — میں نے دیکھا کہ یہاں ہر شخص کسی نہ کسی محبوب پر دل سے فریفتہ ہے۔ لیکن اس محبت کا انجام یہ ہوتا ہے کہ جہاں چاہنے والا قبر میں آسودہ ہوا محبوب نے اس کو چھوڑ دیا۔ اس پر میں نے یہ فیصلہ کیا کہ نیکیوں کو اپنا معشوق ٹھیراؤں گا، تاکہ جب میں مروں تو یہ آخر تک میرے ساتھ رہیں۔ یہ ایک مسئلہ ہوا۔

دوسری بات :- میں نے اس آیت پر غور کیا :-

وَاَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى ۝ فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَاْوٰى ۝	اور جو اپنے رب کے سامنے پیش ہونے سے ڈرا اور جس نے نفس کو خواہشات سے روکا تو جنت ہی اُس کا ٹھکانہ ہے۔

تو معلوم کیا کہ اصل مقصود اللہ تعالٰی کی ذات ہے تب خواہشات کا ڈٹ کر مقابلہ کیا، یہاں تک کہ دل طاعاتِ الٰہیہ پر مطمئن ہو گیا۔ یہ دوسرا مسئلہ ہوا۔

تیسری بات :- میں نے دنیا کے ساز و سامان کا اس نقطۂ نظر سے

جائزہ لیا ہے کہ یہاں جو کچھ بھی ہے اس کی بہر آئینہ کچھ مقدار اور قیمت ہے۔ پھر اس حقیقت پر نظر پڑی :۔

مَا عِنْدَ كُمْ يَنْفَدُ وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ بَاقٍ ۝ — تمہارے ہاں جو کچھ بھی ہے ختم ہونے والا ہے اور جو اللہ کے پاس ہے باقی رہنے والا ہے۔

اس سے میں اس نتیجہ پر پہونچا کہ ان تمام اشیاء کی قدر و قیمت کو رکھنے کا ایک ہی طریق ہے کہ ان کا رُخ اللہ کی طرف پھیر دیا جائے۔ یہ تیسرا مسئلہ ہے جو میں نے سیکھا۔

چوتھی بات :۔ میں نے اس بات پر بھی غور کیا کہ لوگ شرف و مجد کے کن کن معیاروں کو فکر و نظر کے سامنے رکھتے ہیں۔ میں نے دیکھا کہ کوئی تو مال کی فراوانی پر نازاں ہے۔ کسی کو حسب و نسب کی بزرگی پر گھمنڈ ہے۔ لیکن جو اصلی معیار ہے وہ اور ہی شے ہے۔

اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ — تم میں سے عند اللہ اکرم وہ ہے جو متقی ہو

اس سے میں نے جانا کہ اگر بزرگی حاصل کرنا ہے تو تقویٰ سے اپنے آپ کو آراستہ کرنا چاہیے۔ مال و دولت اور حسب و نسب کوئی حقیقت نہیں رکھتے۔ یہ چوتھا مسئلہ ہوا اور اسی ترتیب کے باقی مسائل ہیں جو میں نے سیکھے۔

بقیہ نکات کی تفصیل۔ مثلاً میں نے جب لوگوں کی اس بیماری پر

سوچ بچار کی کہ یہ آپس میں ایک دوسرے کو بُرا کیوں کہتے ہیں تو مجھے اس نتیجے پر پہونچنے میں کسی دشواری کا سامنا نہ کرنا پڑا کہ اس کا اصل باعث حسد ہے۔ اس لیے اس بیماری سے چھٹکارا حاصل کرنے میں لگ گیا۔

میں نے مقاتلہ و مجادلہ کے اسباب پر غور کیا تو میں نے معلوم کیا کہ معاملہ رزق و مال کا ہے شیطان ان کو ایک دوسرے کے خلاف ازراہِ عداوت اُکساتا ہے

اِنَّ الشَّیۡطٰنَ لَکُمۡ عَدُوٌّ فَاتَّخِذُوۡہُ عَدُوًّا
شیطان تمہارا دشمن ہے۔ لہذا اسے اپنا دشمن ہی ٹھیراؤ۔

میں نے اس نصیحت پر عمل کیا اور شیطان کی انگیخت سے مجتنب رہنے لگا۔

یہ حقیقت بھی میرے سامنے آئی کہ یہاں کا ایک ایک فرد روٹی کے ایک ایک ٹکڑے کے لیے نفس کی کن کن ذلتوں کو برداشت کر رہا ہے حتی کہ حرام تک کے ارتکاب میں کوئی باک محسوس نہیں کرتا۔ میں نے جب اس آیت پر نظر ڈالی:۔

وَمَا مِنۡ دَآبَّةٍ فِی الۡاَرۡضِ اِلَّا عَلَی اللّٰہِ رِزۡقُھَا
اور زمین پر چلنے پھرنے والا کوئی ایسا نہیں ہے جس کی روزی اللہ تعالیٰ کے ذمہ نہ ہو۔

تو مجھ کو اس طرف سے یکسوئی ہوئی کیونکہ آخر میں بھی انھی چلنے پھرنے والوں میں سے ایک ہوں جن کی روزی کی ذمہ داری اللہ نے اٹھا رکھی ہے

میں نے حصولِ رزق کے جنون کو چھوڑا اور عبادات میں مشغول ہوگیا۔
اسی طرح انسان کی اس کمزوری پر میں نے غور کیا کہ ان میں سے ہر ایک فرد کسی نہ کسی مخلوق فانی پر تکیہ لگائے بیٹھا ہے۔ کسی کو اپنے مالِ تجارت پر تکیہ ہے۔ کسی کو اپنی صناعی پر بھروسہ ہے۔ کوئی صحتِ بدنی پر سہارا کیے بیٹھا ہے میں نے سوچا یہ سارے سہارے غلط ہیں... کیوں نہ اللہ ہی پر بھروسہ کیا جائے۔

وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ	اور جس نے اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کیا
فَهُوَ حَسْبُهٗ	وہ جان لے کہ وہ اس کے لیے کافی ہے

شقیق نے مسائل کی جب یہ تفصیل سُنی تو کہا کہ واقعی اللہ تعالیٰ نے تمھیں ان صحیح باتوں کے فہم کی توفیق عطا کی ہے۔ میں نے ان تمام علوم و معارف پر غور کیا ہے جو توراۃ و انجیل، زبور و قرآن میں موجود ہیں اور یہ دیکھا ہے کہ یہی آٹھ مسائل وہ مرکز و محور ہیں کہ پورا دین جن کے گرد گھومتا ہے۔

عالم کی حویلی

ان کے ایک شاگرد ابو عبداللہ الخواص کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ تین سو بیس آدمیوں کا ایک قافلہ حج کی نیت سے روانہ ہوا۔ ان کے پاس سوا صُوف کے جُبّوں کے جو یہ پہنے ہوئے تھے کچھ نہ تھا۔ اس بے سر و سامانی میں یہ گروہ رے کے ایک متقشف تاجر کے ہاں ٹھیرا جو مساکین اور درویشوں سے بڑی محبت رکھتا تھا۔ اس نے ان کی دعوت کی۔ جب صبح ہوئی تو اُس نے

حاتمؒ سے کہا کہ مجھے تو محمد بن مقاتل کی عیادت کو جانا ہے جو رے کے قاضی اور فقیہ ہیں آپ اگر مصروف ہوں تو اجازت دیجیے۔ حاتمؒ نے کہا میں اس ثواب سے کیوں محروم رہوں، مریض کی عیادت باعثِ فضیلت ہے اور فقیہ کو ایک نظر دیکھ لینا ہی عبادت ہے۔ میں بھی تمہارے ساتھ چلوں گا۔ چنانچہ ہم سب عیادت کے لیے فقیہِ رے کے مکان کی طرف روانہ ہوئے۔ کیا دیکھتے ہیں کہ ہمارے سامنے ایک بلند و بالا خوب صورت حویلی ہے۔ یہی وہ مکان تھا جہاں ہمیں جانا تھا۔ حاتمؒ سوچنے لگے کہ کیا ایک عالم کو اِس انداز کے مکان میں رہنا چاہیے —؟ جب اندر جانے کی اجازت ملی تو اور بھی تعجب ہوا۔ حویلی کیا تھی وسعت و نزہت کا ایک پیکرِ حسین۔ دروازوں پر پردے لٹکے ہوئے اور پوری پوری آرائش کا اہتمام۔ حاتمؒ کے فکر و تردد میں اور اضافہ ہوا۔ اس سے آگے بڑھے تو محمد بن مقاتل فقیہِ رے کو اس عالم میں پایا کہ نہایت عمدہ فرش پر استراحت فرما ہیں۔ ایک غلام سرہانے کھڑا پنکھا جھل رہا ہے تاجر سرہانے بیٹھ گیا اور اس نے خیریت پوچھی۔ حاتمؒ اس اثناء میں کھڑے اس صورتِ حال کا جائزہ لیتے رہے۔ ابن مقاتل نے اشاروں سے کہا بیٹھ جائیے۔ حاتمؒ نے کہا جی نہیں۔ اس نے کہا شاید آپ کچھ دریافت کرنا چاہتے ہیں۔ حاتمؒ نے اثبات میں جواب دیا تو اس نے اجازت دی۔

حاتم — آپ نے یہ علم کی دولت کن لوگوں سے حاصل کی؟

ابن مقاتل ـــ ثِقات سے۔
حاتم ـــ انہوں نے کس سے استفادہ کیا ؟
ابن مقاتل ـــ صحابہ رضؓ سے
حاتم ـــ اور صحابہ نے ؟
ابن مقاتل ـــ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے۔
حاتم ـــ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کس کے سامنے دامنِ طلب پھیلایا ؟
ابن مقاتل ـــ جبریل علیہ السلام کے سامنے۔
حاتم ـــ اور جبریل کا معلم کون ہے ؟
ابن مقاتل ـــ اللہ تعالےٰ۔

حاتمؒ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے جبریل کی طرف جو وحی کی اور انہوں نے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک جس امانتِ عزیز کو پہونچایا اور آنحضرتؐ کی وساطت سے جو دولت صحابہ رضؓ کی طرف منتقل ہوئی پھر صحابہؓ سے ثقات اور ثقات سے آپ تک پہونچی اس میں کہیں عالی شان مکان کا تذکرہ ملتا ہے جس میں یہ بالاخانے ہوں اور یہ وسعت اور پھیلاؤ ہو۔ ابن مقاتل نے کہا نہیں۔ حاتمؒ نے پوچھا اگر نہیں تو پھر آپ نے آنحضرتؐ سے کیا سنا؟ ابن مقاتل نے کہا میں نے سنا کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا کے معاملے میں زہد اختیار کیا اور اپنی توجہ کو آخرت ہی کی طرف مرکوز رکھا۔ نیز مساکین کے ساتھ محبت والفت کے ساتھ پیش آتے رہے

اور اس امر میں برابر کوشاں رہے کہ عقبیٰ میں اُن کا ایک درجہ اور رُتبہ قائم و محفوظ رہے۔ حاتمؒ نے اس پر کہا کہ جب آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کا یہ نقشہ تھا تو پھر آپ نے یہ کس کی پیروی اختیار کر رکھی ہے آں حضرتؐ کی یا فرعون و نمرود کی جس نے پہلے پہل پکے مکانوں کی بنیاد ڈالی۔

اے علمائے سُوء! جب دنیا کا ایک حریص اور جاہل یہ دیکھتا ہے کہ ایک عالم کی زندگی کا یہ ٹھاٹھ ہے تو اس کے دل میں یہ خواہش چٹکیاں لیتی ہے کہ میں اس شر میں اس سے بڑھ چڑھ کر کیوں حصہ نہ لوں؟

یہ کہا اور ابن مقاتل کے مکان سے باہر نکل آئے۔

انہی کا ایک اور واقعہ سنیے۔ اس سے علمائے حق کے بارے میں جو صحیح تصور ہے اس کے سمجھنے میں مدد ملے گی۔ یہ حضرت مدینہ منورہ پہنچے تو لوگوں نے ان کے استقبال میں بڑی گرم جوشی دکھائی۔ انہوں نے کمال سادگی سے پوچھا:

یہ کون سا شہر ہے؟

لوگوں نے جواب دیا مدینۃ الرسولؐ ہے۔

آپ نے فرمایا آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا محل کہاں ہے میں ہاں نماز ادا کرنا چاہتا ہوں۔

لوگ ــــ آں حضرتؐ کا محل؟ آں حضرتؐ کا محل کہاں تھا وہ تو ایک چھوٹے سے گھر میں رہتے تھے جو زمین سے بس کچھ ہی اونچا ہوگا۔

آپ بولے اچھا، اُن کا محل نہیں تھا؟ تو اُن کے صحابہ کے محلات و قصور کا ہی کچھ اتا پتا دو؟

لوگ بولے اُن کے بھی محل اور قصور کہاں تھے۔ وہ بھی تو ایسے ہی چھوٹے چھوٹے گھروں میں رہتے تھے جو زمین سے ملے ہوئے اور بچھے ہوئے تھے۔

آپ نے کہا۔۔ اگر یہ بات ہے تو یہ شہر جس میں اتنے اونچے اونچے محل اور مکانات موجود ہیں ــــ فرعون کا شہر ہو تو ہو مدینۃ الرسولؐ ہرگز نہیں ہو سکتا۔

افکار غزالیؒ ۳۰۷ تا ۳۱۴

ایثار

ایثار سخاوت سے بہت اونچے درجہ کا نام ہے۔ اگر کوئی شخص اپنی ضرورت کی چیز کو اپنے پاس رکھتے ہوئے باقی جو کچھ بھی ہو وہ ضرورت مندوں میں تقسیم کر دے تو اس شخص کا یہ فعل سخاوت کہلائے گا۔ لیکن اگر ایک شخص اپنی عین ضرورت کی چیز بھی دوسرے ضرورتمند کو دے دیتا ہے تو اس کے اس فعل کو ایثار کا نام دیا جائے گا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں مہمان آیا۔ اس وقت گھر میں کوئی چیز نہ تھی۔ ایک انصاری آیا اور اس مہمان کو اپنے گھر لے گیا۔ اتفاقاً وہاں بھی کھانا تھوڑا تھا۔ چراغ بجھا دیا اور کھانا اس کے آگے رکھ دیا۔ خود بھی ہاتھ اور منہ کو حرکت دیتا تھا مگر کھاتا نہ تھا تاکہ مہمان سیر ہو کر کھالے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تمہارے خلق و سخاوت سے متعجب تھا اور یہ آیت نازل ہوئی :-

وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ

حسنؒ انطاکی مشائخ کبار میں سے تھے۔ چند اصحاب آپ کے گرد جمع ہو گئے۔ روٹی کافی نہ تھی جو کچھ تھا ٹکڑے کیا اور سب کے آگے رکھ دیا اور چراغ بجھا کر دستر خوان پر بیٹھ گئے۔ جب چراغ روشن ہوا تو روٹی ویسی ہی موجود تھی کسی نے بھی ایثار کی وجہ سے نہ کھائی۔

حضرت حذیفہ عدوی رضؓ کہتے ہیں کہ جنگ یرموک میں بہت سی مخلوق

شہید ہو گئی۔ میں نے پانی لیا اور اپنے چچازاد بھائی کی تلاش کی۔ اس کو ڈھونڈ لیا۔ قریب المرگ تھا۔ میں نے کہا پانی چاہتا ہے؟ کہا ہاں۔ پھر آہ کر کے اشارہ کیا کہ پہلے اُس کے پاس لے جاؤ۔ وہ ہشام بن العاص رض تھا اور لبِ جاں تھا۔ اس نے آہ کر کے کہا کہ پہلے اس کو (ایک تیسرے زخمی کی طرف اشارہ کر کے) دو۔ میں اُس کے پاس گیا وہ جاں بحق ہو چکا تھا۔ پھر ہشام کے پاس آیا وہ بھی شہید تھا۔ وہاں سے اپنے چچازاد بھائی کے پاس آیا تو وہ بھی شہید ہو چکا تھا۔

کہتے ہیں بشر حافی رح کی طرح کوئی شخص دنیا سے رخصت نہیں ہوا جاں کنی کے وقت ایک سائل آیا اور کوئی چیز چاہی۔ اس وقت آپ کے پاس پہنے ہوئے پیراہن کے سوا کوئی چیز نہ تھی۔ چنانچہ اسے کھینچا اور سائل کے حوالے کیا اور ایک کپڑا عاریۃً لے کر جاں بحق ہو گئے ۔۔۔

اکسیر ہدایت، ص ۳۹۴ تا ۳۹۶

حکایت ۔بنی اسرائیل میں ایک عابد نے چار سو سال تک عبادت کی۔ چار سو سال کے بعد ایک روز عرض کیا خداوندا! تو اگر یہ پہاڑ نہ بناتا تو لوگوں کو اس ملک سے اس ملک تک آنے جانے کے اندر رُکاوٹ پیدا نہ ہوتی۔ ان پہاڑوں کی وجہ سے لوگ آزادی کے ساتھ زمین میں چل پھر نہیں سکتے۔ اللہ تعالیٰ نے اسی وقت اس زمانے کے پیغمبر کو حکم دیا کہ اس عابد سے کہو کہ ہمارے ملک اور ہمارے کام میں تُو دخل دینے والا کون ہوتا ہے۔ ہم تیرا نام نیک بختوں کے دفتر سے کاٹ کر بدبختوں

کے دفتر میں درج کیے دیتے ہیں۔ یہ سن کر وہ عابد بہت خوش ہوا اور ادائگیِ شکر کے لیے فی الفور سجدے میں گر پڑا۔ پیغمبر نے فرمایا بھلے آدمی! خدا کے قہر اور اپنی بدبختی پر سجدۂ شکر کیوں ادا کرتا ہے۔ درویش نے کہا میرا سجدۂ شکر قہر خداوندی اور اپنی بدبختی پر نہیں ہے بلکہ اس بات پر ہے کہ خدائے تعالیٰ کے نزدیک میں اس کے محبوبوں اور عابدوں میں شمار تو ہوتا تھا۔ حضرت! میری ایک حاجت بارگاہِ الٰہی میں ضرور پہونچا دینا۔ اور وہ یہ ہے کہ الٰہی! جب تو نے مجھے دوزخ میں بھیجنے کا فیصلہ فرمالیا ہے تو تمام گناہ گاروں کے گناہوں کا عذاب مجھ ہی پر ڈال دینا۔ ان سب کی نجات اور بخشش فرما کر انھیں جنت میں بھیج دینا۔ اللہ تعالےٰ کی بارگاہِ عالی میں جب پیغمبر نے اُس کی یہ درخواست پیش کی تو خدا تعالیٰ نے فرمایا ہمارے بندے سے کہدو تیرا یہ امتحان تیری توہین وتذلیل کے لیے نہ تھا بلکہ تجھ پر اپنی مزید کرم فرمائی کے لیے تھا۔ اب قیامت کے دن تُو جس جس کی بھی شفاعت کرے گا ہم اُن سب کو بہشت میں داخل کریں گے۔ تیری وفاداری اور جذبۂ ایثار کا ہم پورا پورا احترام کرتے ہیں۔ ک م ۱۹۲

حکایت۔ حضرت احمد سرخسیؒ سے پوچھا گیا، آپ کے درویشی اختیار کرنے کا کیا سبب ہوا؟ فرمایا ایک مرتبہ میں سرخس کے جنگل میں اونٹ لے گیا اور کچھ عرصہ تک میرا قیام وہیں رہا۔ جب تک میں اس جنگل میں رہا ایثار کی فضیلت پر اعتقاد کرتے ہوئے اپنی روٹی

دوسرے غربا کو دے دیتا تھا اور خود بھوکا رہتا تھا۔ ایک روز ایک بھوکے شیر نے میرے اونٹ پر حملہ کر کے اُس کو مار ڈالا اور خود ایک ٹیلے پر چڑھ کر دہاڑا۔ اس کی آواز سنتے ہی تمام درندے نکل آئے۔ جب وہ آگئے تو شیر نیچے اُترا اور اونٹ کو پھاڑ ڈالا اور خود اس میں سے کچھ کھائے بغیر ٹیلے پر چلا گیا۔ اس اونٹ کو سب درندوں نے کھایا اور پیٹ بھر کر واپس چلے گئے اب شیر نیچے اُترا کہ خود بھی اس میں سے کچھ کھائے۔ اس وقت ایک لنگڑی لومڑی اس نے دور سے آتی ہوئی دیکھی۔ اس کو دیکھ کر اب پھر شیر بغیر کھائے واپس چلا گیا تاکہ لومڑی اطمینان کے ساتھ اپنا پیٹ بھرلے۔ جب لومڑی سیر ہو کر واپس چلی گئی تو اب شیر آیا اور اس نے گوشت کھایا۔ میں دور سے چھپا ہوا یہ سب ماجرا دیکھ رہا تھا۔ شیر میرے پاس سے گذرا اس کو اللہ تعالیٰ نے گویائی دی اس نے مجھ سے کہا اے احمد! کھانے پینے کی چیزوں میں لقموں کا ایثار درندوں، ادنیٰ جانوروں اور کتوں کا معمول ہے۔ انسان کی جواں مردی تو یہ ہے کہ اپنے بنی نوع کی فلاح کے لیے اپنی جان تک قربان کر دے۔ جب سے یہ ماجرا میں نے دیکھا میں دنیا کے معاملات چھوڑ کر اپنی زندگی عبادت، ذکرِ الٰہی اور انسانی خدمت کے لیے وقف کیے ہوئے ہوں اور یہی میری درویشی کی ابتدا ہے۔ ک ۱۹۳ م

حضرت ابوالحسن نوری رح۔ حضرت کو نوری اس لیے کہتے ہیں کہ آپ اندھیری کوٹھڑی میں جب کلام کرتے تو آپ کے باطنی نور سے

گھر روشن ہوجاتا اور نورِ حق کے ذریعہ سے آپ مریدوں کے رازوں پر اطلاع پا لیتے تھے۔ یہاں تک کہ حضرت جنیدؒ فرمایا کرتے تھے ——
ابوالحسن دلوں کا جاسوس ہے۔

حضرت ابوجعفر خالدیؒ فرماتے ہیں۔ ایک روز ابوالحسن نوری خلوت میں مناجات کرتے تھے۔ میں چپکے سے آپ کی مناجات سننے کے لیے آپ کے قریب گیا۔ سُنا، تو آپ عرض کر رہے تھے خداوندا! تو اہلِ دوزخ کو عذاب فرمائے گا، حالانکہ وہ تیری مشیت، علم اور قدرت سے پیدا ہوئے ہیں۔ اگر تجھے دوزخ کو بھرنا ہی ہے تو تمام لوگوں کی بجائے مجھ اکیلے سے ہی اس کو بھر دے اور ان سب کو بہشت میں بھیج دے۔ حضرت ابوجعفرؒ فرماتے ہیں میں یہ سُن کر بہت حیران ہوا۔ میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک صدائے لاہوتی مجھ سے کہتی ہے ابوالحسن سے کہہ دو ہم نے بندگانِ خدا پر اس شفقت کی بدولت تجھے بخش دیا۔

ایثار کا سب سے بلند و بالا مظہر جہاد فی سبیل اللہ ہے چونکہ اس میں اللہ کے کلمے کو بلند کرنے کے لیے اپنی جان کی قربانی دی جاتی ہے اور مخلص مجاہدین اپنی جانوں کا ایثار کر کے حق و صداقت کی عظیم ترین خدمت انجام دیتے ہیں۔

ریاضت و مجاہدہ

حضرت سہل تستری ؒ نے اپنے ایک مرید کو تعلیم فرمائی آج پورا دن اپنی زبان سے کوئی بات نہ نکال صرف یا اللہ یا اللہ کہتا رہ۔ اس نے تعمیل کی۔ دوسرے دن پھر یہی تعلیم فرمائی۔ تیسرے روز بھی یہی تعلیم فرمائی حتیٰ کہ اس کو یا اللہ کہنے کی مستقل عادت ہوگئی۔ پھر فرمایا اب تین راتیں بھی اس ذکر کا التزام کر کہ تیری زبان سے سوائے یا اللہ یا اللہ کے کوئی اور لفظ نہ نکلے۔ اگر تو اپنے کو خواب میں بھی پائے تو بھی یہی ذکر کر۔ اس مرید نے ایسا ہی کیا اور ہمہ وقت ذاتِ الٰہی کی یاد میں محو و مستغرق رہتا۔ ایک دفعہ حالتِ استغراق میں اپنے مکان میں بیٹھا ہوا تھا کہ ہوا سے ایک لکڑی گر کر اس کے سر پر لگی اور سر پھٹنے سے چند خون کے قطرے زمین پر گر پڑے جن سے اللہ اللہ کی آواز آرہی تھی۔ کم ۱۹۴

یہی حضرت تستری رح فرماتے ہیں کہ میں تین سال کا تھا جب شام کو اپنے ماموں محمد بن موار کو نماز پڑھتے دیکھا کرتا تھا انہوں نے مجھے کہا اے بیٹا! جس خدا نے تجھے پیدا کیا ہے تو اس کو یاد نہیں کرتا۔ میں نے کہا کس طرح یاد کروں؟ کہا جب شام کو بسترِ خواب پر جائے تو تین بار دل سے کہہ (نہ کہ زبان سے) کہ خدا میرے ساتھ ہے۔ خدا مجھے دیکھتا ہے۔ خدا میری طرف دیکھتا ہے۔ میں نے چند راتیں ایسا کیا۔ پھر انہوں نے کہا ہر رات کو سات مرتبہ اس طرح سے کہا کرو۔ پھر کہا کہ اب

ہر رات گیارہ مرتبہ کہا کرو۔ میں ایسا ہی کہتا رہا۔ پس اس کی حلاوت میرے دل میں سرایت کر گئی۔ جب ایک سال گزر گیا تو مجھے کہا کہ جو کچھ میں نے تمھیں بتایا ہے اسے ساری عمر یاد رکھنا۔ تاکہ جب تجھے قبر میں رکھا جائے تو دنیا و آخرت میں یہ تیرا دستگیر ہو۔ میں کئی سال یہ کہتا رہا حتیٰ کہ اس کی حلاوت میرے دماغ میں پیدا ہوئی۔ پھر ایک دن مجھے کہا کہ جس شخص کے ساتھ اللہ تعالےٰ ہوتا ہے اس کو دیکھتا ہے اور اس کی طرف دیکھتا ہے وہ کوئی معصیت نہیں کیا کرتا۔ خبردار! کوئی گناہ نہ کرنا کہ وہ تجھے دیکھتا ہے۔ پھر مجھے معلم کے پاس بھیج دیا۔ اور میرا دل پراگندہ ہوتا تھا ہر روز ایک گھڑی کے لیے مجھے بھیجا کرتے تھے حتیٰ کہ میں نے قرآن شریف پڑھ لیا اور سات سال کا ہو گیا۔ جب میں دس سال کا ہوا تو ہمیشہ روزہ رکھتا اور جَو کی روٹی کھایا کرتا تھا حتیٰ کہ میں بارہ سال کا ہو گیا۔ تیرھویں سال میرے دل میں ایک سوال پیدا ہوا میں نے کہا کہ مجھے عبادان بھیج دیجیے تاکہ وہ سوال دریافت کروں۔ میں چلا گیا۔ وہاں تمام علماء سے دریافت کیا لیکن انھوں نے یہ مسئلہ حل نہ کیا۔ مجھے عبادان میں ایک آدمی کا پتہ دیا گیا۔ میں وہاں گیا اور اُس نے حل کر دیا۔ میں ایک مدت اس کے پاس رہا۔ پھر میں تستر واپس آ گیا۔ ایک درم چاندی کے جَو خریدے جَو کی روٹی سے بغیر سالن کے روزہ کھولتا۔ سال بھر ایک درم چاندی پر بسر کرتا۔ پھر میں نے ارادہ کیا کہ تین رات تک کچھ نہ کھاؤں۔ میں اس پر قادر ہو گیا۔ پھر میں پانچ دن تک پہونچ گیا۔ پھر سات روز حتیٰ کہ پچیس

دن تک پہونچ گیا اور کچھ نہ کھایا۔ بیس سال تک اس حالت پر صبر کیا۔ تمام رات جاگا کیا۔ یہ حکایت اس لیے بیان کی گئی ہے تاکہ معلوم ہو کہ جو کام اہم ہوتا ہے اُس کا بیج بچپن ہی میں ڈالا جاتا ہے۔ اکسیر ہدایت ص۳۱۸

حضرت داؤد علیہ السلام کو وحی آئی کہ اے داؤد! اپنے نفس کی مخالفت کر کیونکہ میری دوستی اس کی مخالفت میں ہے۔

حضرت سید علی ہجویری ؒ فرماتے ہیں محققین کے نزدیک انسان تین معنوں سے مرکب ہے (۱) روح (۲) نفس (۳) جسم۔ ہر عین یعنی جوہر کے لیے ایک عرض یعنی صفت ہوتی ہے جس سے وہ قائم ہوتا ہے۔ پس روح ایک جوہر ہے اس کے لیے عقل عرض ہے۔ نفس ایک جوہر ہے۔ اس کے لیے خواہشات اور ہوس عرض ہے۔ جسم ایک جوہر ہے اور اُس کے لیے حس عرض ہے۔ اور انسان عجائبات دہر کا مظہر ہے۔ دونوں جہان کے معنوی کمالات انسان کی ذات میں نمایاں ہوئے ہیں۔ اِس جہان کی چیزیں اس میں مٹی، آگ، پانی، ہوا وغیرہ ہیں۔ جن کے اثرات بلغم، خون حرارت، برودت، صفرا، و سودا، وغیرہ ہیں۔ اور اُس جہان کے نشانات جنت و دوزخ ہیں۔ میدان حشر اور برزخ ہے۔ پھر روح بسبب لطافت و پاکیزگی بمنزلہ بہشت کے ہے اور نفس بسبب آفت و وحشت بمنزلہ دوزخ کے ہے۔ جسم بمنزلہ میدان حشر اور برزخ کے ہے۔ خوبی ان ہر دو صفات کی قہر و محبت ہے۔ چنانچہ بہشت خدا کی رضا، و محبت کی تاثیر ہے اور دوزخ اس کے قہر و غضب کا نتیجہ ہے۔ مومن کی روح معرفت الٰہی سے

روشن ہے اور اس کا نفس حجاب و گمراہی ہے۔ جب تک مومن قیامت کے دن دوزخ سے نجات نہ پالے گا نہ بہشت میں داخل ہوگا نہ اللہ تعالیٰ کا دیدار نصیب ہوگا۔ پس جس شخص نے دنیا میں روح کے تقاضوں کو پہچانا، غیراللہ سے منہ موڑا اور شریعت کے پل صراط پر قائم رہا قیامت میں وہ شخص دوزخ کے عذاب اور پل صراط کی سختی سے بچ جائے گا اور تزکیۂ روح کے باعث جنت کے بلند درجات پائے گا۔ مومن کی روح بہشت کی طرف رہ نمائی کرنے والی ہے اور انسان کا نفس اس کو دوزخ کی طرف بلانے والا ہے کیونکہ روح جنت سے تعلق رکھتی ہے اور نفس دوزخ سے تعلق رکھنے والا ہے۔ ک م ۱۹۶

سب مجاہدوں سے افضل ترین مجاہدہ یہی ہے کہ اپنے ظاہری اقوال و آداب کو باطن کے مطابق ڈھالا جائے اور قول و فعل میں کسی قسم کا تضاد نہ ہو۔

حضرت سہیلؒ فرماتے ہیں کہ انبیاء علیہم السلام پر درود شریف پڑھنا قانونِ شریعت کی اطاعت اور جملہ احکامِ الٰہیہ کی تعمیل کا نام، مجاہدہ ہے۔

مجاہدہ کی افادیت

(۱) ایک وحشی اور سرکش گھوڑا ریاضت کرانے کے بعد حیوانوں کی صفت چھوڑ کر آدمیوں کی صفت میں آجاتا ہے۔ اس میں وحشت کی بجائے محبت اور سرکشی کی بجائے اطاعت آجاتی ہے۔

(۲) کُتا ایک پلید جانور ہے۔ لیکن شکار کی تعلیم میں اس کا مجاہدہ اُس کو اس حد تک پہونچا دیتا ہے کہ اس کا مارا ہوا شکار حلال ہو جاتا ہے۔

(۳) چھوٹے بچے اگر عجمی ہوں اور عربی اُن کی مادری یا ملکی زبان نہ ہو، مستقل ریاضت اور محنت سے وہ عربی زبان بہت اچھی طرح سیکھ جاتے ہیں۔

پس تمام شریعت کا مدار مجاہدہ پر ہے۔ چنانچہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم فطرۃً معصوم مطلق تھے، ہمہ وقت قربِ الٰہی حاصل کیے ہوئے تھے، گناہوں سے محفوظ و مُبرا تھے۔ اور عاقبت کی تمام سعادتوں سے یقینی طور پر مشرف تھے لیکن بایں ہمہ حضورؐ اتنا مجاہدہ فرماتے تھے کہ جسے معلوم کر کے حیرت و تعجب کی کوئی انتہا نہیں رہتی۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ذکر و عبادت کے لیے بھوکے رہتے، راتوں کو بیداری اختیار فرماتے اور وصال کے روزے رکھتے تھے۔ یہاں تک کہ اس کثرتِ ریاضت و مشقت پر حق تعالٰی آپؐ کو بار بار تلقین فرماتے کہ آپ عبادت میں تخفیف کریں، اپنی صحت و تن درستی کے قیام کے لیے آرام بھی کریں۔ اور اپنی جان پر ناقابلِ برداشت بوجھ نہ ڈالیں۔

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے تیرا بدترین دشمن تیرا نفس ہے جو تیرے دونوں پہلوؤں کے درمیان ہے۔

بزرگوں نے فرمایا ہے کہ نفس بھونکنے والا کتا ہے۔ اور ریاضت

کے ذریعے اس کی وحشت پر قابو پالینا عین ممکن ہے۔

امام غزالیؒ فرماتے ہیں کہ جب نفس ناز و نعمت کا خوگر ہو جاتا ہے تو دنیا کے مباحات کو دوست رکھتا ہے دل کو اُن کی طرف متوجہ کرتا ہے۔ دنیا ہی اس کی بہشت ہو جاتی ہے اور موت اس پر دشوار ہو جاتی ہے۔ سرگشتگی اور غفلت دل میں پیدا ہو جاتی ہے یہاں تک کہ ذکر و مناجات میں وہ کوئی لذت نہیں پاتا۔ جب مباح کی خواہش اس کے دل سے روکی جاتی ہے تو شکستہ اور رنجور ہو جاتا ہے۔ دنیا سے نفرت ہو جاتی ہے۔ آخرت کی نعمتوں کا شوق اس میں پیدا ہو جاتا ہے اور حُزن و شکستگی کی حالت میں ایک ہی تسبیح دل پر ایسا اثر کرتی ہے کہ خوشی اور مسرت کی حالت میں سَو تسبیح بھی وہ اثر نہیں کرتیں۔ نفس کی مثال ایک باز کی سی ہے جس کی اس طرح تادیب کرتے ہیں کہ اس کو گھر میں رکھتے ہیں اس کی آنکھیں سی دیتے ہیں تاکہ اس کی پُرانی عادت جاتی رہے۔ پھر اسے تھوڑا تھوڑا گوشت دیتے ہیں تاکہ مالک سے الفت کرے اور اس کا مطیع ہو۔ اسی طرح نفس کو بھی اللہ تعالیٰ سے اُنس پیدا نہیں ہوتا جب تک کہ اس کو تمام عادتوں سے نہ روکا جائے اور آنکھ اور زبان کے راستے بند نہ کیے جائیں اور گوشہ نشینی، بھوک، خاموشی اور بے خوابی کی ریاضت نہ کرائی جائے۔ اور یہ ابتدا میں اسی طرح دشوار ہوتا ہے جس طرح بچے کا دودھ چھڑانا۔ لیکن اس کے بعد جب اس کو جبر کے ساتھ بھی دودھ دینے کی کوشش کی جائے تو پھر بھی وہ نہیں پیتا۔ ہر شخص کی ریاضت یہی ہے کہ

جس چیز سے وہ خوش ہوتا ہے اُسے ترک کر دے اور جو چیز اُس پر زیادہ غالب ہے اس کے خلاف کرے۔ مثلاً جس شخص کی خوشی جاہ و حشمت میں ہو اسے ترک کر دے۔ جس کی خوشی مال میں ہو چاہیے کہ وہ اُسے فوراً خرچ کر دے۔ ایسا ہی جس کی آرام گاہ اللہ تعالےٰ کی محبت کے سوا ہو اس کو جبراً اپنے آپ سے علیحدہ کر دے جو کچھ اسے موت کے وقت چھوڑنا ہے اُسے اپنے اختیار و ارادہ کے ساتھ ابھی سے چھوڑ دے۔ اللہ تعالیٰ اس کا رفیق ہوگا۔ جیسا کہ داؤد علیہ السلام کو وحی ہوئی کہ اے داؤد! میں تیرا رفیق ہوں تُو بھی میرا رفیق ہو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جبرئیل علیہ السلام نے میرے اندر یہ بات پھُونک دی کہ اَحْبِب مَا احببت فانك مفارقة یعنی دنیا کی جس چیز کو چاہے دوست رکھ لیکن آخر کار تو ان کو چھوڑنے والا ہے۔

اکسیر ہدایت ص ۳۱۴

خواہش وہوس

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے کسی شخص کے لیے دنیا سے زیادہ دشمن کوئی چیز نہیں پیدا کی ہے۔ جب سے اس کو پیدا کیا ہے اس پر نظر نہیں کی۔ اور فرمایا کہ دنیا بے سر لوگوں کی سرائے ہے اور بے مال لوگوں کا مال ہے۔ یہاں جمع وہی شخص کرتا ہے جس میں عقل نہیں ہے اور اس کی تلاش میں کوشش وہ شخص کرتا ہے جو بے عقل ہے اور اس پر حسد وہ کرتا ہے جو بے فقہ اور بے یقین ہے۔ اور فرمایا کہ جو شخص صبح اٹھے اور اس کی ہمت دنیا کی طرف ہو وہ خدا کے مردوں میں سے نہیں ہے۔ دوزخ اُس کے لیے ہے اور چار خصلتیں اس کے دل کی ملازم ہوتی ہیں۔ غم جو ہرگز قطع نہیں ہوتا۔ شغل جس سے وہ کبھی فارغ نہیں ہوتا — درویشی¹ جس سے تونگر نہ ہوسکے گا۔ اور امید جس کی نہایت کو نہ پہونچے گا۔

حضرت ابوہریرہ رضہ کہتے ہیں کہ ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تو چاہتا ہے کہ ساری دنیا تجھ پر ظاہر ہو۔ چنانچہ میرا ہاتھ پکڑا اور ایک ڈلاؤ² پر لے گئے کہ اُس میں لوگوں کے سروں کی ہڈیاں، گوسفند، چیتھڑے اور لوگوں کی گندگی تھی۔ فرمایا اے ابوہریرہؓ! یہ سر تمھارے سروں کی طرح ہوس و حرص سے بھرے ہوئے تھے اور

---

¹ تنگ دستی ۱۲ ² گوڑی جہاں کوڑا ڈالا جاتا ہے ۱۲

آج بغیر پوست کے ہڈیاں ہیں جو جلد ہی خاک ہو جائیں گی۔ اور یہ گندگی رنگا رنگ کے کھانے ہیں جو انہوں نے بڑی کوشش سے حاصل کیے لیکن اب انھیں ایسا پھینکا کہ سب اس سے بھاگتے ہیں۔ اور یہ چیتھڑے اُن کے شاندار لباس ہیں جو اب ہوا میں اِدھر سے اُدھر اُڑتے پھرتے ہیں۔ اور یہ ہڈیاں اُن جانوروں اور گھوڑوں کی ہیں جن کی پیٹھ پر وہ دنیا کا سفر کرتے تھے۔ یہ ہے ساری دنیا۔ جو شخص چاہے کہ دنیا پر روئے اُسے کہہ دو کہ روئے۔ یہ رونے کی جگہ ہے۔ پس جو شخص حاضر تھا رو دیا۔

اور حضور اکرم صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو دنیا کی رغبت کرے اور اس کی زیادہ امید رکھے اللہ تعالٰے اُسی قدر اس کے دل کو اندھا کر دیتا ہے۔ اور جو دنیا میں زاہدانہ حیثیت سے رہ کر اس کی کم تر امید رکھے اللہ تعالیٰ اُس کو کسی کے سکھائے بغیر علم عطا کرتا ہے اور بغیر دلیل کے اس کو راستہ دکھاتا ہے۔

حضرت عیسٰی علیہ السلام نے اپنے حواریوں سے فرمایا کہ دنیا اور آخرت ایک دوسرے کی ضد ہیں۔ جس قدر تو ایک کو خوش کرے گا دوسری ناراض ہوگی۔ میں دنیا کو تمہارے سامنے مٹی میں ملاتا ہوں اسکو پکڑنے کی پھر کوشش نہ کرنا۔ دنیا کی ایک پلیدی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا گناہ اس کے بغیر نہیں ہوتا۔ اور دوسری یہ کہ اس کو ترک کیے بغیر آخرت کی بھلائی نہیں ملتی۔ پس دنیا سے باہر ہو جاؤ اور اس کی تعمیر میں مشغول نہ ہو اور یہ جان لو کہ تمام گناہوں کا راز دنیا کی دوستی اور اس کی خواہش

ہے۔ اور اس کا نتیجہ بے انداز غم ہے جس طرح پانی اور آگ ایک جگہ قرار نہیں پکڑتے اسی طرح دنیا اور آخرت کی دوستی ایک دل میں جمع نہیں ہوتی۔ فرمایا کہ تھوڑی سی دنیا پر دین کی سلامتی کے لیے قانع رہو جیسا کہ دوسروں نے دنیا کی سلامتی کے لیے تھوڑے سے دین پر قناعت کی ہے اور فرمایا کہ جو کمینے لوگ ثواب کمانے کے لیے دنیا کی تلاش کرتے ہیں، اگر دنیا سے دست بردار ہو جائیں تو بہت ثواب پائیں۔

ایک حکیم کہتا ہے کہ دنیا سے جو کچھ تجھے دیں تو سمجھ لے کہ تجھ سے پہلوں کو بھی دیا گیا اور تیرے بعد آنے والوں کو بھی دیا جائے گا۔ پھر تو کیوں اس پر دل لگاتا ہے۔ صبح و شام تیرا حصہ دنیا میں کھانے پینے کے سوا کچھ نہیں ہے اس لیے تو اپنے آپ کو ہلاک نہ کر اور دنیا سے ہمہ تن علیحدگی اختیار کر، تاکہ آخرت کے لیے آسانی ہو۔ کیونکہ دنیا کا سرمایہ خواہشات ہیں اور ان کا منافع دوزخ ہے۔

کسی نے ابو حازم رضؓ سے پوچھا کہ دنیا کی دوستی کو کس طرح اپنے دل سے نکالوں؟ کہا تو جو کچھ دنیا سے حاصل کرے وہ حلال کی کمائی سے ہو اور ایسی جگہ رہ کہ اس کی دوستی تجھے کچھ نقصان نہ دے۔ یہ بات حقیقت میں اس لیے کہی گئی ہے کہ جب وہ ایسا کرے گا دنیا خود بخود اس پر مکدر ہو جائے گی اور وہ اس سے ناخوش ہو گا۔

حسن بصریؒ کہتے ہیں کہ دنیا سے کوئی شخص نہیں جاتا کہ موت کے وقت تین حسرتیں اس کی گلوگیر نہ ہوں:-

ہائے جو کچھ جمع کیا اس سے متمتع نہ ہو سکا۔
ہائے اپنی امیدوں کو نہ پا سکا
ہائے آخرت کا کام ٹھیک و درست طور پر نہ کیا۔

— ابراہیم ادہمؒ نے ایک شخص سے کہا تجھے خواب میں ایک درہم پیارا ہے یا بیداری میں ایک دینار؟ اس نے کہا بیداری میں ایک دینار۔ کہا تو جھوٹ کہتا ہے۔ دنیا خواب ہے اور آخرت بیداری ہے اور جو کچھ دنیا میں ہے اسے تو زیادہ دوست رکھتا ہے۔

یحییٰ بن معاذؒ کہتے ہیں کہ دانا وہ ہے جو تین باتوں پر عمل کرتا ہے:۔
(۱) دنیا سے ہاتھ کھینچتا ہے۔ اس سے پہلے کہ دنیا اُس سے ہاتھ کھینچ لے۔
(۲) قبر میں جانے سے پہلے اس کی تعمیر کرتا ہے۔
(۳) اللہ تعالےٰ کو اس کے دیکھنے سے پہلے خوش کرتا ہے۔

اکسیر ہدایت ۳۷۳ تا ۳۷۸

حضرت گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں جس شخص کے تمام اعمال خواہشات وہوس کے تابع ہوں اور وہ نفس کی پیروی پر راضی ہو، وہ خدا سے دور رہے گا اگرچہ وہ فرائض کا پابند ہی کیوں نہ ہو — اور جس نے اپنی خواہشات کو رب واحد کی رضا کے تحت رکھا وہ سچا موحّد ہے۔

— حضرت ابراہیم خواصؒ فرماتے ہیں کہ میں نے سُنا روم میں ایک راہب ستّر سال سے راہبانہ زندگی بسر کر رہا ہے۔ اور ابھی تک

گرجا میں گوشہ نشین ہے۔ میں نے کہا تعجب ہے۔ رہبانیت کا زیادہ سے زیادہ عرصہ تو چالیس برس کا ہوتا ہے۔ یہ شخص کس قاعدے کی رُو سے اتنے عرصہ سے گوشہ نشین ہے۔ میں نے اس کی ملاقات کا ارادہ کیا۔ جب اس کے گرجا کے قریب گیا تو اس نے کھڑکی کھولی اور بولا ابراہیم خواص! مجھے معلوم ہے تو یہاں کس نیت سے آیا ہے۔ میں اس جگہ یہاں راہب بن کر نہیں بیٹھا ہوں بلکہ میں ایک کُتا حرص و ہوس کا رکھتا ہوں جس کو باندھے اور قابو کیے ہوئے اس گرجا میں الگ تھلگ بیٹھا ہوں تاکہ خدا کی مخلوق اس کے شر اور ایذا سے محفوظ رہے۔ جب میں نے اس کا کلام سُنا تو عرض کیا الٰہی! تو نے دوسرے مذاہب میں بھی کیسے سمجھ دار آدمی پیدا کیے ہیں جن کے افعال حکمت و کرامت سے معمور ہیں۔ اس نے مجھ کو پھر کہا ابراہیم! تو حق و صداقت کی تلاش میں کتنے آدمیوں کو دیکھتا اور ٹٹولتا پھرے گا۔ جا پہلے اپنے آپ کو ڈھونڈھ اور اپنے ازلی باطن کی تلاش اور جستجو کر جب تو اپنے آپ کو پالے تو پھر انتہائی احتیاط سے اپنے آپ کی حفاظت کر۔

انسان کی ہوس اُسے گمراہ کرنے کے لیے ہر روز تین سو ساٹھ قسم کے رُوپ بدلتی ہے اور بندہ کو راہِ راست سے ہٹا کر نفس کی غلامی میں مبتلا کرتی ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ جب تک انسان احکامِ الٰہی کا احترام کرتا ہے اور ان کا مطیع رہتا ہے اس کا نفس اس پر غلبہ نہیں پا سکتا۔ لیکن جب

وہ ہوس، خواہشات اور لذّات کی پیروی اختیار کر کے راہِ حق کو نظر انداز کر دیتا ہے شیطان اس پر حاوی ہو جاتا ہے — اور وساوس شیطان ہی کی ترغیبات کو کہتے ہیں۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضؓ — آخری مرتبہ بیمار ہوئے تو عیادت کے لیے خلیفۂ وقت حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ تشریف لائے۔ حضرت عثمان رضؓ نے فرمایا تمھیں کیا شکایت ہے؟ حضرت عبداللہ رضؓ نے جواب دیا گناہوں کی۔ حضرت عثمان رضؓ نے پوچھا۔ اچھا کیا چاہتے ہو اور کس چیز کو تمھارا دل چاہتا ہے؟ فرمایا اپنے رب کی رحمت چاہتا ہوں حضرت عثمان رضؓ نے فرمایا تمھارے لیے کوئی طبیب مقرر کر دوں؟ حضرت عبداللہ رضؓ نے کہا طبیب ہی (اللہ) نے تو مجھے بیمار کیا ہے۔ حضرت عثمان رضؓ نے فرمایا تمھارے لیے خزانے سے کچھ روپیہ دینے کا فرمان لکھ دوں؟ حضرت عبداللہ رضؓ نے فرمایا مجھے اس کی ضرورت نہیں۔ حضرت عثمان رضؓ نے فرمایا کیا حرج ہے تمھارے بعد تمھاری بچیوں کے کام آئے گا۔ حضرت عبداللہ رضؓ نے فرمایا عثمان! تم کو اندیشہ ہے میری بچیاں بھوکی رہیں گی؟ (نہیں ہرگز نہیں) میں نے اپنی بچیوں کو حکم دے دیا ہے کہ وہ ہر رات سورۂ واقعہ پڑھ لیا کریں کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا ہے آپؐ نے فرمایا "جو شخص ہر رات سورۂ واقعہ پڑھے گا اس کو فاقہ کبھی چھوئے گا بھی نہیں۔

ابن کثیر ج ۴ ص ۲۸۱ بحوالہ ابن عساکر

ولایت

اولیا را تقوی باید ہمچو تقویٰ انبیا
متقی مقبول آمد در جنابِ کبریا

ولی کے معنیٰ

ولی کے معنی خدا کا سچا دوست اور عاشق جو اس کی اطاعت و رضا سے ذرہ برابر سرتابی نہیں کرتا۔ (علی بن عثمان جلّابی)

ولی، ظلِ نبی ہوتا ہے — اور خلافِ شرع نبی نہیں ہوسکتا تو پھر خلافِ شرع ولی کیسے ہوسکتا ہے (انصاری)

لغوی معنی — قاموس میں ہے اَلْوَلْیُ۔ قریب ہونا۔ نزدیک ہونا — اَلْوَلِیُّ اسم ہے۔ معانی — قریب۔ صدیق — دوست۔ مددگار۔ چاہنے والا — محبت رکھنے والا۔

تحقیق

حق سبحانہ وتعالےٰ کو اپنے بندوں کے ساتھ بلکہ کل مخلوق کے ساتھ ایک خاص قسم کا قرب اور نزدیکی حاصل ہے۔ ارشاد ہے نَحْنُ اَقْرَبُ اِلَیْہِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِیْدِ اور "یہی قرب" ممکنات کو وجود میں لانے والا ہے۔ جب تک ممکن کو واجبؔ تعالیٰ کے ساتھ یہ قرب حاصل نہیں ہوتا یہ ممکن وجود کی بُو نہیں سونگھتا، کیونکہ ہر ممکن اپنی ذات میں لَیْسَ ہے۔ یعنی کچھ بھی نہیں — اور ذاتِ الٰہی کو اپنے خاص خاص بندوں کے

؎ یعنی اللہ تعالےٰ۔

ساتھ پہلے قرب کے علاوہ ایک دوسرا قرب اور حاصل ہے۔ جس کی کیفیت بیان نہیں ہو سکتی۔ اور اس قربِ خاص کو ہی "قربِ محبۃ" کہتے ہیں۔ مگر پہلے قرب اور اس قرب خاص میں کوئی اشتراک نہیں۔ اِلّا یہ کہ نام دونوں کا قرب ہے۔ مگر دونوں قربوں میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ اور دوسرے قرب کے درجات اور مراتب لامتناہی ہیں۔

قدسی حدیث میں ہے۔ میرا بندہ نوافل پڑھتے پڑھتے میرا قرب اور نزدیکی حاصل کرتا رہتا ہے۔ کرتا رہتا ہے۔ پھر میں جب اس کو اپنا دوست بنا لیتا ہوں تو میں اس کے کان بن جاتا ہوں جن سے وہ سُنتا ہے۔ اس کی آنکھیں بن جاتا ہوں جن سے وہ دیکھتا ہے۔ میں اس کے ہاتھ بن جاتا ہوں جن سے وہ پکڑتا ہے۔ میں اس کے پاؤں بن جاتا ہوں جن سے وہ چلتا ہے۔" (بخاری عن ابی ہریرہ) یعنی اس کی تمام طاقتیں خدائی طاقتیں بن جاتی ہیں۔ نفس اور اس کی ذاتیات فنا ہو جاتی ہیں (انصاری)

مگر اس دوسرے قرب کا ادنیٰ درجہ تو محض اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لانے سے ہی حاصل ہو جاتا ہے۔

اَللّٰهُ وَلِيُّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا — اللہ ولی ہے ان کا جو ایمان لے آئے

اور قرب کا اعلیٰ سے اعلیٰ درجہ تمام انبیاء اور سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وعلیہم اجمعین کا حصہ اور نصیب ہے۔ خاص کر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے قرب اور نزدیکی میں ہر آن اور ہر لمحہ۔ ابد الآباد تک لامحدود اور

لامتناہی ترقیات ہوتی رہیں گی

ولی صوفیاء کی اصطلاح میں

حضرات صوفیاء کرامؒ فرماتے ہیں ۔ ادنیٰ درجہ کا ولی وہ ہے جس کا قلب اللہ کے ذکر میں ہمہ وقت ڈوبا رہتا ہو اور ذکرِ الٰہی اس کے قلب پر چھایا ہوا رہتا ہے ۔ اللہ کا فرمان ہے :-

يُسَبِّحُونَ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ	دن رات خدا کا نام لیتے ہیں اور تھکتے
لَا يَفْتُرُونَ ○	نہیں یعنی چھوڑتے نہیں ۔

اس کا قلب اللہ کی محبت سے بھرا ہوا ہو اور خدا تعالیٰ کے سوا اس کے دل میں کسی بھی گنجائش نہ ہو ۔

وَلَوْ كَانُوٓا اٰبَآءَهُمْ اَوْ	اور اگرچہ ان کے باپ دادا اولاد
اَبْنَآءَهُمْ اَوْ اِخْوَانَهُمْ	بھائی برادری کیوں نہ ہو ۔
اَوْ عَشِيْرَتَهُمْ	

ایسا شخص کسی سے محبت نہیں کرتا مگر اللہ کے لیے اور کسی سے دشمنی نہیں رکھتا مگر اللہ کے لیے ۔ کسی کو دیتا نہیں مگر اللہ کے لیے اور کسی سے روکتا نہیں مگر اللہ کے لیے ۔ یہی لوگ ہیں جن کو اَلْمُتَحَابُّوْنَ فِی اللّٰہِ کہتے ہیں ۔ اور صوفیہ علیہ اس صفت کا نام "فناء قلب" رکھتے ہیں

پس اس شخص کا ظاہر و باطن تقویٰ سے آراستہ ہوتا ہے جس سے خود کو اللہ تعالیٰ کی تمام ناپسندیدہ چیزوں سے بچاتا ہے ۔ پھر اس کا نفس رذائل اور برے اخلاق سے پاک صاف ہو جاتا ہے ۔ مثلاً شرکِ جلی ،

شرکِ خفی، شرکِ اخفیٰ مِن دَبِیبِ النَّمل۔ ریاکاری وغیرہ سے اس کا نفس پاک ہوتا ہے۔ حسد۔ کینہ۔ تکبر۔ طمع اور حرص۔ تعلّی وغیرہ نفس کی تمام خواہشات سے پاک ہو کر عمدہ اخلاق و اعمال سے متصف ہو جاتا ہے۔ صوفیہ علیہ اس صفت کو فنا، نفس کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔ اور ایسے شخص کے حق میں کہتے ہیں:-

حِینَئِذٍ اَسْلَمَ شَیْطَانُہٗ اب اس کا شیطان مسلمان ہو گیا۔

اور اَلَآ اِنَّ اَوْلِیَآءَ اللّٰہِ لَا خَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَ؏ سے ایسی ہی صفات والے لوگ مراد ہیں۔

اَولیاء کی صفات

پہلی صفت:- اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا۔ جو لوگ ایمان والے ہیں حقیقی ایمان کے ساتھ اور مومن ہیں کمال ایمانی کے ساتھ —— اور کمال ایمانی یہ ہے کہ ان کا قلب اللہ کے ذکر کے ساتھ چین پکڑے اور ذکر الٰہی کے سوا کسی چیز کے ساتھ ان کو چین نہ آئے اور نہ کسی وقت ان کا قلب اللہ کی یاد سے غافل رہے اور نہ غیر اللہ کی طرف اس کو توجہ و التفات رہے اس لیے کہ ایمان کا محل قلب ہے۔ ؎

آں کس کہ ترا شناخت جاں را چہ کند فرزند و عیال و خان و ماں را چہ کند
دیوانہ کنی ہر دو جہانش بخشی دیوانۂ تو ہر دو جہاں را چہ کند

؏ یاد رکھو جو لوگ اللہ کے دوست ہیں نہ ڈر ہے اُن پہ اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔

دوسری صفت :- وَكَانُوا يَتَّقُونَ : اور وہ ہمیشہ اللہ سے ڈرتے رہتے ہوں۔

یعنی اولیاء کی دوسری صفت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہوں اس کے احکام بجالا کر اور اس کی ظاہری و باطنی منہیات و ممنوعات سے رُک کر۔

حدیث میں ہے کہ اللہ کے بندوں میں ایسے قابلِ رشک بندے بھی ہیں :-

جو نہ تو نبی ہیں نہ شہید (مگر) نبی اور شہید اُن پر رشک کریں گے صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ! ہم کو بتلائیں کہ وہ کون لوگ ہیں؟ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، یہ وہ لوگ ہیں جو محض اللہ کے قرآن کی وجہ سے ایک دوسرے سے محبت رکھیں گے حالانکہ اُن میں نہ کوئی آپس کی قرابت ہوگی اور نہ باہمی مالوں کا لین دین ہوگا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قسم ہے اللہ کی — اُن کے چہرے سراسر نور ہوں گے۔ وہ خود پُر نور ہوں گے۔ جب سب کو خوف ہوگا اُس وقت یہ بے خوف ہوں گے۔ جب سب غم زدہ ہونگے اُس وقت یہ بے غم ہوں گے۔ پھر آپؐ نے پڑھا اَلَآ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۞ (رواہ ابوداود عن عمرؓ)

اسبابِ ولایت

ولایت کس طرح حاصل ہوتی ہے اور اس کے اسباب کیا ہیں؟

اللہ کی ولایت اللہ کے رسولؐ سے بطور انعکاس اور پرتو کے حاصل ہوتی ہے۔ یہ پرتو یا براہِ راست اور بلا واسطہ کے ہو جیسے صحابہ کی ولایت کہ ان حضرات پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا عکس اور پرتو بلا کسی درمیانی واسطے کے پڑتا رہا۔ یا یہ پرتو ایک واسطہ کے ساتھ ہو جیسے تابعین نے صحابہؓ کا پرتو قبول کیا تھا جو دراصل پرتو اور عکس تھا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا۔

یعنی ایک شیشہ کا عکس دوسرے شیشہ پر پڑ گیا۔ مگر پہلے آئینہ پر عکس ذاتِ اقدس نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا پڑ رہا ہے ــــ اور اس آئینے کا دوسرے پر۔ یا بہت سے واسطوں کے ساتھ جیسے تابعین کے بعد سے آج تک سلسلہ چلا آرہا ہے کہ اُن پر درجہ بدرجہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا عکس اور پرتو پڑتا چلا آتا ہے۔

انعکاس کی شرائط یعنی حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وسلم کے پرتو اور عکس پڑنے کی پہلی شرط تو یہ ہے (۱) محبت کے ساتھ حضورؐ کی صحبت اختیار کرنا اور حضورؐ کی اتباع پوری پوری کرنا (ب) یا یہ صحبت مع المحبۃ اختیار کرنا نائبین و وارثینِ نبی اکرم، صلی اللہ علیہ وسلم کی جو آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے علم اور عمل میں اس درجہ رنگے ہوئے ہوں کہ دیکھنے والا اُن کے علم کو حضورؐ کے علم اور ان کے عمل کو حضورؐ کے عمل کے ہو بہو مطابق دیکھے۔

پس ایسے لوگوں کے ساتھ کثرتِ مجالست کی برکات اور اتباعِ

سنت کے انوار ایک تو اللہ کی محبت کے پھل کی شکل میں نمودار ہونگے اور دوسرا اس کے نفس کو اور اس کے قلب و قالب کو رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب و قالب کے رنگ کے ساتھ رنگ دینگے جو صِبْغَةَ اللّٰهِ اللہ کا رنگ ہے۔ اور سب سے اچھا رنگ اللہ کا رنگ ہے وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ صِبْغَةً۔

دوسری شرط ——— کثرتِ ذکر اللہ — یعنی حضور ہی کے طریقے پر کثرت سے اللہ کی یاد کرنا کہ کثرتِ ذکر کے انوار ذاکر کے قلب میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے عکس کے قبول کرنے کی صلاحیت اور اہلیت پیدا کر دیں گے۔ کثرتِ ذکر سے دل کا زنگ دور ہوگا۔ اور جب دل میں سے صاف ہوگا تو آئینہ کی طرح شفاف ہو جائے گا۔ پھر اس میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا پرتو اور عکس اسی طرح پڑے گا جس طرح صاف شیشہ میں کسی چیز کا عکس پڑا کرتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کا ارشاد ہے:-

لکل شئ صقالة و صقالة القلوب ذکر الله	ہر چیز کا صیقل ہے اور دلوں کا صیقل اللہ کا ذکر ہے۔ (بیہقی)

حدیثِ قدسی میں ہے:-

"میری محبت واجب ہے اُن کے لیے جو میری خاطر آپس میں محبت رکھتے ہوں۔ میری خاطر ایک دوسرے کے پاس بیٹھتے ہوں اور صرف میری خاطر ایک دوسرے کی زیارت کرتے ہوں۔ اور

میری ہی خاطر ایک دوسرے پر مال خرچ کرتے ہوں۔"

حدیث میں ہے :-

" ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ ! اُس آدمی کے بارے میں آپ کیا فرماتے ہیں جو کسی جماعت کے ساتھ محبت تو رکھے مگر اُن کی طرح اس کے عمل نہ ہوں۔

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ انسان اُس کے ساتھ ہوگا جس کے ساتھ اس کی محبت ہو گی۔

(بخاری و مسلم بروایت ابن مسعودؓ)

حدیث میں ہے :-

ابو رزین صحابی کہتے ہیں کہ مجھ سے آپؐ نے فرمایا کیا تجھ کو نہ بتلادوں وہ چیز جس سے تو دنیا و آخرت کی بھلائی حاصل کرلے۔ پھر فرمایا اپنے پر لازم کرلے اہلِ ذکر کی مجلسوں کو اور جب تو خلوت میں ہو تو جتنا تجھ سے ہو سکے اللہ کے ذکر کے ساتھ اپنی زبان کو حرکت دیتا رہ۔ اللہ کی خاطر محبت رکھ اور اللہ ہی کے لیے دشمنی رکھ[۱۰۳]

تذکرۃ المرادین[۱۰۵]

اس سے قبل جو تذکرہ ہوا یہ اُن اولیاء اللہ کے حالات و مقامات ہیں جو مریدین ہیں مگر

---

۱۰۳ مسند امام احمد - امام مالک بروایت معاذ بن جبل رض۔

۱۰۴ بیہقی بروایت ابی رزین۔

۱۰۵ المرادین سے محبوبانِ بارگاہِ الٰہی مراد ہیں۔

اللہ کے ایسے اولیاء بھی ہیں جو مُرادؔ ہیں۔ یعنی جنھوں نے منزل کو پالیا اور مقصد کو پہونچ گئے ہیں۔ چنانچہ حدیث میں ہے:-

"اس میں شک نہیں جب اللہ تعالےٰ کسی بندے کو اپنا دوست (ولی) بنالیتا ہے تو جبریلؑ کو بلا کر فرماتا ہے میں فلاں کو محبوب رکھتا ہوں تو بھی اس کو اپنا دوست سمجھ۔ فرمایا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پس جبریلؑ اس سے محبت کرنے لگتے ہیں۔ پھر جبریلؑ آسمانوں میں اعلان کرتے ہیں کہ اللہ تعالےٰ فلاں کو محبوب رکھتے ہیں، تم بھی اس کو اپنا محبوب بناؤ۔ اس اعلان کے بعد وہ سب آسمان والوں کا محبوب بن جاتا ہے۔ اس کے بعد زمین والوں میں اس کو قبولیت بخشدی جاتی ہے۔ اور جب اللہ تعالےٰ کسی کو ناپسند کر دیتا ہے اور اس کی نظروں سے وہ گر جاتا ہے تو جبریلؑ کو بلا کر فرماتے ہیں میں فلاں سے نفرت کرتا ہوں تو بھی اس سے نفرت کر آپؐ نے فرمایا پھر جبریلؑ اس سے متنفر ہو جاتے ہیں۔ پھر آسمانوں میں اعلان کرتے ہیں کہ اللہ تعالےٰ فلاں سے ناراض ہیں تم بھی اس سے نفرت کرو۔ فرمایا، پھر تمام آسمان والے اس سے متنفر ہو جاتے ہیں۔ اور پھر روئے زمین پر اس سے نفرت پھیل جاتی ہے"۵۷

علامۃ اولیاء اللہ

اولیاء اللہ کی علامت اور نشانی

---

۵۷ مسلم بروایت ابی ہریرۃ رضؓ

حدیثِ قدسی :۔

" اللہ تعالےٰ فرماتا ہے میرے بندوں میں سے میرے اولیاء وہ لوگ ہیں جو ذکر کیے جاتے ہوں میرے ذکر کے ساتھ اور میں یاد کیا جاؤں اُن کی یاد کے ساتھ۔" ؎

حدیث :۔

اسماء بنت یزید رضی فرماتی ہیں میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا آپؐ فرماتے تھے کیا نہ بتلاؤں تم کو تم میں کا بہترین آدمی۔ صحابہؓ نے عرض کیا کیوں نہیں یا رسول اللہ! آپؐ نے فرمایا وہ لوگ ھیں جب اُن کو دیکھا جائے تو اللہ یاد آجائے یعنی اُن کو دیکھ کر ما سوی اللہ سے دھیان ہٹ جائے اور دل کی لو اللہ کی طرف لگ جائے۔" ؎؎

اولیاء کو دیکھ کر اللہ کیوں یاد آتا ہے

وجہ اس کی یہ ہے کہ اولیاء اللہ کو جو قرب و معیت بلا کیف اللہ تعالےٰ کے ساتھ حاصل ہے وہ اس کا تقاضا کرتی ہے کہ ان کے پاس بیٹھنا ایسا ہے گویا کہ اللہ کے پاس بیٹھا اور ان کی زیارت اللہ کی یاد دلانے والی ہے۔ اور ان کا ذکر اللہ کے ذکر کی طرف کشش کرنے والا اور لگانے والا ہے۔

مثال —— جیسے ایک آئینہ جب اس کو سورج کے

؎ بروایۃ بغوی ؎؎ بروایۃ ابن ماجہ

بالمقابل کر دیا جائے اور وہ سورج کی روشنی سے بھر جائے تو پھر اُس آئینہ کی یہ حالت ہو جاتی ہے کہ جو چیز اُس آئینہ کے سامنے کی جاتی ہے وہ اس آئینہ کے ذریعہ اسی طرح چمک دار اور روشن ہو جاتی ہو جس طرح اگر سورج کے سامنے اور مقابلے میں اس کو کیا جاتا تو یہ روشن ہو جاتی۔ بلکہ آئینہ تو سورج کی شعاعیں حاصل کر کے اس قدر قوی ہو جاتا ہے کہ روئی یا باریک کپڑا اس آئینہ کے بالمقابل اگر کچھ دیر رکھ دیا جائے تو یہ روئی آگ پکڑ لیتی ہے۔ مگر سورج کے بالمقابل اس کو سارا دن بھی رکھو تو آگ نہیں پکڑتی۔ اس کی وجہ یہ نہیں کہ سورج کی طاقت آئینہ سے کمزور درجہ کی ہے۔ بلکہ آئینہ کے ذریعہ روئی جو آگ پکڑ لیتی ہے اس کی وجہ اس کو آئینہ کے ساتھ قرب حاصل ہے اور سورج سے چونکہ اس کو انتہائی بُعد ہے اس لیے تقابل کی وجہ سے آگ نہیں پکڑتی۔ ورنہ کہاں سورج کی شعاعیں اور کہاں آئینہ کی شعاعیں دونوں میں کوئی نسبت ہی نہیں۔ بلکہ آئینہ کی شعاعیں اس کی ذاتی نہیں محض سورج کی شعاعوں کا پرتو اور عکس ہے۔

اولیاء میں خدائی اثرات

اللہ سبحانہ وتعالےٰ اپنے اولیاء کی شخصیتوں میں خدائی اثرات قبول کرنے کی استعداد وصلاحیت ودیعت فرما دیتے ہیں۔ کیونکہ ان حضرات کو حق تعالیٰ کے ساتھ ایک خاص قرب اور ایک مخفی مناسبت غیر متکیف حاصل ہو جاتی ہے۔ اور اس قربِ خاص اور خفیہ مناسبت

وارتباط کے باعث من جانب اللہ ان میں الٰہی اثرات قبول کرنے کی استعداد پیدا کر دی جاتی ہے۔ نہ صرف انہی میں بلکہ دوسرے لوگوں میں بھی ان اثرات کے پہونچانے کی صلاحیت ان اولیاء کرام کو عطا کر دی جاتی ہے۔ اس لیے کہ ان حضرات کے ساتھ دوسرے لوگوں کو جنسی، نوعی اور شخصی مناسبت ہو جاتی ہے گویا کہ اولیاء اللہ کے قلوب صافیہ اُن الٰہی اثرات کو جو من جانب اللہ حاصل کرتے ہیں اور پھر اپنے قلوب کے ان انوار و برکات کو دوسرے لوگوں کی طرف منتقل کرنے کی قوت حاصل کر لیتے ہیں انما انا قاسم واللہ یعطی[عہ] کا اسی طرف اشارہ ہے۔

پس یہ تأثر[عہ] و تاثیر[عہ] اس بات کی مقتضی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ ان حضرات کو حضور و شہود حاصل ہو چکا ہے۔ اب یہ لوگ اس مقام کو پہونچ چکے ہیں کہ ان کا دیکھنا اور زیارت کرنا ذکر اور ان کی مجلس میں بیٹھنا عبادت ہو جاتا ہے ــــ بشرطیکہ زیارت کرنے والا اور ان کی مجلس میں بیٹھنے والا ان کا منکر اور ان سے بدعقیدہ نہ ہو۔ نعوذ باللہ منہ۔ خدا کا فرمان ہے وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ۝ اللہ ہدایت نہیں دیتا جو اعتقاد و اطاعت سے خارج ہوں۔

حدیث قدسی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جس نے میرے ولی سے

عہ اللہ دیتا ہے اور میں تقسیم کرتا ہوں۔ عہ تأثر: اثر قبول کرنا

عہ تاثیر: اثر پہونچانا۔

عداوت کی میں اس کو اعلانِ جنگ دیتا ہوں ؎۱

یادداشت

(۱) اولیاء کے لیے ضروری نہیں کہ کرامتیں ظاہر ہوتی ہوں۔

(۲) یہ بھی ضروری نہیں کہ اُن کو غیب کی خبر ہو جاتی ہو۔

کیونکہ یہ دونوں چیزیں شرطِ ولایت نہیں۔ بہت سے اولیاء اللہ ایسے ہیں جن میں یہ دونوں چیزیں نہیں پائی گئیں مگر حقیقت وہ اولیاء اللہ ہیں۔ اس کے برخلاف بعض اوقات غیر اولیاء میں یہ علامات علیٰ سبیل الاستدراج ؎۲ پائی جاتی ہیں۔

اور جن اولیاء میں ان کا اگر کبھی ظہور بھی ہوا تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ ان کو شرطِ ولایت یا علامتِ ولایت مان لیا جائے جب کہ اللہ تعالےٰ اپنے سب سے بڑے پیغمبر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں فرماتے ہیں :-

قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰٓى اِلَيَّ	کہہ دو میں انسان ہونے میں تم جیسا اور کمالاتِ نبوت میں بے مثل و بے مثال ہوں۔

اور فرمایا :-

وَلَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَيْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ	اور اگر جانتا ہوتا میں کل غیب البتہ حاصل کر لیتا میں بھلائی سے بہت کچھ

؎۱ بخاری ؎۲ ڈھیل دینے کے لیے۔

وَمَا مَسَّنِیَ السُّوْٓءُ ط — اور نہ پہونچتی مجھ کو کوئی برائی

اور فرمایا :۔

قُلْ اِنَّمَا الْاٰیٰتُ عِنْدَ اللّٰہِ — کہہ دو سب آیات اور نشانات وکرامات اللہ کی طرف سے ہیں اور اس کے اختیار سے ہیں۔

اِن کے علاوہ دوسری آیات بھی اس قسم کی قرآن پاک میں مختلف مواقع میں آئی ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ غیب دانی، کرامات و معجزات سب کچھ خدا کے اختیار اور قدرت میں ہے۔ نبوت کے اختیار و قدرت میں داخل نہیں۔ اور جب نبوت کے اختیار و قدرت سے باہر ہے تو ولایت تو نبوت سے بہت کم درجہ کا مقام ہے۔

کرامت کے بارے میں صوفیاء کے اقوال

(۱) فرمایا :۔ کرامت مردوں (کاملوں) کے لیے مانندِ حیض ہے اس کو بہر حال چھپانا چاہیے۔ اور با کرامت ہونا کوئی خاص چیز نہیں کہ جس کو یہ حاصل ہو وہ اونچے درجے کا ولی ہو اور جس کو یہ حاصل نہ ہو اس کی ولایت کا درجہ کم ہو۔ اسی وجہ سے بہت سے اکابر زیادہ کرامتوں کے ظاہر ہونے سے شرمسار ہوتے تھے۔

غوثِ اعظم سید الاولیاء حضرت سید احمد کبیر رفاعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا :۔

عزیزِ من! مجھ کو تم پر یہ اندیشہ ہے کہ کہیں کرامت سے اور اس کے ظاہر کرنے سے تمہارے دل کو خوشی نہ ہو۔ یاد رکھو اولیاء اللہ کرامت کو ایسا چھپاتے ہیں جیسا عورت حیض کے خون کو چھپایا کرتی ہے عزیزِ من! کرامت کے دو پہلو ہیں اس کو دو کے ساتھ نسبت ہے ایک مُکرِم سے جس نے کرامت عطا کی یعنی اللہ تعالیٰ شانہٗ سے دوسری ہم سے کہ ہمارے ہاتھ سے اس کا ظہور ہوا۔ اب سمجھو کہ کرامت مکرم اللہ کی نسبت سے تو بڑی قیمتی اور پیاری چیز ہے مگر ہماری نسبت پر نظر کرتے ہوئے وہ کچھ نہیں۔ کیونکہ قاعدہ ہے کہ جس وقت کریم کے دروازے سے اکرام وانعام آتا ہے بڑا معظم و معزز ہوتا ہے۔ تمام درباری لوگوں کے دل تعظیم کے ساتھ اس کا استقبال کرتے ہیں۔ اور جب اس کی نسبت غلام کی طرف منتقل ہو گئی اب وہ چیز سب کی نظروں میں ہلکی ہو جاتی ہے۔ اس کی ایسی مثال ہے جیسے ایک خلعت بادشاہ کے پاس ہے وہ شاہی لباس ہے اور جب بادشاہ کی جانب سے کسی درباری کو بطور انعام کے دیا جائے تو دیتے وقت بھی چونکہ بادشاہ کی طرف سے اس کا آنا سب کے سامنے ہے شاہی عطیہ اور اکرام ہونے کی وجہ سے اس کی عظمت و جلالت قلوب میں ہوتی ہے مگر جب وہ درباری کی مِلک میں داخل ہو گیا اور اس نے اپنے بدن پر ڈال کر اس کو استعمال کر لیا اب جیسے اس کی ملکیت میں دوسری چیزیں ہیں ایسے ہی یہ شاہی

خلعت بھی ہو جائے گا۔ خلاصہ یہ کہ شاہی عطیہ اسی وقت معزز و معظم ہے جب تک بادشاہ سے اس کو نسبت ولگاؤ ہو اور جب غلام سے اس کو تعلق ہو چکا اب اس کی زیادہ عزت باقی نہیں رہتی اسی طرح کرامت کو سمجھو کہ جس وقت اس پہلو پر نظر کی جائے گی کہ کہ تمھارے ہاتھوں سے اس کا ظہور ہوا اور تم نے یہ کرامت دکھلائی اُس وقت وہ کچھ بھی قابلِ وقعت نہیں بلکہ اس کا وہی درجہ ہے جو تمہارے دوسرے افعال واقوال کا درجہ ہے۔ کرامت اسی وقت معظم ومعزز ہے جب تک اللہ تعالیٰ سے اس کا تعلق ولگاؤ ہو اور اس نسبت پر نظر کرتے ہوئے بندے کی خوشی بے موقع ہو کیونکہ اس نے کچھ بھی نہیں کیا، جو کچھ کیا اللہ تعالیٰ نے کیا — ہاں ایک طرح خوشی کا موقع ہو سکتا ہے کہ اس کو خدا کی نعمت اور اپنے اوپر اللہ کا فضل سمجھ کر خوش ہو۔ مگر یہ موقعہ صرف اُس شخص کو حاصل ہو سکتا ہے جو اس خوشی کے وقت اپنے نفس پر اصلاً نظر نہ کرے۔ اب اس کو ہر شخص دیکھ لے کہ اس کو یہ مقام حاصل ہے یا نہیں؟

عارف کامل اسی نسبت کی وجہ سے جو بارگاہِ الٰہی کی طرف سے منتقل ہو کر بندے کی طرف آتی ہے کرامت سے بھاگتا ہے مبادا کہیں اس دوسری نسبت سے دل خوش ہو کیونکہ اس کا دل میں جگہ لینا سمِ قاتل ہے۔ (البنیان المشید ص۲۵)

ولایت حاصل کرنے کا طریقہ

حضرت سید الاولیاءؒ فرماتے ہیں ۔ خبردار اللہ سے لڑائی مول نہ لینا، کیوں کہ اللہ تعالیٰ سے مقابلہ کرنے والا کبھی کامیاب نہیں ہوا اور اللہ تعالیٰ سے دوستی کرنے والا کبھی ذلیل نہیں ہوا

اَلَآ اِنَّ اَوْلِیَآءَ اللّٰہِ لَاخَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَ ۝ — سن لو! اللہ کے دوستوں کو نہ کوئی خطرہ ہے نہ اُن کے پاس غم آتا ہے۔

ولایت حاصل کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ توحید و اخلاص کو حاصل کرو جس کا طریقہ یہ ہے کہ موحدین و مخلصین کا دامن پکڑو جن کو سینہ بسینہ یہ دولتِ توحید و اخلاص ملی ہے یعنی حضرات صوفیا رکرام اولیا اللہ کی سندیں صحیح طور پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک پہونچی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے آپؐ کے صحابہؓ نے کلمہ توحید لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ الگ الگ بھی سیکھا ہے اور جماعت میں بھی۔ اور صحابہ کرامؓ سے اس گروہِ صوفیہ کے سلسلے ملے ہوئے ہیں۔

حضرت گنج بخش لاہوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں :-

سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اللہ تعالےٰ فرماتے ہیں :-

مَنْ عَادٰی لِیْ وَلِیًّا — جس نے میرے ولی کی دل آزاری

فَقَدْ اٰذَنْتُهٗ بِالْحَرْبِ اللہ حق تلفی کی میرے ساتھ اُس کی جنگ ضروری ہے۔

مُراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اولیاء کو دوستی اور ولایت کے ساتھ مخصوص کیا گیا۔ خداوند تعالیٰ نے اُن کو اپنی صفات کا مظہر بنایا اور طرح طرح کی کرامتوں سے نوازا ہے اُن کی محبت و مودت خداوند تعالیٰ کے سوا کسی سے نہیں ہوتی اسی لیے ان کی اس قدر پاسداری فرماتا ہے کہ اُن کے دشمنوں کو نیست و نابود کر دیتا ہے اور آخرت میں اُن کے لیے ذلت و خواری مقدر فرما دیتا ہے۔ اس طرح کے اولیاء گذشتہ زمانوں میں بھی ہوئے ہیں اور اِس زمانے میں بھی موجود ہیں اور قیامت تک اسی طرح موجود رہیں گے۔ بالخصوص جن لوگوں نے حدیثِ نبوی کا اتباع کیا اُن کو جہان کا والی و حاکم بنایا۔ اِن بزرگ ہستیوں نے نفس کی پیروی سے اجتناب کیا۔ انہی کے قدموں کی برکت سے آسمان سے بارانِ رحمت نازل ہوتا ہے اور انہی کے باطن کی صفائی کے صدقہ میں زمین اپنے اندر سے طرح طرح کی نعمتیں اُگاتی ہے۔ انہی کی برکت سے مسلمان کفار پر فتح پاتے ہیں۔

اولیاء کے مراتب میں فرق ہوتا ہے۔ جس طرح بادشاہ کے دربار میں وزیر۔ مصاحب۔ امیر۔ دربان ہوتے ہیں اگرچہ ماتحتی و چاکری کے حکم میں سب ایک جیسے ہوتے ہیں لیکن یہ بات کھلی ہوئی ہے کہ ان میں سے بعض کو بعض پر فضیلت و فوقیت حاصل ہوتی ہے۔

اسی طرح تمام مومنین صاحبِ ایمان ہونے کی حیثیت سے اگرچہ ایک ہیں لیکن اُن کے درمیان عشق و معرفت، ذکر و مجاہدہ اور قرب و وصلِ خداوندی کے لحاظ سے بہت بڑا فرق ہوتا ہے۔ کم م، ۲۰۷ تا ۲۰۹

حضرت ابوعلی جرجانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ولی وہ ہوتا ہے جو اپنے حال میں فانی ہو اور خدا کے مشاہدہ میں باقی ہو۔

حضرت بایزید بسطامی رح سے پوچھا گیا ولی کون ہوتا ہے۔ آپ نے فرمایا سچا ولی وہ ہوتا ہے جو نفس کا بندہ نہ ہو اور صبر و تحمل کے ساتھ خدائے تعالیٰ کے احکام کی تعمیل کرے۔

حضرت ابراہیم ادہم رحمۃ اللہ علیہ نے ایک شخص سے پوچھا کیا تو خدا کا ولی ہونا چاہتا ہے؟ اُس نے عرض کیا ہاں، اگر آپ میری رہنمائی فرمائیں۔ آپ نے فرمایا کہ پھر توحید اور شرک کا امتیاز سمجھ لے اور اس پر عامل ہو جا۔

— سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں قیامت کے دن ہر شخص کو اس کے نبی کے نام سے پکارا جائے گا۔ اے امتِ موسیٰ! اے امتِ عیسیٰ! اے امتِ محمد! (صلی اللہ علیہم وسلم) مگر اللہ تعالےٰ کے دوستوں سے کہا جائے گا کہ اے خدا کے اولیاء! خدا کے پاس آؤ۔ اُس وقت اُن کے دل خوشی سے پھولے نہ سمائیں گے۔

اکسیر ہدایت ص ۶۱۵

کرامتِ اولیاء

اولیاء اللہ خدا تعالےٰ کی امداد و اعانت سے اپنی روحانی قوتوں کی بنا پر فوق العادت کے ظہور پر قدرت رکھتے ہیں۔ کرامت ولی کی صداقت کا ثبوت ہوا کرتی ہے۔ جو شخص خدا تعالےٰ کی استدلالی معرفت کے ساتھ حق کو باطل سے اور سچ کو جھوٹ سے جدا کر دکھائے بلاشبہ ولی ہے۔ ک م ۲۰۹ و ۲۱۱

کرامت کا ثبوت قرآن پاک سے

وَاِنِّیْ سَمَّیْتُھَا مَرْیَمَ وَ	اور میں نے اس کا نام رکھا مریم اور
اِنِّیْ اُعِیْذُھَا بِكَ وَ	میں تیری پناہ میں دیتی ہوں اس کو اور
ذُرِّیَّتَھَا مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ	اس کی اولاد کو شیطان مردود سے
فَتَقَبَّلَھَا رَبُّھَا بِقَبُوْلٍ حَسَنٍ	پھر قبول کیا اُسکو اسکے رب نے اچھی طرح کا
وَّاَنْۢبَتَھَا نَبَاتًا حَسَنًا وَّ	قبول اور بڑھایا اس کو اچھی طرح کا
کَفَّلَھَا زَکَرِیَّا کُلَّمَا دَخَلَ	بڑھانا۔ اور سپرد کی زکریا کو جس وقت
عَلَیْھَا زَکَرِیَّا الْمِحْرَابَ	آتے زکریا اس کے پاس حجرہ میں
وَجَدَ عِنْدَھَا رِزْقًا	پاتے اُس کے پاس کچھ کھانا ---
قَالَ یٰمَرْیَمُ اَنّٰی لَكِ	کہا اے مریم! کہاں سے آیا تیرے
ھٰذَا قَالَتْ ھُوَ مِنْ	پاس یہ۔ کہنے لگی یہ اللہ کے پاس

عِنْدِ اللّٰهِ ۚ اِنَّ اللّٰهَ يَرْزُقُ
مَنْ يَّشَاۗءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ
(آل عمران، ٣٦-٣٧)

آتا ہے۔ اللہ رزق دیتا ہے جس کو
چاہے بے قیاس۔

وَهُزِّيْٓ اِلَيْكِ بِجِذْعِ النَّخْلَةِ
تُسٰقِطْ عَلَيْكِ رُطَبًا جَنِيًّا ۝
فَكُلِيْ وَاشْرَبِيْ وَقَرِّيْ
عَيْنًا ۝ فَاِمَّا تَرَيِنَّ مِنَ
الْبَشَرِ اَحَدًا ۙ فَقُوْلِيْٓ اِنِّىْ
نَذَرْتُ لِلرَّحْمٰنِ صَوْمًا
فَلَنْ اُكَلِّمَ الْيَوْمَ اِنْسِيًّا ۝
فَاَتَتْ بِهٖ قَوْمَهَا تَحْمِلُهٗ ۭ
قَالُوْا يٰمَرْيَمُ لَقَدْ جِئْتِ
شَـيْـــًٔـا فَرِيًّا ۝ يٰٓاُخْتَ
هٰرُوْنَ مَا كَانَ اَبُوْكِ
امْرَاَ سَوْءٍ وَّمَا كَانَتْ
اُمُّكِ بَغِيًّا ۝ فَاَشَارَتْ
اِلَيْهِ ۭ قَالُوْا كَيْفَ نُكَلِّمُ
مَنْ كَانَ فِي الْمَهْدِ صَبِيًّا ۝
قَالَ اِنِّىْ عَبْدُ اللّٰهِ ۭ

اور ہلا اپنی طرف کھجور کی جڑ اُس سے
گریں گی تجھ پر پکی کھجوریں۔ اب کھا اور
پی اور آنکھ ٹھنڈی رکھ۔ پھر اگر تو
دیکھے کوئی آدمی تو کہیو میں نے مانا ہے
رحمٰن کا روزہ سو بات نہ کروں گی آج
کسی آدمی سے۔ پھر لائی اس کو اپنے
لوگوں کے پاس گود میں وہ اس کو کہنے
لگے اے مریم! تو نے یہ چیز طوفان کی
بہن ہارون کی! نہ تھا تیرا باپ برا
آدمی اور نہ تھی تیری ماں بدکار۔

پھر ہاتھ سے بتلایا اس لڑکے کو،
بولے ہم کیوں کر بات کریں اُس
شخص سے کہ وہ ہے گود میں لڑکا
وہ بولا میں بندہ ہوں اللہ کا

اٰتٰنِیَ الْکِتٰبَ وَجَعَلَنِیْ
نَبِیًّا ۝ وَّجَعَلَنِیْ مُبٰرَکًا
اَیْنَ مَا کُنْتُ وَاَوْصٰنِیْ
بِالصَّلٰوۃِ وَالزَّکٰوۃِ مَا
دُمْتُ حَیًّا ۝ وَّبَرًّۢا بِوَالِدَتِیْ
وَلَمْ یَجْعَلْنِیْ جَبَّارًا شَقِیًّا ۝
وَالسَّلٰمُ عَلَیَّ یَوْمَ وُلِدْتُّ
وَیَوْمَ اَمُوْتُ وَیَوْمَ اُبْعَثُ
حَیًّا ۝ (مریم ٢٥ تا ٣٣)

مجھ کو اس نے کتاب دی ہے اور بنایا
مجھ کو برکت والا جس جگہ میں ہوں
اور تاکید کی مجھ کو نماز کی اور
زکوٰۃ کی جب تک میں رہوں
زندہ۔ اور سلوک کرنے والا
اپنی ماں سے اور نہیں بنایا مجھ کو زبردست
بدبخت۔ اور سلام ہے مجھ پر جس
دن میں پیدا ہوا اور جس دن مروں
اور جس دن اٹھ کھڑا ہوں زندہ ہو کر

وَلَبِثُوْا فِیْ کَهْفِهِمْ ثَلٰثَ
مِائَةٍ سِنِیْنَ وَازْدَادُوْا
تِسْعًا ۝ قُلِ اللّٰهُ اَعْلَمُ
بِمَا لَبِثُوْا لَهٗ غَیْبُ السَّمٰوٰتِ
وَالْاَرْضِ اَبْصِرْ بِهٖ وَ
اَسْمِعْ مَا لَهُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ
مِنْ وَّلِیٍّ وَّلَا یُشْرِكُ فِیْ
حُكْمِهٖٓ اَحَدًا ۝
(کہف ٢٥، ٢٦)

اور مدت گذری اُن پر اپنی کھوہ میں
تین سو برس اور ان کے اوپر نو۔
تُو کہہ اللہ خوب جانتا ہے
جتنی مدت ان پر گذری اسی کے پاس
ہیں چھپے بھید آسمان و زمین کے۔ کیا
عجیب دیکھتا اور سنتا ہے۔ کوئی
نہیں بندوں پر اُس کے سوائے
مختار اور نہیں شریک کرتا اپنے
حکم میں کسی کو۔

قَالَ یٰۤاَیُّهَا الْمَلَؤُا اَیُّكُمْ

بولا اے دربار والو! تم میں کوئی ہے

يَأْتِيْنِيْ بِعَرْشِهَا قَبْلَ
أَنْ يَّأْتُوْنِيْ مُسْلِمِيْنَ ۝
قَالَ عِفْرِيْتٌ مِّنَ الْجِنِّ
أَنَا اٰتِيْكَ بِهٖ قَبْلَ
أَنْ تَقُوْمَ مِنْ مَّقَامِكَ ۚ
وَإِنِّيْ عَلَيْهِ لَقَوِيٌّ أَمِيْنٌ ۝
قَالَ الَّذِيْ عِنْدَهٗ
عِلْمٌ مِّنَ الْكِتٰبِ أَنَا
اٰتِيْكَ بِهٖ قَبْلَ أَنْ
يَّرْتَدَّ إِلَيْكَ طَرْفُكَ ۚ
فَلَمَّا رَاٰهُ مُسْتَقِرًّا عِنْدَهٗ
قَالَ هٰذَا مِنْ فَضْلِ
رَبِّيْ
(نمل ۳۸ تا ۴۰)

کہ لے آئے میرے پاس اس کا تخت
پہلے اس سے کہ وہ آئیں میرے پاس
حکم بردار ہو کر۔ بولا ایک دیو جنوں
میں سے لائے دیتا ہوں وہ تجھ کو پہلے
اس سے کہ تو اُٹھے اپنی جگہ سے اور
میں اُس پر زور آور ہوں معتبر۔
بولا وہ جس کے پاس تھا ایک علم
کتاب کا میں لائے دیتا ہوں
تیرے پاس اُس کو پہلے اس سے کہ
پھر آئے تیری طرف تیری آنکھ۔ پھر
جب دیکھا اُس کو دھرا ہوا اپنے
پاس، کہا یہ میرے رب کا فضل
ہے۔

کرامت کا ثبوت احادیث سے

(۱) ایک روز صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! ہمیں پہلی امتوں کے عجائبات میں سے کچھ سنائیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پہلے زمانے میں تین آدمی سفر کے لیے جا رہے تھے۔ جب رات ہوئی تو ایک غار میں ٹھیر گئے۔ ابھی کچھ حصہ رات کا گذرا تھا کہ ایک پتھر پہاڑ سے لُڑھک کر غار کے منہ پر آگرا جس سے غار کا منہ بند ہو گیا۔ یہ تینوں بہت گھبرائے اور ایک دوسرے سے کہنے لگے ہماری رہائی بہت مشکل ہے۔ اپنی قوت سے ہم اس کو نہیں ہٹا سکتے۔ البتہ ایک تدبیر ہے وہ یہ کہ ہم نے اپنی عمر میں جو سب سے بڑا نیک کام کیا ہو اسے خدا کی جناب میں بطور وسیلہ پیش کر کے اس کی ذات سے امداد طلب کریں تو ان شاء اللہ ہم رہائی پالیں گے۔ چنانچہ ان میں سے ایک نے کہا، الٰہی! میرے ماں باپ زندہ تھے، میں بکریاں رکھتا تھا اور اُن کو بکریوں کا دودھ پلایا کرتا تھا۔ میں روزانہ جنگل سے لکڑیاں کاٹ لاتا انھیں بازار میں فروخت کرتا اور ان کی قیمت سے ماں باپ کو کھانا کھلایا کرتا تھا۔ ایک رات میں کچھ دیر سے گھر پہونچا۔ دودھ میں روٹی بھگو کر ماں باپ کے پاس لے کر گیا تو معلوم ہوا کہ وہ میرا انتظار کر کے سو چکے ہیں۔ میں نے ان کو جگانا مناسب نہ جانا اور پیالہ ہاتھ میں لے کر اس انتظار میں ان کے پاس کھڑا رہا کہ یہ جاگیں تو میں انھیں کھانا کھلادوں، حتیٰ کہ صبح

ہوگئی۔ جب وہ اٹھے تو پہلے انہیں کھانا کھلایا اس کے بعد خود کھایا۔ خداوندا! میرا یہ عمل اگر تیرے ہاں مقبول ہوا ہو تو اس کے صدقے میں اس پتھر کو غار کے منہ پر سے اٹھادے۔ اسی وقت وہ پتھر اپنی جگہ سے متحرک ہوا اور غار کے منہ کا کچھ حصہ کھل گیا۔

اس کے بعد دوسرا شخص بولا۔ الٰہی! میرے چچا کی ایک خوبصورت لڑکی تھی۔ میں اس پر عاشق تھا میں نے کئی دفعہ اس سے اپنی خواہش کا اظہار کیا لیکن وہ رضامند نہ ہوئی۔ ایک دفعہ میں نے اس کے پاس ایک سو بیس دینار بھیجے تاکہ وہ ایک رات میرے ساتھ خلوت میں گزارے چنانچہ وہ آگئی۔ لیکن جوں ہی میں اس کے قریب گیا میرے دل میں تیرا خوف پیدا ہوا اور میں اس عورت سے علیحدہ ہوگیا۔ اپنے دیے ہوئے دینار بھی اس سے واپس نہ لیے۔ الٰہی! اگر تیری بارگاہ میں میرا یہ عمل مقبول و پسندیدہ ہے تو اس کے صدقے میں اس پتھر کو غار کے منہ سے ہٹادے اسی وقت پتھر کو جنبش ہوئی اور غار کے منہ کا شگاف کچھ اور زیادہ کھل گیا لیکن اتنا نہیں کہ جس سے یہ تینوں باہر نکل سکتے۔

پھر تیسرا شخص اٹھا اور عرض کرنے لگا کہ الٰہی! میرے پاس مزدوروں کی ایک جماعت کام کرتی تھی۔ کام ختم ہونے پر سب مزدوروں کو ان کی مزدوری ادا کر دی گئی لیکن ایک مزدور بلاوجہ غائب پایا گیا۔ میں نے اس کی مزدوری کی رقم سے اس کے حساب میں ایک بکری خرید کر لی دوسرے سال وہ دو ہوگئیں۔ تیسرے سال چار ہوگئیں۔ چوتھے سال

آٹھ ہو گئیں۔ اسی طرح ہر سال بکریوں میں ترقی ہوتی گئی اور چند سال بعد اُن بکریوں کا ریوڑ بن گیا۔ ایک دن وہ مزدور کہیں سے نمودار ہو گیا اور کہنے لگا میری وہ مزدوری دے دیجیے جو آپ کے پاس رہ گئی تھی تاکہ میں اُسے اپنی ضرورت پر خرچ کروں۔ میں نے کہا یہ تمام بکریاں تیری ہی ملک ہیں ان کو سنبھال اور جیسے چاہے انھیں استعمال کر۔ وہ بولا مجھ سے کیوں مزاح کرتا ہے۔ میری مزدوری دیدے۔ میں نے کہا میں مزاح نہیں کرتا بلکہ سچ کہتا ہوں کہ ان کا مالک تو ہی ہے۔ چنانچہ اس کا سب مال اس کے حوالے کر دیا۔ اور وہ اس کو لے کر چلا گیا۔ خدایا! میرا یہ عمل اگر تیری بارگاہ میں مقبول ہوا ہے تو اس کے صدقے میں اس پتھر کو غار کے منہ سے ہٹا دے تاکہ ہم باہر نکل جائیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ پتھر اُسی وقت غار کے منہ سے علیحدہ ہو گیا اور یہ تینوں غار سے باہر آگئے اللہ تبارک وتعالیٰ نے پتھر کو خلاف عادت حرکت دے کر اسے اپنے فضل وکرم سے ان تین آدمیوں کی کرامت کا نشان مقرر فرمایا۔

(۲) حضرت امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تفسیر میں بروایت ابو ہریرہ رضؓ نقل کیا ہے جس کا خلاصہ درج ذیل ہے:۔

بجز تین بچوں کے کسی نے پوتڑوں اور نہالچوں میں کلام نہیں کیا ایک عیسیٰ علیہ السلام (جن کا قصہ مشہور ہے) دوسرے بنی اسرائیل کا ایک بچہ جس نے ایک درویش جریج کی پاکبازی کی شہادت دی۔

قصہ یوں بیان کیا گیا ہے۔ بنی اسرائیل میں جریج نامی ایک درویش

گذرے ہیں۔ ایک روز ان کی ماں انھیں دیکھنے آئی وہ گرجا کے اندر دروازہ بند کر کے نماز پڑھ رہے تھے۔ دوسرے دن پھر اس کی والدہ آئیں تو اُس روز بھی انھیں اسی حالت میں دیکھا۔ تیسرے روز پھر ایسا ہی ہوا۔ بالآخر ان کی والدہ تنگ دل ہوگئیں اور عرض کیا کہ خدایا! میرے بیٹے کو ذلیل کر اور میرے حقوق کی بابت اس کی گرفت فرما۔ اس زمانے میں ایک خوبصورت عورت تھی اس نے کہا کہ میں اپنی چالاکی اور ہنرمندی سے جرتیج کو اس راہ سے ہٹا دوں گی۔ ایک دن وہ موقعہ پاکر گرجا میں چلی گئی۔ مگر اس نے جس قدر بھی چالاکی اور عیاری سے جرتیج کو پھانسنے کی کوشش کی وہ اس میں کامیاب نہ ہو سکی۔ جرتیج اس کی جانب قطعاً متوجہ نہ ہوئے۔ آخر ناکام ہو کر وہ واپس چلی گئی۔ راستے میں اُسے ایک چرواہا ملا اس سے وہ حاملہ ہوگئی۔ جب اس کے لڑکا پیدا ہوا تو اس نے جرتیج پر تہمت رکھی کہ یہ لڑکا جرتیج کا ہے۔ جب لوگوں نے یہ بات سُنی تو جرتیج کو گرجے سے نکال کر بادشاہ کے دربار میں حاضر کیا۔ اور اس کے متعلق الزام بیان کیا۔ جرتیج نے اس بچے کو مخاطب کر کے کہا کہ بچے! تیرا باپ کون ہے؟ بچے نے جواب دیا اے جرتیج! میری ماں تجھ پر جھوٹ الزام رکھ رہی ہے۔ میرا باپ تو فلاں چرواہا ہے۔ یہ سُن کر بادشاہ اور اور باقی سب لوگوں نے جرتیج کی بے گناہی کو تسلیم کیا اور اس بدکار عورت کا فریب کھل گیا۔

تیسرا بچہ جو گود میں بولا تھا۔ اس کو اس کی ماں اپنے مکان کے دروازہ پر

لیے بیٹھی تھی کہ اتنے میں ایک خوبصورت سوار عمدہ لباس پہنے ہوئے گھوڑے پر سامنے سے گزرا۔ اسے دیکھ کر بچے کی ماں نے کہا خدایا! میرے بچے کو اس سوار کی مثل بنائیو۔ لڑکا فوراً بول پڑا کہ اے خدا! مجھے اس جیسا ہرگز نہ بنانا۔ تھوڑی دیر کے بعد ایک بدنام عورت کا ادھر سے گذر ہوا۔ لڑکے کی ماں بولی اے پروردگار! میرے بچے کو اس جیسا ہرگز نہ بنانا۔ بچے نے سُن کر فوراً کہا اے خدا! مجھے اس عورت کی طرح کا ہی بنائیو۔ ماں کو دونوں باتیں سُن کر سخت تعجب ہوا۔ آخر اس نے پوچھا کہ بچے! کیا بات ہے؟ وہ بولا کہ وہ سوار ایک ظالم اور گمراہ شخص تھا لیکن یہ عورت اگرچہ لوگوں میں بدنام ہے لیکن حقیقت میں نیکوکار اور مقبول بارگاہِ خداوندی ہے پس میں اُس سوار جیسا نہیں بلکہ اس عورت جیسا بننا چاہتا ہوں۔

بچے کا یہ فوق الفطری طور پر گفتگو کرنا بھی اس کی کرامت پر دلالت کرتا ہے جو اُس کے لیے مقدر ہو چکی تھی۔

(۳) حضرت عمر رضؓ کے زمانۂ خلافت میں دریائے نیل کھڑا ہو گیا تو مصر کے گورنر حضرت عمرو بن العاص رضؓ نے حضرت عمر رضؓ کو خط لکھا کہ مصر کے لوگ ہر سال ایک خوبصورت لڑکی کو دریائے نیل کی بھینٹ چڑھاتے ہیں جب جا کر نیل چلتا ہے۔ آپ کے حکم اور فیصلہ کا ہمیں انتظار ہے۔ جیسے حکم ہو تعمیل کی جائے۔ حضرت عمر رضؓ نے دریائے نیل کو پرچہ لکھا۔ اے نیل! اگر خدا کے حکم سے تیرا چلنا ہے اور تیرا رُکنا ہے تو میں تجھے

حکم دیتا ہوں کہ چل پڑ۔ اور اگر تیرا یہ سب کچھ شیطان کے اثر سے ہے تو ہمیں تیری ضرورت نہیں ہے۔ یہ چٹھی نیل میں ڈال دی گئی۔ تو نیل اُس وقت سے اب تک برابر چل رہا ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے فضل وکرم سے حضرت عمرؓ کے ہاتھوں سے کرامت دکھا کر اسے ان کی ولایت کی کھلی دلیل بنایا۔

(۴) حضرت خالد بن ولیدؓ کے پاس زہر آیا۔ آپ بسم اللہ پڑھ کر اُسے چنے کی طرح چبا گئے۔ اور آپ پر اس کا کچھ اثر نہ ہوا۔ چنانچہ بہت سے لوگ اس واقعہ کو دیکھ اور سُن کر مسلمان ہو گئے۔ یقیناً حضرت خالد بن ولیدؓ کی اس کرامت کو اللہ تعالیٰ نے ان کی ولایت کی دلیل بنایا۔

(۵) ایک عجمی حضرت عمرؓ کو شہید کرنے کی غرض سے آیا۔ لوگوں سے پوچھا تمہارے امیر کہاں ہیں؟ جواب دیا گیا کہ آج اونٹوں کا چرواہا بیمار ہے آپ سرکاری اونٹوں کو چرانے کے لیے جنگل میں گئے ہیں۔ وہ جنگل کی طرف گیا تو وہاں حضرت عمرؓ کو دیکھا کہ درخت کے سایہ میں دُرّہ سرہانے رکھے ہوئے سو رہے ہیں۔ وہ دل میں کہنے لگا اس شخص نے دنیا میں فتنہ پھیلا رکھا ہے۔ اب اس کو ہلاک کرنا میرے لیے آسان ہے۔ اس نے تلوار کھینچی ہی تھی کہ اسی وقت دو شیر اس پر حملہ آور ہو گئے۔ یہ دیکھ کر اس نے شور مچایا۔ حضرت عمرؓ بیدار ہوئے۔ اس نے تمام ماجرا سُنایا اور مشرف بہ اسلام ہو گیا۔ یہ من جملہ اُن بہت سی کرامتوں کے ایک کرامت تھی جو حضرت عمرؓ سے ظاہر ہوئیں۔

(۶) حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسجد نبوی میں خطبہ دے رہے تھے کہ اچانک فرمانے لگے یاسادیۃ الجبل۔ یاسادیۃ الجبل ساریہؓ اس وقت مدینہ سے بہت دور دوسرے ملک میں لڑ رہے تھے۔ اس آواز کو ساریہؓ اور ان کے ساتھیوں نے میدانِ جنگ میں اس حالت میں سُنا کہ جب کہ وہ دشمن سے قریب قریب شکست کھا چکے تھے۔ یہ آواز سُن کر سب نے پہاڑ کو اپنی پشت پر لے کر حملہ کر دیا اور اللہ تعالیٰ نے ان کو فتح مند کیا۔ (بیہقی)

(۷) حضرات اُسید بن حضیر اور عباد بن بشر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں حاضر تھے۔ ایک تہائی رات گئے وہ اٹھے اور اپنے گھروں کی طرف روانہ ہوئے۔ رات نہایت اندھیری تھی۔ ان دونوں کے ہاتھوں میں ایک ایک لاٹھی تھی۔ پس اُن میں سے ایک کی لاٹھی روشن ہوگئی اور وہ دونوں اس کی روشنی میں چلتے گئے۔ جب وہ اُس مقام پر پہونچے جہاں سے دونوں کے راستے الگ ہوتے تھے تو وہاں پہونچ کر دوسرے کی لاٹھی بھی روشن ہوگئی۔ پس ہر ایک اپنی اپنی لاٹھی کی روشنی میں اپنے گھر پہونچ گیا۔ (بخاری)

(۸) حضرت عائشہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا فرماتی ہیں کہ نجاشیؒ کے مرنے کے بعد ہم سے ہمیشہ بیان کیا جاتا رہا ہے کہ ان کی قبر پر نور دیکھا جاتا ہے۔ (ابوداؤد)

(۹) ایک صحابیؓ جن کا صحیح نام معلوم نہیں لوگ انھیں سفینہ

کہہ کر بلاتے تھے اور انھیں سفینہ کہنے کا باعث یہ ہوا کہ وہ ایک سفر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بوجھ اٹھائے ہوئے تھے۔ جو کوئی تھک جاتا اپنا بوجھ اُن پر ڈال دیتا اور وہ سب کا بوجھ اٹھائے جاتے جب آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو دیکھا تو فرمایا اَنْتَ السَّفِیْنَۃُ پس وہ اسی لقب سے مشہور ہو گئے۔ اور جو کوئی ان سے ان کا اصل نام پوچھتا تو وہ فرماتے کہ میرا نام وہی ہے جو پیغمبرِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے رکھا ہے۔

یہ حضرت سفینہ رضؓ روم کے ملک میں ایک مرتبہ اپنے لشکر کا راستہ بھول گئے۔ یا یہ قید کر لیے گئے اور وہاں سے بھاگ کر چلے۔ اپنے لشکر کو ڈھونڈتے تھے کہ ناگہاں انھیں ایک بڑا شیر نظر آیا۔ انھوں نے شیر سے کہا اے ابوالحارث! میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مولیٰ ہوں۔ پس شیر دُم ہلاتا ہوا ان کے سامنے آیا اور ان کے پہلو کے ساتھ چلنے لگا۔ جب کوئی اِدھر اُدھر سے خوفناک آواز آتی شیر فوراً اس طرف کا قصد کرتا اور پھر واپس آکر اُن کے پہلو بہ پہلو چلنے لگ جاتا یہاں تک کہ حضرت سفینہ رضؓ اپنے لشکر میں پہونچ گئے اور شیر یہاں سے واپس چلا گیا۔

(شرح السنۃ)

کرامت کا ثبوت آثار سے

(۱) حضرت ابراہیم نخعیؒ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک اللہ کے بندے کو ہوا میں اڑتے ہوئے دیکھا۔ میں نے پوچھا یہ بلند مرتبہ آپ نے کس عمل کی بدولت پایا۔ جواب ملا میں نے نفس کے اتباع سے منہ موڑا اور خدائے تعالیٰ کے احکام کی فرماں برداری کی جس کے صلہ میں مجھ سے پوچھا گیا کیا چاہتا ہے؟ میں نے عرض کیا کہ جب میں نے ہوا و ہوس کو چھوڑ دیا ہے تو میرا ٹھکانا ہوا میں ہونا چاہیے تاکہ میں دنیا والوں سے علیحدہ رہوں اور دوبارہ نفس کے فتنوں میں مبتلا نہ ہو جاؤں۔ ک م - ۲۲۰

(۲) حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں میں نے عبادان میں ایک حبشی کو دیکھا جو بالکل غیر آباد جگہ میں رہتا تھا۔ ایک دن میں بازار سے نہایت عمدہ کھانا خرید کر اُن کے پاس لے گیا۔ پوچھا کیا لائے ہو۔ میں نے کہا کھانا لایا ہوں اس خیال سے کہ آپ کو ایسا کھانا کہاں ملتا ہوگا۔ یہ سُن کر وہ ہنس دیے اور ہاتھ سے اشارہ کیا۔ میں نے دیکھا کہ اس غیر آباد کھنڈر کی دیواریں اور پڑی ہوئی اینٹیں وغیرہ سب سونا بن رہی ہیں۔ حضرت حسنؒ فرماتے ہیں کہ یہ دیکھ کر میں بہت شرمندہ اور جو کچھ لے گیا تھا وہیں چھوڑ کر بھاگ آیا۔ کیونکہ پھر ان کی ہیبت اور عظمت نے مجھے وہاں کھڑا نہ رہنے دیا۔

(۳) حضرت ابراہیمؒ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک دفعہ ایک چرواہے

سے پانی مانگا اس نے کہا پانی تو میرے پاس ہے نہیں، البتہ دودھ ہے میں نے کہا مجھے تو پانی کی ضرورت ہے۔ اس نے اٹھ کر پتھر پر عصا مارا۔ اس سے نہایت صاف پانی نکل آیا۔ میں یہ دیکھ کر حیران ہوا تو کہنے لگا حیرانی کی کیا بات ہے۔ بندہ جب اللہ کا ہو جاتا ہے تو تمام دنیا کی چیزیں اس کے تابع ہو جاتی ہیں۔ (مَنْ کَانَ لِلّٰہِ کَانَ اللّٰہُ لَہٗ)
(حدیث)

(۴) حضرت ابو سعید خراز رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں ایک دفعہ کھانا کھا کر ایک سفر کے لیے روانہ ہوا۔ تین روز کے بعد بھوک کی وجہ سے مجھے ضعف محسوس ہوا۔ میں ایک پتھر پر بیٹھ گیا۔ غیب سے آواز آئی ابو سعید! اگر تو چاہے تو تجھے کھانا کھلا دیا جائے جس سے تیری بے چینی دور ہو جائے۔ اور اگر تو چاہے تو تجھے بغیر کھلائے ہی سکون بخشا جائے۔ میں نے کہا پروردگار! کھانے سے جو طاقت پیدا ہوتی ہے وہ بغیر کھائے مجھ میں پیدا ہو جائے۔ چنانچہ اسی وقت مجھ میں اتنی طاقت آگئی کہ میں نے بغیر کھائے ہی وہ سفر پورا کر لیا اور طبیعت میں کسی قسم کا ضعف نہ آیا۔ ک م ۲۲۱۔

امام طبرانی رح فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ مجھے ایک پتھر کی ضرورت پڑی چنانچہ میں سرخس کے نالے سے جو بھی پتھر اٹھا لاتا وہی گوہر بے بہا بن جاتا اور میں انھیں پھینک دیا کرتا تھا۔ اس حکایت کو حضرت ہجویری رح نقل فرما کر ارشاد فرماتے ہیں کہ یہ معاملہ اس وجہ سے تھا کہ ان کے نزدیک

پتھر اور جواہرات ایک جیسے تھے۔

(۶) حضرت امام خواجہ خرامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں بچپن میں سرخس کے ایک محلّے میں توت کے پتوں کی تلاش کے لیے گیا۔ میں نے ایک درخت پر چڑھ کر اس کو جھاڑنا شروع کیا۔ اس وقت شیخ ابوالفضل بن حسن رحہ کا بھی اس کوچہ سے گذر ہوا۔ میں درخت پر تھا۔ آپ نے مجھے نہیں دیکھا۔ میں بھی سمجھ رہا تھا کہ اس وقت حضرت اپنے سے غائب ہیں اور دل اللہ تعالیٰ کے ساتھ مشغول ہے۔ حضرت ابوالفضل بن حسن رحہ نے خوشی اور سرور کی حالت میں سر کو اوپر اٹھا کر عرض کیا، خدایا! ایک برس سے بھی زیادہ گذر گیا کہ تو نے مجھے ایک دانگ (روپیہ) کی مقدار بھی عطا نہ فرمائی کہ جس سے میں اپنی اشد ضروریات پوری کر لیتا کیا دوستوں کے ساتھ ایسا ہی کیا کرتے ہیں۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا یہ کہنا تھا کہ میں نے دیکھا کہ وہ درخت فی الفور اپنے تنے سے لے کر چوٹی تک سونے کا بن گیا اور جس قدر شاخیں اور پتے تھے وہ بھی سب سونے کے بن گئے۔ ک م ۲۲۲

(۷) حضرت ذوالنون مصری فرماتے ہیں کہ ایک بار میں ایک جماعت کے ساتھ مصر سے جدّہ جانے کے لیے کشتی میں بیٹھا۔ ایک گودڑی پوش نوجوان بھی ہمارے ساتھ اس کشتی میں سوار تھا۔ میرے دل میں یہ خواہش ہوتی تھی کہ میں اس کی مجلس میں بیٹھوں اور اس سے دو چار باتیں کروں مگر اس کی ہیبت مجھے اس جرأت کے کرنے سے مانع رہی۔ وہ نوجوان

کسی وقت بھی عبادتِ الٰہی سے خالی نہیں رہتا تھا۔ ایک دن کسی سوار کا ایک بٹوہ جواہرات کا کشتی میں گم ہو گیا۔ اس نے اس درویش پر گمان کیا اور اس پر تہمت رکھ دی۔ لوگوں نے اس پر سختی کرنے کا ارادہ کیا مگر میں ان کے بیچ میں پڑ گیا اور ان سے کہا کہ محض شبہ کی بنا پر جلد بازی سے کام نہ لو اور اس کے ساتھ بدسلوکی نہ کرو۔ پہلے مجھے نرمی کے ساتھ اس سے پوچھ لینے دو۔ میں نے علیحدہ ہو کر اس درویش کو بہت نرمی سے کہا کہ یہ لوگ آپ پر چوری کا شبہ کر چکے ہیں اور میں نے انھیں سختی کرنے سے روکا ہوا ہے اب بتلاؤ کہ تمہاری کیا رائے ہے۔ یہ سن کر اس نے اپنا منہ آسمان کی طرف اٹھایا اور کچھ کہا۔ میں نے دیکھا کہ اسی وقت بہت سی مچھلیاں پانی کی سطح پر آگئیں ان سب کے منہ میں ایک ایک نادر اور بیش قیمت ہیرا تھا۔ اس درویش نے ایک مچھلی کے منہ سے ایک ہیرا لے کر الزام لگانے والے کو دے دیا اور خود کشتی سے اُتر کر پانی کی سطح پر چلنا شروع کیا کیونکہ کشتی والوں سے بیزار ہو چکا تھا۔ اب جس شخص نے وہ بٹوہ چُرایا تھا اس نے وہ بٹوہ نکال کر مالک کے سامنے پھینک دیا۔ سب نہایت شرمندہ ہوئے اور خود کو ملامت کرنے لگے۔

(۸) حضرت علی بن عثمان جلابی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک وقت مجھے بہت ہی مشکل کا سامنا ہوا اور میں کچھ ایسی مشکلات میں پھنس گیا کہ جن کا حل مجھ پر دشوار تھا۔ میں نے ابوالقاسم گرگانی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس جانے کا ارادہ کیا۔ چنانچہ سفر کے بعد جب میں ان کی خدمت

حاضری دینے کے لیے گیا تو دیکھا کہ وہ اپنی گھر والی مسجد میں تنہا بیٹھے ہیں۔ اور میرا واقعہ مسجد کے ستون سے بیان کر رہے ہیں۔ میں نے عرض کیا یا حضرت! آپ یہ باتیں کس سے کر رہے تھے؟ آپ نے فرمایا بیٹا! اس ستون کو اللہ تعالیٰ نے مجھ سے گویا کیا ہے۔ چنانچہ ستون نے مجھ سے تیرا حال دریافت کیا تھا جس کے جواب میں میں اسے تیرا واقعہ سُنا رہا تھا۔ ک م ۲۲۳

یہی حضرت علی بن عثمان جلابی رح فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ میں گاؤں میں شیخ ابوسعید رح کی قبر پر تنہا بیٹھا ہوا تھا۔ میں نے دیکھا کہ سفید رنگ کا ایک کبوتر قبر کے غلاف کے نیچے آ کر چھپ گیا۔ میں نے خیال کیا کہ یہ کسی سے اپنی جان بچا کر آیا ہے۔ جب میں نے اٹھ کر اس کی تلاش کی تو وہ غلاف کے نیچے موجود نہ تھا۔ اسی طرح چار روز تک میں برابر یہی چیز دیکھتا رہا۔ مجھے انتہائی حیرت تھی اور یہ بھید مجھ پر نہ کھلتا تھا۔ یہاں تک کہ ایک رات مجھے حضرت شیخ کی زیارت ہوئی۔ میں نے آپ سے اس واقعہ کو منکشف کرنے کی درخواست کی۔ آپ نے فرمایا وہ کبوتر میری نیکی اور میرے معاملات کی صفائی ہے جس کو میں نے دنیا میں چھوڑا ہے، وہ ہر روز میری ہم نشینی کے لیے کبوتر کی صورت میں آتی ہے۔ میں اس سے خوش ہوتا ہوں اور وہ مجھ سے۔

ک م ۲۲۴

نبی اور ولی کا فرق

حضرت علی بن عثمان جلابی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں :-

۱) طریقت کے تمام شیوخ کا اتفاق ہے کہ اولیاء ہر حال میں انبیاء کے متبع، تابعدار اور پیروکار اور ان کی تعلیمات کی تصدیق کرنے والے ہوتے ہیں۔ اس لیے کہ ولایت کی انتہا نبوت کی ابتدا ہوتی ہے۔

۲) تمام انبیاء لازمی طور پر اولیاء ہوتے ہیں لیکن کسی ولی کے لیے یہ ممکن نہیں کہ وہ نبی بن سکے۔

۳) اولیاء کے لیے جو مقام ہوتا ہے انبیاء کے لیے وہ حجاب ہوتا ہے۔

۴) اولیاء جہاں اپنے وہم وخیال سے پہونچتے ہیں وہاں انبیاء اپنے جسم کے ساتھ پہونچ جاتے ہیں۔

۵) انبیاء بشری صفات کی نفی میں اصل ہیں اور اولیاء اس میں فروع کی حیثیت رکھتے ہیں۔ حضرات اولیاء کے لیے یہ حال وقتی طور پر طاری ہوتا ہے لیکن حضرات انبیاء علیہم السلام کے لیے یہ ایک مستقل مقام ہے۔ بشری صفات مثلاً حرص۔ حسد۔ بغض۔ طولِ امل۔ بخل غصہ۔ حبِ مال۔ حبِ جاہ وغیرہ حضرات انبیاء علیہم السلام سے بالکل فنا کر دی جاتی ہیں اور ان کی جگہ ملائکہ کی صفات ان کا مستقل مقام ہوتا ہے۔

۶) اولیاء جب ولایت کی انتہا کو پہونچتے ہیں اس وقت مشاہدہ سے خبر دیتے ہیں اور بشریت کے حجاب سے خلاصی پاتے ہیں۔ اگرچہ رہتے وہ اب بھی بشر ہی ہیں۔ مگر انبیاء علیہم السلام کا بشر ہوتے ہوئے پہلا قدم ہی مشاہدہ میں ہوتا ہے اور انہیں اپنے منصب کی نوعیت سے ہمہ وقت مشاہدہ حاصل ہوتا ہے۔

۷) حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ سے لوگوں نے پوچھا آپ انبیاء کے حال میں کیا فرماتے ہیں؟ آپ نے فرمایا افسوس ہم کو اُن کے احوال تک کوئی رسائی نہیں۔ ہم اپنی سطح پر رہ کر انکے متعلق جو کچھ خیال کرتے ہیں وہ سب ہم اور ہمارے ہی خیالات ہیں۔ حق تعالیٰ نے ان کی صفاتِ باطنی کو ایسے بلند مقام اور ایسے شجرۂ پوشیدہ میں رکھا ہے جہاں مخلوق کی آنکھ نہیں پہونچ سکتی۔ پس جس طرح اولیاء کا مرتبہ عام مخلوق کے فہم و ادراک سے مخفی ہے اسی طرح انبیاء علیہم السلام کا مرتبہ اولیاء کی رسائی سے مخفی ہے۔

۸) ولی کے لیے کرامت ضروری نہیں بہت سے اولیاء اللہ سے کرامت کا صدور نہیں ہوا۔ مگر کوئی نبی بلا معجزہ کے نہیں ہوا۔ (انصاری)

۹) ہر نبی بالیقین جانتا ہے کہ میں نبی ہوں مگر ولی بالیقین نہیں جانتا کہ میں ولی ہوں۔ (انصاری)

فنا وبقا

حضرت ابو سعید رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ فنا فی اللہ ہونے کی تکمیل یہ ہے کہ بندہ آداب عبودیت میں فنا ہو جائے۔ اور باقی باللہ ہونے کی تکمیل یہ ہے کہ بندہ غیر اللہ سے قطع نظر کر کے مشاہدۂ ذاتِ حق میں محو ہو کر بقائے دوام حاصل کرلے۔ یعنی بندہ بندگی کی حقیقت کو اُس وقت پہونچتا ہے جب وہ دیگر مخلوقات ہی سے نہیں بلکہ اپنی ذات سے بھی قطع نظر کر کے ذاتِ الٰہی میں محو ہو جاتا ہے۔

حضرت علی بن عثمان جلابی رح فرماتے ہیں کہ بقا کی حقیقت یہی ہوتی ہے کہ بندہ کی فنا فرائض عبودیت کی تکمیل اور ذاتِ حق میں محویتِ تامّہ کے باعث ہو۔ اس عشق اور ربط کا کشف دل پر ہوتا ہے۔ یہانتک کہ خداوند تعالےٰ جل شانہ کے جلال کے غلبہ میں بندے کے دل سے دنیا و عقبیٰ فراموش ہو جاتے ہیں اور احوال و مقام اس کی نگاہ میں حقیر ہو جاتے ہیں۔

مشائخ میں سے ایک شیخ فرماتے ہیں میں نے اپنی فنا سے تیری ذاتِ باقی کو حاصل کیا۔ میں نے اس عشق میں اپنے اسم اور جسم کی رسم کو محو و نابود کر دیا۔

مجھ سے پوچھا گیا تو کون ہے؟ میں نے جواب میں کہا میرا وجود بھی تیری ہی ذات ہے۔ اور اس کا مطلب یہ ہے کہ جب قطرہ دریا میں نابود

ہوا تو وہ دریا ہی ہو گیا اور اس کا وجود ثابت نہ رہا۔ ک م ۲۳۲

مجھ ناچیز جامع کے خیال میں منصور حلاج کا انا الحق کہنا بھی دراصل یہی فنا و بقا کا کمال تھا۔ (انصاری)

ایک مرید نے حضرت بایزید رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت کا قصد کیا۔ جب اُن کے تسبیح خانہ کے دروازے پر آیا تو دستک دی بایزیدؒ نے پوچھا کون ہے۔ کس سے ملنا چاہتا ہے؟ اُس نے کہا میں ابویزید سے ملنا چاہتا ہوں۔ آپ نے دریافت کیا کہ ابویزید کون ہے اور کہاں رہتا ہے؟ مدت سے میں خود ابویزید کی تلاش میں ہوں لیکن اس کو کہیں نہ پایا۔ جب یہ شخص حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں گیا اور انھیں یہ قصہ سُنایا تو حضرت ذوالنونؒ نے فرمایا بھائی! بایزید خدا کی طرف جانے والی جماعت میں شریک ہوا۔

ایک شخص حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ تھوڑی دیر کے لیے مجھے حاضری کی اجازت دیجیے تاکہ میں آپ سے ایک ضروری بات کہوں۔ حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا بھائی! تو مجھ سے وہ چیز طلب کرتا ہے جس کو میں خود مدت سے تلاش کر رہا ہوں۔ میں کتنے ہی برس سے یہ چاہ رہا ہوں کہ ایک لمحہ کے لیے آپ پر حاضر ہوں مگر میں حاضر نہیں ہو سکتا۔ جب میں اپنی ذات کے

لیے بھی حاضر نہیں تو تیرے ساتھ کس طرح حاضر ہو سکتا ہوں۔

حضرت بایزید رحمۃ اللہ علیہ ایک دن اپنے تسبیح خانہ میں تھے کہ ایک شخص آیا اور اُس نے پوچھا کہ کیا ابویزید یہاں ہے؟ آپ نے جواب دیا اس گھر میں اللہ تعالیٰ کے سوا دوسری کوئی چیز موجود نہیں ہے۔

مَعرفتِ حق

یعنی

خدا تعالےٰ کی پہچان

اگلے پیغمبروں کی مشہور کتابوں میں حکم ہے :-

اِعرِفْ نَفْسَكَ تَعرِفْ رَبَّكَ — اپنی ذات کو پہچان تو اپنے رب کو پہچان لے گا۔

یہ کلمات اس بات کی دلیل ہیں کہ انسان کا نفس آئینہ کی مانند ہے جو اس کی طرف غور و فکر کی نظر کرے گا وہ اپنے خدا کو دیکھے گا بسلفِ صالحین سے مروی ہے :-

مَنْ عَرَفَ نَفْسَہٗ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّہٗ — جس نے اپنے نفس کو پہچان لیا اُس نے اپنے رب کو پہچان لیا۔

وجودِ انسانی سے معرفتِ حق کی دو صورتیں ہیں۔ ایک تو کچھ زیادہ مشکل ہے اور عوام کی سمجھ کی رسائی سے باہر ہے - دوسری جو زیادہ آسان ہے وہ یہ ہے کہ انسان اگر تھوڑا سا بھی غور و فکر کرے تو وہ ـــــ

ـــــ اپنی ہستی سے اللہ تعالےٰ کی ذاتی ہستی کو پہچان لیتا ہے۔

.. ـــــ اپنی صفات سے اللہ تعالیٰ کی صفات معلوم کرلیتا ہے۔

... ـــــ اپنی سلطنت کے اختیار سے جو اس کے بدن اور اعضاء میں ہے تمام دنیا میں اللہ تعالیٰ کے اختیار کو معلوم کرلیتا ہے۔

تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ :۔

. ـــــ ہر شخص اچھی طرح سے جانتا ہے کہ اس کی پیدائش کی اصل ناپاک پانی کا ایک قطرہ یعنی نطفہ ہے۔ اس میں نہ عقل تھی نہ سماعت و بصارت۔ نہ سر نہ ہاتھ نہ پاؤں نہ زبان نہ آنکھ نہ رگ و ریشہ نہ ہڈی نہ گوشت و پوست۔ جب انسان اپنی زندگی کے درجۂ کمال پر پہونچ کر ایک بال بھی پیدا کرنے سے عاجز ہے تو اس وقت تو وہ کیا کر سکتا ہوگا۔ پس اس کو اپنی ذات کے موجود ہونے سے اللہ تعالیٰ کی ذاتی ہستی ضرور معلوم ہو جائے گی۔ اب جب وہ اپنے بدن کے ظاہری اور باطنی عجائبات کا ملاحظہ کرے گا تو وہ پالے گا کہ اُس کو قدرتِ کامل ہے جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ وہ اپنی صفات کے عجائبات میں اپنے اعضاء کے منافع کو دیکھے گا کہ ہر ایک کے پیدا کرنے میں کیا حکمت رکھی گئی ہے۔ اعضائے ظاہری مثلاً ہاتھ۔ پاؤں۔ آنکھ۔ زبان اور دانتوں سے، نیز اعضاء باطنی مثلاً جگر۔ تلی اور پتہ وغیرہ سے اپنے پروردگار کے علم کو پہچان لیگا کہ وہ کامل درجہ کا ہے اور تمام چیزوں پر احاطہ کیے ہوئے ہے

وہ دیکھے گا کہ اگلے دانتوں کے سرے غذا کاٹنے کے لیے تیز کیے گئے ہیں اور پچھلے دانتوں کے سرے غذا کھانے اور چبانے کے لیے چپٹے بنائے گئے ہیں۔ زبان کو اُن کے پہلو میں مجرفہ کی صورت میں بنایا ہے تاکہ وہ غذا کو چکّی میں ڈالے۔ زبان کے نیچے چشمہ کی طرح پانی چھڑکنے والی ایک قوت بنائی تاکہ وہ حسبِ ضرورت پانی گرائے اور غذا تر ہو کر بلا رُکاوٹ حلق سے نیچے اُترتی جائے، تو اس کا دل گواہی دے گا کہ ساری دنیا کے دانش ور مل کر بھی اس سے بہتر کوئی صورت تجویز نہیں کر سکتے تھے۔ اسی طرح وہ دیکھتا ہے کہ ہاتھ کی پانچ انگلیاں ہیں۔ چار ایک قطار میں ہیں اور ایک انگوٹھا ہے جو اُن سے چھوٹا اور ان سے زیادہ دور ہے مگر اُن میں سے ہر ایک کے ساتھ مل کر کام کرتا ہے اور سب پر پھرتا ہے۔ ہر انگلی کے تین جوڑ ہیں۔ انگوٹھے کے دو جوڑ ہیں کہ چاہے تو مجرفہ بنائے اور چاہے تو مغرفہ بنائے۔ چاہے بند کرے چاہے مٹھی باندھ کر ہتیار بنائے اور چاہے چوڑا کر کے طباق بنالے۔ انسانی اجزاء کے ہر جز میں ایسی ہی حکمتیں پوشیدہ ہیں۔ وہ جان لے گا کہ اللہ تعالےٰ کا علم اس پر محیط ہے اور تمام چیزوں پر مطلع ہے۔

اسی طرح غور و فکر کرنے پر ہر ایک انسان اپنی صفائی اور پاکیزگی سے اللہ تعالےٰ کی صفائی اور پاکیزگی معلوم کر سکتا ہے۔ اللہ تعالےٰ کی صفائی اور پاکیزگی سے یہ مراد ہے کہ وہ پاک و مقدس ہے۔ وہم و

خیال سے بالاتر ہے اور اس بات سے بھی کہ ہم اُسے کسی جگہ سے نسبت کر سکیں اگرچہ کوئی جگہ اس کے تصرف سے خالی نہیں چنانچہ یہ معلوم کرنے کے لیے انسان اپنے دل کی طرف دیکھتا ہے جو اس کی جان کی حقیقت ہے اور وہم وخیال سے پاک ہے۔ اس کی مقدار ورنگت نہیں ہے۔ وہ تقسیم نہیں ہو سکتا۔ اور اسی لیے وہ کسی طرح خیال میں نہیں آسکتا۔ کیونکہ خیال میں وہی چیز آسکتی ہے کہ جسے (یا جس کی جنس کو) آنکھ نے دیکھا ہو۔ جس چیز میں ان صفات کا دخل نہ ہو اسکی چگونگی (کس طرح کی ؟) کا سوال باطل ہو جاتا ہے۔ پس اگر تُو معلوم کرنا چاہتا ہے کہ فلاں چیز میں چگونگی کو دخل نہیں تو اپنی حقیقت کو دیکھ جو محلِ معرفت ہے اور قسمت پذیر نہیں۔ مقدار۔ کیفیت اور کمیت کو اس میں دخل نہیں۔ پس جب تو نے اپنے آپ کو اس صفت میں پالیا تو جان لے کہ اللہ تعالےٰ اس تقدیس سے اولیٰ تر ہے۔ یہ بات جاننے کے لیے کہ ہم اُسے کسی جگہ سے نسبت نہیں دے سکتے انسان کو چاہیے کہ وہ اپنی جان پر غور کرے کہ اسے بھی کسی عضو سے نسبت نہیں دی جاسکتی۔ کون کہہ سکتا ہے کہ جان ہاتھ میں ہے یا پاؤں میں۔ سر میں ہے یا کسی دوسری جگہ میں۔ بلکہ جسم کے تمام اعضاء قسمت پذیر ہیں اور وہ قسمت پذیر نہیں ہے۔ باوجودیکہ اُسے کسی عضو سے منسوب نہیں کر سکتے لیکن کوئی عضو اس کے تصرف سے باہر نہیں ہے۔ اسی طور تمام دنیا بادشاہِ عالم

کے تصرف میں ہے اور وہ اس سے منزہ ہے کہ اُس کو کسی خاص جگہ سے منسوب کریں۔

اب یہ امر وضاحت طلب رہ گیا کہ حق تعالےٰ کی بادشاہی اپنی سلطنت میں کیوں کر کام کرتی ہے۔ اُس کا فرشتوں کو حکم کرنا فرشتوں کا اس حکم کی تعمیل کرنا۔ فرشتوں کے ہاتھوں فرامین کا جاری کرنا۔ زمین و آسمان سے حکم بھیجنا۔ آسمانوں اور ستاروں کو جنبش دینا۔ آسمان سے اہلِ زمین کے کام متعلق کرنا۔ رزق کی چابی آسمان کے حوالے کرنا وغیرہ سب کچھ کیوں کر ہے۔ یہ اللہ تعالےٰ کی معرفت کا ایک بڑا دروازہ ہے۔ اس کو معرفتِ افعال کہتے ہیں اس معرفت کی کنجی بھی اپنے نفس کی پہچان ہے۔ مثلاً جب تو نے چاہا کہ کاغذ پر بسم اللہ لکھے تو پہلے تجھ میں رغبت اور ارادت پیدا ہوتی ہے۔ پھر تیرے دل میں ایک حرکت اور جنبش پیدا ہوتی ہے۔ یہ وہ دل نہیں ہے جو بظاہر ایک گوشت کا لوتھڑا تیرے سینے میں بائیں جانب لٹک رہا ہے بلکہ وہ ایک جسمِ لطیف ہے جو دل سے حرکت حاصل کر کے دماغ کو جاتا ہے۔ اس جسمِ لطیف کو حکیم رُوح کہتے ہیں باقی وہ روح جو حس و حرکت کی قوتوں کی اٹھانے والی ہے یہ دوسری روح ہے جو چوپایوں میں بھی ہوتی ہے اور اسی روح پر موت وارد ہوتی ہے۔ جس کا نام ہم نے دل رکھا ہے یہ روح چوپایوں میں نہیں ہوتی۔ نہ اسے موت آتی ہے کیونکہ یہ اللہ تعالےٰ کی معرفت کا

محل ہے۔ پس جب روح دماغ میں پہونچتی ہے تو بسم اللہ کی صورت دماغ کے پہلے خزانے میں جو قوتِ خیال کی جگہ ہے ظاہر ہوتی ہے اس صورت سے ایک اثر بنتا ہے اور پھر یہ اثر دماغ سے پٹھوں میں جاتا ہے۔ چنانچہ یہ پٹھے (اعصاب) ہلتے ہیں جن سے انگلیوں کے پوروں میں جنبش پیدا ہوتی ہے۔ انگلی قلم کو ہلاتی ہے تو بسم اللہ کی صورت جو کہ خیال کے خزانے میں تھی حسِ متعلقہ (آنکھ) کی مدد سے کاغذ پر نمودار ہوتی ہے۔ پس جیسا کہ اس کام کی رغبت تجھ میں پیدا ہوئی وہ اللہ تعالےٰ کی ایک صفت تھی جس کو ارادہ کہتے ہیں۔ اور جیسا کہ اول اس ارادہ کا اثر تیرے دل میں پیدا ہوا پھر اس کے ذریعے دوسری جگہ پہنچا ایسا ہی اوّلاً حق تعالیٰ جل جلالہٗ کی ارادت کا اثر عرش پہ پہونچتا ہے پھر دوسروں تک پہونچتا ہے۔ اور جیسا کہ انسان کے اندر جسم لطیف بخاری اس اثر کو دل کی رگوں کے راستے سے دماغ تک پہونچاتا ہے اور اس جسم لطیف کو ہم روح کہتے ہیں۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کے لیے بھی ایک لطیف جوہر ہے جو اسے عرش سے کرسی تک پہونچاتا ہے۔ اس جوہر کو فرشتہ۔ روح اور روح القدس کہتے ہیں۔ اور جیسا کہ اس کا اثر دل سے دماغ تک پہونچتا ہے۔ اور دماغ اس کے تصرف ولایت کے حکم ہیں دل سے نیچے ہے ایسا ہی پہلے پہل اثر عرش سے کرسی پہ پہونچتا ہے اور کرسی عرش کے نیچے ہے۔ اور جیسا کہ بسم اللہ کی صورت جو تیری مراد اور تیرا فعل ہے دماغ کے پہلے خزانہ میں

ظاہر ہوتی ہے اور فعل اس کے موافق پیدا ہوتا ہے ایسا ہی جو صورت دنیا میں ظاہر ہوتی ہے پہلے اس کا نقش لوح محفوظ پر نمودار ہوتا ہے اور جیسا کہ قوتِ لطیف دماغ میں ہے جو اعصاب کو متحرک کرتی ہے اور اعصاب ہاتھ اور انگلیوں کو ہلاتے ہیں اور بالآخر انگلیاں قلم کو ہلاتی ہیں ایسا ہی وہ جواہر لطیف جو عرش و کرسی پر مقرر ہیں آسمانوں اور ستاروں کو ہلاتے ہیں اور جیسا کہ دماغی قوت رگ و ریشہ کو ہلاتی ہے ایسا ہی وہ جواہر لطیف جنھیں ملائکہ کہتے ہیں ستاروں اور ان کی شعاعوں کے ذریعے سے عالم سفلی کی طبائع کو جنھیں اربع عناصر کہتے ہیں ہلاتے ہیں اور وہ گرمی۔ سردی۔ تری اور خشکی ہے اور جیسا کہ قلم سیاہی کو متحرک کر کے اسے پراگندہ اور جمع کر دیتا ہے تاکہ بسم اللہ کی صورت ظاہر ہو۔ اسی طرح یہ گرمی۔ سردی۔ پانی۔ خاک اور امہات کو حرکت میں لاتی ہے اور جس طرح کاغذ سیاہی کو قبول کرتا ہے ایسا ہی رطوبت ان مرکبات کو قابل شکل بناتی ہے اور خشکی اس شکل کی محافظت کرتی ہے۔ کیونکہ اگر رطوبت نہ ہو تو صورت مرتب نہ ہو سکے اور اگر خشکی نہ ہو تو شکل محفوظ نہ رہے اور جیسا کہ قلم نے اپنے کام کو مکمل کر کے اپنی حرکت کو ختم کیا تو بسم اللہ کی صورت خزانۂ خیال کے نقش کے مطابق بصارت کی اعانت سے ظہور پذیر ہوئی اسی طرح جب حرارت اور برودت نے اُمّہاتِ مرکبات کو ملائکہ کی مدد سے متحرک کیا تو حیوانات اور نباتات کی

صورت لوحِ محفوظ کے مطابق اس دنیا میں ظاہر ہوئی اور جس طرح
تمام کاموں کا پہلا اثر دل سے اٹھتا ہے اور تمام اعضاء میں پھیلتا
ہے۔ اسی طرح عالمِ اجسام کے کاموں کا پہلا اثر عرش پر ظاہر ہوتا ہے
اور جیسا کہ اس خاصیت کو سب سے پہلے دل قبول کرتا ہے اور
اس کے بعد دوسرے اعضاء۔ اور دل کو تجھ سے منسوب کرتے ہیں،
تاکہ گمان کریں کہ تو دل کا ساکن ہے اسی طرح چونکہ عرش کے ذریعے
سے سب پر غلبہ ہے یہ گمان کرتے ہیں کہ اللہ تعالےٰ عرش پر قائم
ہے اور جیسا کہ تو دل پر غالب ہو کر دل کے کام درست کرتا ہے اور
جسمانی بادشاہت کی تدبیر کرتا ہے اسی طرح جب اللہ تعالیٰ نے
عرش کو پیدا کر کے عرش پر غلبہ حاصل کیا اور اس کو سیدھا کھڑا کیا
تو تمام سلطنت کی تدبیر درست ہوئی۔ قرآن مجید میں بھی اسی طرح
آیا ہے:۔

ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ يُدَبِّرُ الْاَمْرَ — پھر عرش پر قائم ہو کر کام کی تدبیر کرتا ہے۔

واضح رہے کہ یہ سب کچھ درست ہے اور اہلِ بصیرت کو مکاشفہ
سے معلوم ہوا ہے۔

پس اس شہنشاہِ دو عالم کا شکریہ ادا کر جس نے تجھے پیدا کیا
اور اپنی سلطنت سے مملکت کا ایک نمونہ دیا۔ دل سے تیرا عرش
بنایا۔ اور روح حیوانی سے جس کا منبع دل ہے اسرافیل بنایا دماغ

سے کرسی اور خزانۂ خیالات سے لوح محفوظ بنائی۔ آنکھ، کان اور تمام حواس سے تیرے فرشتے اور قبۂ دماغ سے جو اعصاب کا منبع ہے آسمان اور ستارے بنائے اور انگلی۔ قلم اور سیاہی سے طبیعتوں کو تیرا مسخر کیا۔ اور تیرا دل بے چون و بے چگون پیدا کرکے اسے سب کا بادشاہ بنایا۔ اس وقت تجھے کہا گیا کہ خبردار! اپنی ذات اور اپنی بادشاہی سے غافل نہ رہنا کہ اس طرح تو اپنے پروردگار سے غافل ہو جائے گا۔

فَاِنَّ اللّٰہَ خَلَقَ اٰدَمَ عَلٰی صُوْرَتِہٖ فَاعْرِفْ نَفْسَکَ یَا اِنْسَانُ تَعْرِفْ رَبَّکَ (اکسیر ہدایت ۲۸ تا ۳۳)

پس اللہ تعالیٰ نے انسان کو اپنی صورت پر پیدا کیا پس اے انسان! اپنے نفس کو پہچان تاکہ تو اپنے رب کو پہچانے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے لوگوں نے پوچھا معرفت کیا ہے؟ آپ نے فرمایا:-

عَرَفْتُ اللّٰہَ بِاللّٰہِ وَ عَرَفْتُ مَادُوْنَ اللّٰہِ بِنُوْرِہٖ

میں نے اللہ تعالیٰ کو محض اس کی رہ نمائی سے پہچانا اور خدا کے ماسوا کو خدا تعالیٰ کے نور سے پہچانا

خدا تعالیٰ نے بدن کو پیدا کیا اور اس کی زندگی روح کے حوالے کی دل کو پیدا کیا اور اس کی زندگی اپنی معرفت کے حوالے کی۔ پس جب عقل کو بدن کے زندہ کرنے کی قدرت نہیں ہے تو محال ہے کہ وہ دل کو

زندہ کر سکے۔

اہل سنت کے نزدیک عقل معرفت کا ذریعہ تو ہو سکتی ہے لیکن معرفت کی علت نہیں۔ کیونکہ معرفت کی علت محض خداوند کریم کی مشیت اور عنایت ہے اور حق تعالیٰ شانہٗ کی عنایت و ہدایت کے بغیر عقلِ انسانی محض اندھی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ابوجہل اور ابو لہب جیسے عقلائے محض آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم جیسے پیغمبر صاحبِ وحی کی موجودگی میں پوری زندگی کافر و منکر ہی رہتے ہیں اور دوسری طرف جب اللہ رب العزت عقل کو ہدایت اور رہنمائی فرماتے ہیں تو حضرت بلال حبشی رض اور حضرت سلمان فارسی رض جیسی شخصیتیں ایمان و عمل میں ایک فقید المثال رتبہ حاصل کر لیتی ہیں۔

خوب سمجھ لو معرفت دل کی زندگی ہوتی ہے۔ ہر شخص کی عظمت اور قدر و قیمت بقدر معرفت ہوتی ہے۔ جس شخص کو ذات و صفاتِ الٰہی کی معرفت حاصل نہیں ہے وہ زندہ در گور اور خدا تعالیٰ کی نظر میں قطعی بے قدر و قیمت ہے۔

حضرت ابوالحسن نوریؒ فرماتے ہیں:-

توفیقِ خداوندی کے بغیر مخلوقات کسی کو خدا تک نہیں پہونچا سکتی اس ارشاد کو نقل فرما کر حضرت گنج بخش لاہوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں، میں کہتا ہوں کہ عہدِ نبوی میں ابوطالب سے بڑھ کر محبت

دگفتگو اور عقل و استدلال میں کوئی دوسرا شخص نظر نہیں آتا۔ اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر کوئی صاحبِ ایمان و صاحبِ عقل وحکمت نہیں تھا مگر چونکہ ابوطالب پر بدبختی اور شقاوت کا حکم اللہ تعالےٰ کی طرف سے جاری ہو چکا تھا لہٰذا آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رہ نمائی اور نصیحت نے اُسے کوئی فائدہ نہ پہونچایا۔

خلاصہ یہ کہ خداوند کریم کی معرفت کا علم اس کی ہدایت اور توفیق کے سوا حاصل نہیں ہوتا۔ ک م ۲۴۴ تا ۲۴۶

حضرت بایزید فرماتے ہیں کہ معرفت یہ ہے کہ تو اچھی طرح جان لے کہ مخلوق کی تمام حرکات و سکنات اللہ جل شانہٗ کی طرف سے ہیں۔

حضرت ابوبکر واسطیؒ فرماتے ہیں:۔

مَنْ عَرَفَ اللّٰهَ انْقَطَعَ عَنِ الْكُلِّ بَلْ خَرَسَ وَانْقَمَعَ

جس نے اللہ تعالےٰ کو پہچان لیا اس نے تمام ماسوٰی سے قطع تعلق کرلیا بلکہ خاموش اور چُپ ہوگیا اور سب سے یکسو ہوگیا۔

یعنی عارف وہ ہے جو ہر وقت ذکرِ الٰہی میں مشغول رہتا ہے فضول اور بے کار مشاغل سے بالکلیہ پرہیز کرتا ہے۔

اسی لیے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

اَللّٰهُمَّ لَآ اُحْصِيْ ثَنَاءً

خدایا! میں تیری حمد و ثناء کا

عَلَيْكَ اَنْتَ كَمَا اَثْنَيْتَ حق ادا نہیں کر سکتا
عَلٰى نَفْسِكَ
اُدھر سے بشارت آئی :-
اے نبی! جب تو اپنے آپ کو میری حمد و ثنا سے عاجز پاتا ہے تو میں کائنات کی تمام چیزوں کو تیرا نائب قرار دیتا ہوں جس قدر بھی وہ میری حمد و ثنا کریں گے وہ سب تمہارے حساب میں شمار ہو گی.

ک م ۸۸۸

توبہ

توبہ کے معنی[۱] گناہ سے منہ پھیر کر دل کو اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ کرنا۔

۲۔ نادم و شرمندہ ہونا۔

توبہ کے مرادی معنی یہ ہیں کہ بندہ پھر اپنے مالک کی طرف لوٹ آیا نیز بندہ کا اپنے گناہ پر شرمندہ ہونا بھی توبہ ہے۔

توبہ کے شرائط :-

۱۔ احکامِ خداوندی کی مخالفت پر دل کا کُڑھنا اور رنجیدہ ہونا

۲۔ ترکِ گناہ کے زمانے میں اللہ سے ڈرتے رہنا اور اس کی پکڑ سے بے خوف نہ ہونا

۳۔ خدا تعالیٰ کے ساتھ جن گناہوں کے چھوڑنے کا عہد کر چکا ہے اُن کو نہ کرے۔ اور یہ سب کچھ اسی حالت میں ہوگا جب بندہ اپنے کیے پر پشیمان ہوگا۔

توبہ کے اسباب :-

۱۔ جب خدا کی پکڑ کا خوف دل پر غالب ہو اور دل اس بات پر غمناک و اندوہ گین ہو کہ وہ افعالِ بد کا مرتکب ہو چکا ہے تو یقیناً ایسی حالت میں احساسِ ندامت ہوگا

۲۔ جب بندہ ایک طرف اپنے آپ پر اپنے رب کے احسانات

وعطا یاد کھتا ہے۔ دن رات اس کے فضل و احسان کی بارش کا مشاہدہ کرتا ہے اور دوسری طرف وہ اپنے اندر احسان مندی اور اعترافِ نعمت کے جذبات کی بجائے بغاوت و نافرمانی کی آمادگی و خواہش دیکھتا ہے تو وہ اس سے بہت زیادہ متاثر ہوتا ہے۔ خود کو ملامت کرتا ہے اور شدید شرمندگی محسوس کرتا ہے۔

۳۔ ایک انسان جب تصورِ قیامت اپنے آپ پر طاری کر لیتا ہے اور وہاں دیکھتا ہے کہ تمام مخلوق اور بالخصوص انبیاء علیہم السلام و اولیائے کرام کے روبرو میرے گناہ آشکارا ہوں گے تو وہ وہاں کی ذلت و رسوائی سے خوف زدہ ہو جاتا ہے۔ اور اپنی بداعمالیوں پر شرمسار ہوتا ہے اور فوراً اس کوشش میں لگ جاتا ہے کہ اس کا اعمال نامہ ایسے اعمال سے پاک ہو جائے جو وہاں اس کے لیے ذلت و رسوائی کا موجب بنیں۔

ان تینوں قسموں کے توبہ کرنے والے بارگاہِ الٰہی میں مقبول ہیں اور ان کی بخشش میں کوئی شک نہیں۔

لہٰذا توبہ کے تین عنوانات ہیں :۔

توبہ　　　انابت　　　خشیت

توبہ کا فائدہ :۔ توبہ بندے کو گناہوں سے فرماں برداری کی طرف توجہ دلاتی ہے اور اس کو تلافیٔ مافات پر کمربستہ کرتی ہے۔

تاکہ آئندہ نیکیوں کے ذریعے گذشتہ برائیوں کو مٹا دے۔ جب بندہ اپنے برے افعال پر غور و فکر کرتا ہے تو حق تعالیٰ اس کو اپنی طرف رجوع کرنے میں سہولتیں عنایت فرماتے ہیں اور معصیت کی نحوستوں سے بچا کر اسے اپنی تابعداری کی توفیق عطا فرماتے ہیں۔

حقیقت توبہ کے متعلق مشائخ کے خیالات

حضرت سہل بن عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ اور ایک جماعت صوفیائے عظام کا عقیدہ ہے کہ توبہ کی حقیقت یہ ہے کہ:۔

اَلتَّوْبَۃُ اَنْ لَّا تَنْسٰی ذُنُوْبَکَ — توبہ یہ ہے کہ تو اپنے گناہوں کو نہ بھولے۔

یعنی اُن کو یاد کر کے تجھ پر رقّت و ندامت طاری ہوتی رہے اور تو اُن کے باعث خدائے تعالیٰ کے قہر و عذاب سے لرزاں و ترساں رہے اور اُن گناہوں کو یاد رکھنے کے باعث اپنے نیک اعمال پر مغرور نہ ہو۔

سید الطائفہ حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے ساتھ حضرات صوفیائے کرام کی ایک جماعت کا عقیدہ یہ ہے کہ:۔

اَلتَّوْبَۃُ اَنْ تَنْسٰی ذُنُوْبَکَ — توبہ یہ ہے کہ تُو توبہ کے بعد اپنے گناہوں کو بھول جائے۔

اس کی حکمت یہ ہے کہ توبہ کرنے والا گناہوں سے پاک ہو جاتا ہے

اور اس حالت میں خدا کا عاشق ہوتا ہے۔ عاشق کا شیوہ یہ ہے کہ وہ مشاہدۂ معشوق میں رہے۔ چنانچہ وہ مشاہدہ میں گناہوں کو بھول جاتا ہے۔

حضرت علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ ان دونوں عقیدوں کو نقل کر کے فرماتے ہیں کہ دونوں عقیدے اپنی جگہ درست ہیں۔ دونوں کی نیت صحیح اور درست ہے۔

غرض توبہ کرنے والا اگر باقی الصفۃ ہے تو اس کے اسرارِ باطن کا عقدہ ابھی حل نہ ہوا ہوگا۔ اور اگر فانی فی الصفۃ ہے یعنی اپنی بشری صفات و حوائجِ بشری کو فنا کر کے فنا فی اللہ ہو رہا ہو تو اس کے حجابات خود بخود اٹھتے چلے جائیں گے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے تُبْتُ اِلَیْكَ کہا (الٰہی میں نے تیری بارگاہ میں توبہ کی۔ یعنی تیری طرف رجوع کیا) یہ قول موسیٰ علیہ السلام سے اُس وقت صادر ہوا جب کہ آپ بقائے صفت کی حالت میں تھے۔

اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:۔

اَللّٰهُمَّ لَا اُحْصِیْ ثَنَاءً عَلَیْكَ	خدایا! میں تیری تعریف کا حق ادا نہیں کر سکتا

آپؐ نے یہ الفاظ فنائے صفت کی حالت میں ارشاد فرمائے۔

اقسامِ توبہ ــــــ

رجوع میں توبہ تین قسم پر ہے :-

(۱) گناہ و خطاء سے صواب و نیکی کی طرف ۔ قرآن میں اس کو اس طرح بیان فرمایا گیا :-

وَالَّذِیْنَ اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَۃً اَوْظَلَمُوْٓا اَنْفُسَھُمْ ذَکَرُوا اللّٰہَ فَاسْتَغْفَرُوْا لِذُنُوْبِھِمْ

اور وہ لوگ کہ جب کر بیٹھیں کچھ کھُلا گناہ یا بُرا کام کریں اپنے حق میں تو یاد کریں اللہ کو اور بخشش مانگیں اپنے گناہوں کی ۔

(۲) دوسری توبہ صواب سے صواب کی طرف ہے جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا تُبْتُ اِلَیْکَ میں نے تیری طرف خاص عشق و انہماک کے ساتھ رجوع کیا حالانکہ وہ پہلے بھی صواب پر تھے ۔

(۳) تیسری توبہ اپنی ذات سے ذاتِ حق کی طرف رجوع کرنا ۔

جیسے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے :-

لَیُغَانُ عَلٰی قَلْبِیْ وَاِنِّیْ لَاَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ فِی الْیَوْمِ مِائَۃَ مَرَّۃٍ

میرے قلب پر ماسوی اللہ کا غلبہ ہوتا ہے پس میں اللہ تعالےٰ کی بارگاہ میں ہر دن سو مرتبہ استغفار کرتا ہوں

معصیت و خطاء کا ارتکاب کرنا بُرا ہے اور خطا سے صواب

کی طرف رجوع کرنا قابل تعریف ہے۔

صحابۂ کرام رضہ کو مخاطب کرتے ہوئے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

كُلُّكُمْ خَطَّاؤُونَ	تم سب گنہ گار ہو اور اچھے
وَخَيْرُ الْخَطَّائِيْنَ	گنہ گار توبہ کرنے والے
التَّوَّابُوْنَ	ہیں۔

خلاصہ یہ ہے کہ توبہ ایک تو عام انسانوں کی ہے اور ایک انبیاء علیہم السلام کی۔ عام انسانوں کی توبہ یہ ہے کہ وہ جس وقت چاہیں جس عمر میں اور جس سابقہ گناہ پر پشیمان ہو کر خدائے تعالیٰ کے حضور میں جھک جائیں اور معافی کی درخواست کریں تو رحمتِ الٰہی کے دروازے ان پر کھل جاتے ہیں اور حق تعالیٰ ان کو اپنے دامن میں جگہ دے کر اپنا مقبول بنا لیتے ہیں۔

دوسری توبہ خواص کی ہے۔ وہ توبہ غفلت سے ہے کہ جہاں حضور مع اللہ سے غفلت ہوئی انہوں نے خدائے تعالیٰ کی طرف رجوع کیا۔ جیسے ایک عارف فرماتے ہیں ؎

ہر آں کو غافل از حق یک زمان است
دراں دم کافر است امّا نہان است

ایک توبہ اخص الخواص کی ہے۔

اور وہ صواب سے صواب کی طرف رجوع ہے۔

یہ رجوع باطنی قوتوں اور روحانی درجات کی بلندی کے لیے ہوتا ہے جیسے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا معنوی اور روحانی مقام ہر دم وہر آن ترقی اور بلندی کی طرف ہوتا تھا جیسا کہ حق تعالٰے کا ارشاد ہے :-

وَلَلْاٰخِرَةُ خَیْرٌ لَّكَ مِنَ الْاُوْلٰى — اے پیغمبر! تمہاری ہر آخری ساعت (باطنی اعتبار سے) پہلی ساعت سے بہتر ہے۔

چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب بلند تر مقام پر پہونچتے تھے تو اللہ تعالٰے کی حمد وثنا بیان کرتے تھے اور نیچے کے مقام سے استغفار فرماتے تھے۔

حضرت ذوالنون فرماتے ہیں عوام کی توبہ گناہوں سے ہوا کرتی ہے اور خواص کی توبہ غفلت سے ہوا کرتی ہے۔ ک م ۲۶۰ تا ۲۶۲ مع التغیر۔

حقیقتِ توبہ :——

توبہ کرنے والے میں ایمان و معرفت کا نور پیدا ہوتا ہے اور وہ اس نور سے دیکھتا ہے کہ گناہ زہر قاتل ہے اور جب دیکھتا ہے کہ وہ بہت سا زہر کھا چکا ہے اور ہلاکت کے قریب ہے تو اس میں ہراس اور پشیمانی پیدا ہوتی ہے۔ جب کوئی زہر کھا بیٹھے تو پشیمان ہو کر ڈرتا ہے اور کوشش کرتا ہے کہ حلق میں انگلی ڈال کر قے کر دے۔ اور اس کا

علاج کرتا ہے تاکہ اس کا اثر زائل ہو جائے۔ ایسا ہی جب ایک شخص دیکھتا ہے کہ ہر ایک خواہش زہر ملے ہوئے شہد کی طرح ہے جو ابتدا میں تو میٹھی معلوم ہوتی ہے لیکن آخر سانپ کی طرح ڈستی ہے پھر وہ اپنے گذشتہ گناہوں پر پچھتاتا ہے اور اس میں خوف کی آگ پیدا ہو جاتی ہے۔ وہ اپنے آپ کو ہلاکت کی طرف دیکھتا ہے تو خواہش اور گناہ کی حرص خوف و پشیمانی کی آگ میں سوختہ ہو جاتی ہے شہوت حسرت میں بدل جاتی ہے۔ وہ ارادہ کرتا ہے کہ گذشتہ کا تدارک کرے اور آئندہ اِدھر مائل نہ ہو۔ جفا کا لباس اتار دے اور وفا کی بساط بچھائے۔ اپنی جملہ حرکات و سکنات کو بدل ڈالے۔ جس طرح اس سے پہلے خوشی و غفلت میں مستغرق تھا اب حسرت و اندوہ میں مبتلا ہے۔ اس سے پہلے اہلِ غفلت کی صحبت اسے مرغوب تھی اب وہ اہلِ معرفت کو تلاش کرتا ہے اور ان سے ملتا ہے پس توبہ بنفسہ پشیمانی ہے۔ اس کی اصل معرفت اور ایمان کا نور ہے اور اس کی فرع گناہ و مخالفت کے تمام حالات کو طاعت و موافقت سے بدل دینا ہے۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو گناہوں سے توبہ کرے، اللہ تعالےٰ اس کے گناہوں کو فرشتوں پر فراموش کر دیتا ہے جو اسکو لکھتے ہیں۔ اور اس کے ہاتھ پاؤں کو بھلا دیتا ہے اور اس جگہ کو بھلا دیتا ہے جہاں گناہ کیے تھے تاکہ اللہ تعالیٰ کے پاس پہونچ کر کوئی گواہ

نہ رہے۔ اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ بندہ کے جاں بلب ہونے تک اس کی توبہ قبول کرتا رہتا ہے۔ اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے دستِ کرم کھولا ہوا ہے جو دن کو گناہ کرے اور رات کو توبہ کرے اور رات کو گناہ کرے اور دن کو توبہ کرے۔ حتیٰ کہ آفتاب مغرب سے طلوع کرے

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ توبہ کرو۔ میں دن میں سو بار توبہ کرتا ہوں۔ اور فرمایا کہ کوئی آدمی نہیں جو گنہ گار نہ ہو مگر بہترین گنہ گار توبہ کرنے والے ہیں اور فرمایا جس شخص نے گناہ سے توبہ کی وہ اُس شخص کی طرح ہے جس نے کبھی کوئی گناہ نہ کیا ہو۔ اور فرمایا کہ ایک اعرابی سفر کرتا ہوا ایک خطرناک جنگل میں پہونچا۔ وہاں اسے نیند محسوس ہوئی اور وہ اونٹ کو قریب ہی بٹھا کر سو گیا۔ اونٹ پر ہر قسم کا زادِ راہ لدا ہوا تھا۔ جب آنکھ کھلی تو اونٹ کو غائب پایا۔ تلاش میں ادھر ادھر بھاگا اونٹ نہ ملا اور وہ خود بھوک پیاس سے نیم جان ہو گیا۔ آخر اُسی جگہ واپس آگیا اور ہاتھ پر سر رکھ کر لیٹ گیا کہ نیند آجائے اور اسی میں وہ ختم ہو جائے۔ لیکن جب اس غنودگی اور نیند سے بیدار ہوا تو اونٹ اسی طرح سامانِ سفر سے لدا ہوا اس کے پاس کھڑا تھا۔ اس وقت فرطِ انبساط سے یہ کہنے کی بجائے کہ اے خدا! تو میرا خدا ہے میں تیرا بندہ ہوں —— اس کے منہ سے یہ نکل گیا کہ اے خدا! تو میرا بندہ ہے اور میں تیرا خدا ہوں،

...... حضورؐ نے فرمایا کہ یہ شتربان اس واقعہ سے جس قدر

خوش ہوا اللہ تعالیٰ اپنے بندے کی توبہ پر اس سے بھی زیادہ خوش ہوتا ہے۔ (اکسیر ہدایت ۷۰۔ ۴۶۹)

توبہ کے متعلق حق تعالیٰ کا ارشاد ہے :۔

قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا ۭ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ۝ وَاَنِيْبُوْٓا اِلٰى رَبِّكُمْ وَاَسْلِمُوْا لَهٗ مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَكُمُ الْعَذَابُ ثُمَّ لَا تُنْصَرُوْنَ ۝ وَاتَّبِعُوْٓا اَحْسَنَ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَكُمُ الْعَذَابُ بَغْتَةً وَّاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ ۝

اے محمدؐ! کہہ دو اے میرے وہ بندو! (یعنی اللہ کے بندو) جنھوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہو یقیناً اللہ تعالےٰ سب کے گناہوں کو معاف کر دے گا یقیناً وہ بخشنے والا اور رحم کرنے والا ہے اور رجوع کرو اپنے رب کی طرف اور اس کی تابعداری اختیار کرو اس سے پہلے کہ تم پر عذاب آجائے پھر کوئی تمہاری مدد کو نہ آئے گا۔ اور چلو بہتر بات پر جو اُتری تمہارے رب کی طرف سے پہلے اس سے کہ پہونچے تم پہ عذاب اچانک اور تم کو خبر نہ ہو۔

(زمر۔ ۵۳ تا ۵۵)

حضرت امام ابن کثیرؒ نے اس آیت کی تفسیر میں نقل فرمایا کہ :۔

یہ آیت تمام نافرمانوں (خواہ کافر ہوں یا غیر کافر) کے لیے توبہ وانابت کی طرف دعوت عام ہے اور خدائے تعالیٰ کی طرف سے اعلانِ عام ہے کہ کتنے ہی گناہ کیوں نہ ہوں اور کیسے ہی کیوں نہ ہوں حتی کہ شرک بھی ہو ہم اُن سب گناہوں کو معاف کر دیں گے۔ بشرطیکہ ان کی طرف سے توبہ ہو۔ یہ اُن لوگوں کے لیے بھی دعوت ہے جو حضرت مسیح کو خدا یا خدا کا بیٹا یا حضرت عزیر کو خدا کا بیٹا کہتے ہوں۔ جو خدا کو فقیر یا بخیل کہتے ہوں۔ جو مسیح علیہ السلام کو تیسرا خدا یا خود کو خدا کہتے ہوں: بوڑھوں جوانوں۔ عورتوں۔ مردوں۔ سب کے لیے دعوت ہے کہ آؤ توبہ کرو اور اپنے رب کو راضی کرو۔ کوئی انسان اپنے رب کی رحمت سے مایوس نہ ہو۔ اگرچہ اس کے گناہ کتنے ہی بڑے ہوں کیونکہ رحمت اور توبہ کا دروازہ ہر وقت کھلا ہوا ہے۔

مسند امام احمد کی حدیث ہے:۔

۱۔ عن ثوبان رضؓ قال سمعتُ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقولُ مَا اُحِبُّ اَنّ لِیَ الدُّنیَا بِھٰذِہٖ الاٰیَۃِ یٰعِبَادِیَ الَّذِیْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓی اَنْفُسِھِمْ لَا تَقْنَطُوْا الاٰیۃ فَقَالَ رَجُلٌ	روایت ہے ثوبان رضؓ سے کہا سُنا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ فرماتے تھے نہیں دوست رکھتا میں کہ تحقیق میرے لیے دنیا ہو بدلے اس آیت کے اے میرے بندو کہ زیادتی کی اپنی جانوں پر نہ ناامید ہو۔ آخر تک پھر کہا ایک شخص نے پس جس نے شرک کیا

فَمَنْ اَشْرَكَ فَسَكَتَ	پس خاموش رہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم
النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ	پھر فرمایا خبردار رہو اور جس نے شرک
ثُمَّ قَالَ اَلَا وَمَنْ اَشْرَكَ	کیا وہ بھی حکم اس آیت میں ہے تین دفعہ فرمایا
ثَلٰثَ مَرَّاتٍ	اگر توبہ کرے گا خدائے تعالیٰ اس کو بھی
	معاف کر دے گا۔

یعنی مشرک بھی خدا کی رحمت سے ناامید نہ ہو۔ اگر توبہ کرے گا خدائے تعالیٰ اس کو بھی معاف کر دے گا۔

(۲) عن عمرو بن عنبسۃ رضی اللہ عنہ قال	حضرت عمرو بن عنبسہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں
جاء رجل الی النبی صلی	کہ ایک بوڑھا آدمی اپنے عصا پر
اللہ علیہ وسلم شَيْخٌ	ٹیک لگاتا ہوا نبی اکرم صلی اللہ علیہ
كَبِيْرٌ يدعو هم على عصاله	وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر کہنے لگا
فقال یا رسول اللہ صلی	یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں نے
اللہ علیہ وسلم انَّ لِيْ	خدائے تعالیٰ کی بہت سی بغاوتیں
غَدَرَاتٌ وَفَجَرَاتٌ فَهَلْ	اور بے شمار نافرمانیاں کی ہیں۔ کیا
يَغْفِرُ لِيْ قال صلی اللّٰهُ	میری مغفرت بھی فرمائی جائے گی؟
عَلَيْهِ وسلم اَلَسْتَ تَشْهَدُ	نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ قَالَ	کیا تو لا الہ الا اللہ کی گواہی نہیں
بَلٰى وَاَشْهَدُ اَنَّكَ رَسُوْلُ	دیتا ہے؟ اس نے کہا کیوں نہیں
اللّٰهِ فَقَالَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ	میں تو اس بات کی بھی گواہی دیتا ہوں

وسلم قد غفر لک غدراتک و فجراتک — کہ آپ اللہ کے رسول ہیں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یقین کر تیری سب بدعہدیاں سب غداریاں اور نافرمانیاں خدائے تعالیٰ نے معاف فرمادیں۔

(تفرد بہ احمد)

حضرت حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں خدائے تعالیٰ کے کرم اور اس کی عنایت کو دیکھو کہ لوگ اس کے اولیاء کو قتل کریں اور وہ ان کو توبہ اور اپنی مغفرت کی طرف بلائے۔

(۳) عن ابی سعید الخدری رضی اللہ عنہ عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حدیث الذی قتل تسعۃ و تسعین نفسا ثم ندم و سال عابدا من عباد بنی اسرائیل ھل لہ من توبۃ فقال لا فقتلہ و اکمل مائۃ ثم سال عالما من علمائھم ھل لہ من — حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اُس آدمی کا واقعہ نقل کرتے ہیں جس نے ۹۹ آدمی قتل کیے پھر نادم ہوا اور بنی اسرائیل کے ایک عابد سے پوچھا کیا میری بھی توبہ قبول ہوسکتی ہے؟ اُس نے کہا نہیں۔ اس نے اس عابد کو بھی قتل کردیا اور سو خون پورے کرلیے۔ پھر کسی عالم سے پوچھا کیا میری توبہ ہوسکتی ہے؟ اُس نے کہا کیوں نہیں تیرے اور

مِنْ تَوْبَةٍ فَقَالَ مَنْ
يَحُوْلُ بَيْنَكَ وَبَيْنَ
التَّوْبَةِ ثُمَّ اَمَرَهُ
بِالذَّهَابِ اِلٰى قَرْيَةٍ
يُعْبَدُ اللّٰهُ فِيْهَا فَقَصَدَهَا
فَاَتَاهُ الْمَوْتُ فِيْ اَثْنَاءِ
الطَّرِيْقِ فَاخْتَصَمَتْ فِيْهِ
مَلٰئِكَةُ الرَّحْمَةِ وَمَلٰئِكَةُ
الْعَذَابِ فَاَمَرَ اللّٰهُ عَزَّ
وَجَلَّ ان قيسوا مَابَيْنَ
الْاَرْضَيْنِ قَالَ اَيُّهُمَا
كَانَ اَقْرَبُ فَهُوَ مِنْهَا
فَوَجَدَهُ اَقْرَبُ اِلَى
الْاَرْضِ الَّتِيْ هَاجَرَ اِلَيْهَا
بِشِبْرٍ فَقَبَضَتْهُ مَلٰئِكَةُ
الرَّحْمَةِ وَذَكَرَ اَنَّهُ
نَأَى وَاَنَّ اللّٰهَ تَبَارَكَ
وَتَعَالٰى اَمَرَ الْبَلْدَةَ —
اَنْ تَقَرَّبْ وَاَمَرَ

تیری توبہ کے درمیان کون رکاوٹ
بن سکتا ہے ؟ پھر اس کو توبہ کی تدبیر
بتلائی کہ تم اُس بستی میں چلے جاؤ جس
میں اللہ تعالےٰ کی عبادت کی جاتی ہے
چنانچہ وہ شخص وہاں جانے لگا۔ اور
راستے میں اس کو موت آگئی اب
اس کے بارے میں رحمت اور عذاب
کے فرشتوں میں بحث ہونے لگی۔
اس پر اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا
دونوں بستیوں کے درمیان پیمائش
کرو جو بستی زیادہ قریب ہو اس
کے ساتھ اسی کا معاملہ کیا جائے۔
جب پیمائش ہوئی تو فرشتوں نے
اسے اللہ اللہ کرنے والوں کی بستی کو
اس کی بستی سے بقدر ایک بالشت
کے قریب پایا۔ حضور صلی اللہ علیہ
وسلم نے بیان فرمایا کہ مرتے وقت
وہ قاتل اپنے سینے کو اللہ اللہ کرنے
والوں کی بستی کے قریب کرنے لگا۔

البلدة أن تباعدی۔

چنانچہ رحمت کے فرشتوں نے اس کی روح کو لے لیا اور اللہ تعالیٰ نے اس بستی کو حکم دیا کہ تو قریب ہو جا اور اس شخص کی بستی کو حکم دیا کہ تو دور ہو جا۔

(۴) قَالَ انس رضی اللہُ عنہ سمعتُ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقولُ وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ لو اَخْطَأْتُم حَتّٰی تَمْلَأَ خَطَایَاکُمْ مَا بَیْنَ السَّمَاءِ وَالْاَرْضِ ثُمَّ اسْتَغْفَرْتُم اللہ یغفر لکم وَالَّذِیْ نفس محمد بیدہٖ لَوْلَمْ تخطئُوا لجاءَ اللہ عز وجل بِقَوْمٍ یخطئُوْنَ ثُمَّ یَسْتَغْفِرُوْنَ اللہ فَیَغْفِرَ لَھُمْ

(احمد)

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا ہے آپؐ فرماتے تھے قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے اگر تم اتنی خطائیں کرو کہ تمہاری خطائیں آسمان و زمین کے درمیانی خلاء کو بھر دیں پھر تم خدا تعالیٰ سے اپنی مغفرت چاہو تو وہ ضرور تمہاری خطائیں بخشدے اور قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے اگر تم گناہ نہ کرو تو خدائے عز وجل ایسی قوم کو لائیں جو گناہ کرے اور خدا سے معافی چاہے اور پھر اللہ تعالیٰ ان کو معاف کر دیں

(٥) عن أبي أيوب الأنصاري رضي الله عنه أنه قال حين حضرته الوفاة قد كنت كتمت منكم شيئا سمعته من رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول لولا أنكم تذنبون لخلق الله عز وجل قوما يذنبون فيغفر لهم

حضرت ابو ایوب انصاری رض کی موت کا وقت جب قریب آیا تو آپ نے کہا کہ میں اب تک تم سے ایک حدیث رسول اللہ کو چھپاتا رہا ہوں جو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہے آپ نے ارشاد فرمایا ہے کہ اگر تم گناہ نہ کروگے تو اللہ عز وجل ایک ایسی قوم کو پیدا کرے گا جو گناہ کرے گی۔ پھر اللہ تعالیٰ اُنکی بخشش فرمائیں گے

(٦) عن ابن عباس رضي الله عنهما قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم كفارة الذنب الندامة

حضرت ابن عباس رض فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ گناہ کا کفارہ کیے ہوئے پر شرمسار ہونا ہے۔

(٧) عن محمد بن حنفية عن ابيه علي بن ابي طالب رضي الله عنه

محمد بن حنفیہ اپنے والد حضرت علی رض سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

قال قال رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم
اِنَّ اللّٰہَ تعالیٰ یُحِبُّ
العبد المفتن التوّاب
(ابن کثیر ص۵۹ ج۴)

فرمایا بے شک اللہ تعالیٰ نے اُس گناہ گار بندے کو محبوب رکھتا ہے جو کثرت سے توبہ کرنے والا ہو۔

(۸) عن عبد اللّٰہ بن عمیرؓ
قَالَ اِنَّ اِبلِیسَ لَعَنَہُ
اللّٰہ تعالی قال یا رَبِّ
اِنَّكَ اٰخرَجتَنِی مِن
اَجلِ اٰدَمَ وَ اِنِّی لَا
اَستَطِیعُہٗ اِلَّا بِسُلطَانِكَ
قَالَ فَاَنتَ مُسَلَّطٌ قَالَ
یَا رَبِّ زِدنِی قَالَ لَا یُولَدُ
لَہٗ وَلَدٌ اِلَّا وُلِدَ لَكَ
مِثلُہٗ قَالَ یَا رَبِّ زِدنِی
قَالَ اَجعَلُ صُدُورَھُم
مَسَاكِنَ لَكُم قَالَ
یَا رَبِّ زِدنِی قَالَ اَجلِب
عَلَیھِم بِخَیلِكَ وَرَجِلِكَ

حضرت عبید بن عمیر کے صاحبزادہ حضرت عبد اللہؓ فرماتے ہیں کہ ابلیس لعین نے حق تعالیٰ سے عرض کیا الٰہی! تو نے مجھے آدم کی وجہ سے جنت سے نکالا اور میں اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکوں گا مگر تیری، طاقت کے ساتھ. حق تعالیٰ نے فرمایا جا تجھے ہماری طرف سے طاقت دی گئی. اس نے پھر کہا الٰہی اور طاقت دے. فرمایا جس قدر آدم کے بچے پیدا ہونگے تیرے بھی اتنے ہی بچے پیدا ہوں گے اس نے کہا الٰہی اور طاقت دے فرمایا میں اُن کے سینوں کو تمہارے

وَشَارِكْهُمْ فِي الْأَمْوَالِ وَالْأَوْلَادِ وَعِدْهُمْ وَمَا يَعِدُهُمُ الشَّيْطٰنُ اِلَّا غُرُوْرًا

گھر بنا دوں گا اور تم کو اتنی طاقت دی جاتی ہے کہ ان کی رگ رگ میں گھوم سکو۔ کہنے لگا اور طاقت دیجیے فرمایا ان پر حملہ کر اپنے سواروں اور پیادوں کے ساتھ اور ان کے کاموں میں شرکت کر اور ان سے جیسے چاہے وعدہ کر اور شیطان کا ہر وعدہ دھوکہ کے سوا کچھ نہیں۔

فَقَالَ اٰدَمُ يَارَبِّ قَدْ سَلَّطْتَهٗ عَلَيَّ وَاِنِّيْ لَا اَمْتَنِعُ اِلَّا بِكَ قَالَ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى يُوْلَدُ لَكَ وَلَدٌ اِلَّا وَكَّلْتُ بِهٖ مَنْ يَّحْفَظُهٗ مِنَ السُّوْءِ قَالَ يَارَبِّ زِدْنِيْ قَالَ الْحَسَنَةُ عَشْرٌ اَوْ اَزِيْدُ وَالسَّيِّئَةُ وَاحِدَةٌ اَوْ اَمْحُوْهَا قَالَ يَارَبِّ زِدْنِيْ قَالَ بَابُ

پھر آدم نے عرض کیا الٰہی تو نے شیطان کو مجھ پر مسلط کر دیا۔ اور میں تیری امداد کے بغیر اس سے نہ بچ سکوں گا۔ حق تعالیٰ نے فرمایا تیرے ہاں جو بھی بچہ پیدا ہوگا اس کی حفاظت کے لیے میں اپنے محافظ مقرر کر دوں گا۔ آدم نے عرض کیا الٰہی اور قوت عطا فرما۔ فرمایا ایک نیکی دس کے برابر ہوگی بلکہ اس سے بھی زیادہ اور بدی صرف ایک ہی ہوگی یا اُس کو بھی مٹا دوں گا

التَّوْبَةُ مَفْتُوحٌ مَا كَانَ الرُّوْحُ فِي الْجَسَدِ قَالَ يَا رَبِّ زِدْنِي قَالَ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ۝

(ابن کثیر ص۵۹-۶۰ ج ۴)

عرض کیا الہٰی اور زیادہ دے۔ فرمایا جب تک جسم میں جان رہے گی توبہ کا دروازہ کھلا رہے گا۔ پھر عرض کیا الہٰی اور زیادہ طاقت دے فرمایا اے میرے بندو! جنہوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہو بے شک اللہ تعالیٰ سب کے سب گناہ معاف کر دے گا بے شک وہ سب خطاؤں کا معاف کرنے والا ہے اور سب سے زیادہ مہربان ہے۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مشہور دعا ہے:-

(۹) اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِيْ مِنَ الَّذِيْنَ اِذَا اَحْسَنُوْا اسْتَبْشَرُوْا وَاِذَا اَسَاءُوْا اسْتَغْفَرُوْا

(ابن ماجہ فی دعوات الکبیر)

یا الہٰی! مجھے اُن لوگوں میں سے بنا کہ جب وہ نیکی کرتے ہوں خوش ہوتے ہوں اور جب بُرائی کریں تو تیری بخشش مانگیں۔

(۱۰) عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ فرمایا

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللّٰہ علیہ وسلم اِنَّ الْعَبْدَ اِذَا اعْتَرَفَ ثُمَّ تَابَ تَابَ اللّٰہُ عَلَیْہِ (مسلم)

فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ تحقیق بندہ جب اقرار کرتا ہے پھر توبہ کرتا ہے تو قبول کرتا ہے اللہ تعالےٰ توبہ اس کی۔

(۱۱) عن عبد اللّٰہ بن مسعود قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ و سلم اَلتَّائِبُ مِنَ الذَّنْبِ کَمَنْ لَّا ذَنْبَ لَہٗ۔ (رواہ ابن ماجہ)

حضرت عبد اللہ بن مسعود رض سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ گناہوں سے توبہ کرنے والا اس شخص کے مانند ہے کہ جس کے ذمہ کوئی گناہ نہیں۔

صحبتِ نیکاں (اہل اللہ)

نہ کتابوں سے نہ وعظوں سے نہ زر سے پیدا
دین ہوتا ہے بزرگوں کی نظر سے پیدا
اکبر الہ آبادی۔

حق تعالےٰ کا ارشاد ہے:-

یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا	اے ایمان والو!
اتَّقُوا اللّٰہَ وَکُوْنُوْا مَعَ	اللہ سے ڈرو اور سچوں کی
الصّٰدِقِیْنَ ۝	معیت اختیار کرو۔

انسان جن لوگوں کے ساتھ رہتا ہے انہی کی خصلتیں اور عادتیں اختیار کر لیتا ہے۔ ماحول کی تاثیر پوری قوت کے ساتھ اس پر اثر انداز ہوتی ہے۔ یہ چیز صرف انسان تک ہی محدود نہیں۔ جانور تک بھی صحبت کا اثر قبول کر لیتے ہیں۔ طوطا اور مینا آدمی کے پاس رہ کر اس کی زبان سیکھ جاتے ہیں اور اس کی بولی بولنے لگ جاتے ہیں۔ جنگلی انسان مہذب انسانوں کی صحبت میں مہذب بن جاتے ہیں اور ان کا وحشی پن ختم ہو جاتا ہے۔

حضرت علی ہجویری فرماتے ہیں:-

مرید کے لیے تنہائی سے بڑھ کر کوئی آفت نہیں اور اہل اللہ کی صحبت سے بڑھ کر کوئی نعمت نہیں۔

حضرت فرید الدین عطار رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

گر ترا عقل است بادانش قریں | باش در دینِ بدرویشاں نشیں
ہم نشینی جز بدرویشاں مکن | تا توانی غیبتِ ایشاں مکن
حبِ درویشاں کلیدِ جنت است | دشمنِ ایشاں سزائے لعنت است

ایک دوسرے عارف فرماتے ہیں ؎

گر تو خواہی ہم نشینی باخدا | گو نشیند در حضورِ اولیاء
صحبتِ نیکاں اگر یک ساعت است
بہتر از صد سالہ زہد و طاعت است

اس آیتِ مبارکہ کی تفسیر فرماتے ہوئے حضرت مولانا قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ خلیفہ مجاز حضرت مرزا مظہر جان جاناں شہید رحمۃ اللہ علیہ تفسیر مظہری میں تحریر فرماتے ہیں یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَکُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ اے ایمان والو! ڈرو اللہ سے اور رہو سچوں کے ساتھ۔ یعنی جو لوگ اپنے عہد میں سچے ہیں یا اللہ کے دین میں نیت کے اعتبار سے سچے ہیں۔ یا قول و عمل کے لحاظ سے اللہ کے دین میں سچے ہیں ــــ مراد سچوں سے وہ لوگ ہیں جو ہر چیز میں سچ کا التزام و اہتمام رکھتے ہوں اور کسی موقعہ و مقام میں سچ و سچائی سے نہ چوکتے ہوں۔ اور ان لوگوں کی کیفیت یہ ہے کہ سچ کے مقابلے میں ذاتی منفعت اور اغراض کو ترجیح نہیں دیتے۔ اے ایمان والو! ایسے لوگوں کی صحبت۔ معیت اور ہم نشینی اختیار کرو ــــ چونکہ ان

لوگوں کی صحبت و معیت تمہارے باطنی امراض کے لیے تریاق اور تمہاری روح کے لیے اکسیر اعظم ہے۔ حضرت ابن عباس و ابن عمر رضی اللہ عنہما اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے تمثیلاً وضاحت فرماتے ہیں :-

ای کونوا مع محمد صلی اللہ علیہ وسلم واصحابہ الذین صدقت نیاتُھم وَاستقامت قلوبُھُم وَاَعمالُھُم	صحبت و معیت اختیار کرو۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور اُنکے صحابہ کی جنھوں نے اپنے قول۔ فعل زبان اور دل سے اپنے کو سچا کر دکھایا

کچھ مفسرین لکھتے ہیں صادقین سے ابوبکر۔ عمر اور حضرت علی رضی اللہ عنہم جیسے مخلصین اور کاملین مراد ہیں۔ بہر حال جن کا قول و فعل، اخلاق و عادات صحابۂ کرام رضہ کے موافق اور جن کے طور و طریق حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اُسوۂ مبارکہ سے ملتے جُلتے ہیں ـــــ وہ سب صادقین میں شامل ہیں۔ ایسے کاملین کی صحبت کیمیائے سعادت و ہدایت ہے۔

اَللّٰھُمَّ انفعنا بصالحی زمانِنا وَارزُقنا الادبَ مَعَھُم وَ لا تحرِمنا صُحبتَھُم وَ بَرَکتَھُم ؎

دوسری جگہ ارشاد ہے :-

؎ الٰہی ہم کو ہمارے زمانے کے بزرگوں اور اللہ والوں کے ساتھ نفع پہونچا ہم کو اُن کے ادب کرنے کی توفیق اور ان کی صحبت و برکت سے ہمیں محروم نہ فرما ۱۲

وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ وَلَا تَعْدُ عَيْنٰكَ عَنْهُمْ

اور (اے پیغمبر) اپنی ذات (اقدس) کو روکے رکھیے اُن لوگوں کے ساتھ جو پکارتے ہیں اپنے رب کو صبح وشام اس مقصد سے کہ اللہ راضی ہے اُن سے اور اپنی نظر نہ ہٹایئے اُن لوگوں سے۔

مطلب یہ ہے کہ آپ اپنی ذاتِ مقدس کو اُن لوگوں کی ہم نشینی کا پابند رکھیے جو ذاکر شاغل ہیں۔ ذکرِ حق صبح وشام کرتے ہیں اور اُن کا مقصد رضاءِ حق کے سوا اور کچھ نہیں۔ ایسے مخلصین اہل اللہ کی مجلس اختیار فرمائیں۔ اور ہر وقت اُن پر اپنی نظرِ کرم فرمائیں۔ کسی وقت بھی ان حضرات سے بے توجہی نہ فرمائیں۔

حضرت قاضی ثناء اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے تفسیرِ مظہری میں اس کے معنی اس طرح لکھے ہیں:-

يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ والمعنی يريدون الله لا شيئًا اٰخَرَ مِنَ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ۔

معنی یہ ہیں محض اللہ کی ذات اُن کا مطلوب ہے اور اس کی ذاتِ اقدس کے سوا دنیا وآخرت میں سے کوئی چیز ان کا مطلوب ومقصود نہیں۔

چنانچہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:-

الحمد للہ الذی جعل فی اُمّتی مَنۡ اٰمَرَنِی رَبِّی اَنۡ اَصۡبِرَ مَعَھُمۡ

ساری ہی خوبیاں اُس ذاتِ الٰہی کے لیے ہیں جس نے میری امت میں ایسے آدمی بنائے جن کے پاس بیٹھنے اور صحبت اختیار کرنے کا مجھے میرے رب نے حکم فرمایا۔

یعنی اور امتیں اپنے اپنے نبی کے پاس بیٹھیں اور مجھے حکم ہے کہ میں اپنی امت کے ذاکرین اور اہل اللہ کے پاس بیٹھوں ــــ سچ فرمایا ؎

یک زمانہ صحبتے با اولیاء بہتر از صد سالہ طاعت بے ریا
آنانکہ خاک را بنظر کیمیا کنند آیا بود کہ گوشۂ چشمے بما کنند

قطب الاسلام حضرت سید احمد کبیر رفاعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:-

اولیاء اللہ کے دامن سے چمٹ جاؤ۔ اولیاء کی محبت اپنے اوپر لازم کرلو، ان کا قرب حاصل کرو ان کی وجہ سے تم کو برکت حاصل ہوگی ان کے ساتھ ہوجاؤ یہی اللہ کی جماعت ہے اور سن لو اللہ کی جماعت کامیاب ہے۔ بام ص۱۸

دوسری جگہ اسی کتاب کے ص۳۶ پر فرماتے ہیں:-

بزرگو! اولیاء اللہ کے قرب کی کوشش کرو جو اللہ کے ولی سے دوستی رکھتا ہے اللہ سے دوستی رکھتا ہے۔ ایسے ہی جو اللہ کے ولی سے دشمنی رکھتا ہے وہ اللہ سے دشمنی رکھتا ہے۔ عزیز من! اگر کوئی

تمہارے دشمن سے محبت رکھے کیا تم اس سے محبت کر سکتے ہو؟ نہیں بخدا نہیں۔ سُن اللہ تعالیٰ کو مخلوق سے زیادہ غیرت ہے۔ اُن کو بھی اس سے غیرت آتی ہے کہ اپنے ولی کے دشمن سے محبت کریں۔ پھر وہ انتقام بھی لیتے ہیں اور قہر بھی نازل کرتے ہیں۔ عزیز من! اگر کوئی تمہارے دوست سے محبت کرے تو کیا تم اس سے نفرت کروگے؟ نہیں، خدا کی قسم نہیں۔ تو سمجھ لو کہ اللہ تعالیٰ مخلوق سے زیادہ کریم ہیں وہ تو سب کریموں سے بڑھ کر کریم اور سب مہربانوں سے زیادہ رحیم ہیں اس لیے وہ اپنے دلی کے دوست سے کبھی نفرت نہیں کریں گے بلکہ اس پر احسان کریں گے اس کے ساتھ اچھا برتاؤ کریں گے اس پر انعام فرمائنگے اس کا اکرام فرمائیں گے

اولیاء اللہ کی تعریف اور اُن کی صحبت کی تاکید

اولیاء مخلوق کے واسطے پُل ہیں جن کو توفیق ہوتی ہے وہ ان کے اوپر گذر کر اللہ تک پہونچ جاتے ہیں۔ یہ حضرات شریعت پر عمل کرنے والے ہیں۔ اخلاص والے ہیں۔ دنیا دار نہیں ہوتے۔ اللہ تعالیٰ نے اُن کو اپنی عبادت کے لیے چُن لیا ہے اور اپنے دربار میں ان کو مقرب بنا لیا ہے۔ اُن کے دلوں پر غیر اللہ (مخلوق) کا حجاب ایک لمحہ کے لیے بھی نہیں آتا۔ ان حضرات نے درمیانی چیزوں کو بیچ سے نکال دیا ہے اور اسرارِ الٰہی پر اخفا کے پردے ڈال دیے ہیں۔ یعنی نااہلوں کے سامنے

اسرار اور راز کی باتیں بیان نہیں کرتے۔ رات کے وقت عبادت کے لیے کھڑے ہوتے ہیں۔ دن کو روزے رکھتے ہیں۔ بعض پر فکر غالب ہے۔ کسی پر ذکر غالب ہے۔ اور کسی نے تمام متفرقات کو جمع کر لیا ہے کہ ذکر بھی کرتے ہیں فکر بھی کرتے ہیں۔ عباداتِ نافلہ کی کثرت بھی کرتے ہیں۔ وہ ایسے مرد ہیں کہ ان کو تجارت اور کاروبار اللہ کی یاد سے غافل نہیں کرتے۔

میں تم کو سختی کے ساتھ وصیت کرتا ہوں کہ دین کے فرائض و واجبات کا علم حاصل کر لینے کے بعد ان کی صحبت اختیار کرو۔ کیونکہ ان کی صحبت بڑا مجرب تریاق ہے جس سے دل کی تمام بیماریاں جاتی رہتی ہیں۔ دین کی چوٹی اُن کے ہی پاس ہے۔

صدق (سچائی) وصفا (صفائی) ذوق (دردِ دل) ووفاداری اور دنیا وآخرت سب سے الگ ہو کر اللہ تعالیٰ کی طرف یکسو ہو جانا انہی کا کام ہے اور یہ باتیں کتابیں پڑھنے پڑھانے اور مجلسیں جمانے سے نہیں حاصل ہوتیں۔ یہ تو صرف شیخ (مرشدِ کامل) عارف کی صحبت سے ہی حاصل ہوتی ہیں جو حال اور قال دونوں کا جامع ہو کہ اپنی باتوں سے راستہ بتلائے اور حال سے پاس بیٹھنے والوں کی ہمت بڑھائے۔ ب م ۷۶

نعمت کی قدر کرو

نیک بندوں کی توجہات سے ایمان کو کامل کرو

بزرگو!

کھانے۔ پینے۔ پہننے۔ امن وعافیت اور دین غرضیکہ سب نعمتوں کی تعظیم کروگے تو تمہارے پاس یہ نعمتیں ہمیشہ کے لیے رہیں گی نیک بندوں کی توجہات کے ذریعے یقین وایمان کو کامل کرو کیونکہ اللہ تعالےٰ کی نعمتیں اُن پر برستی ہیں اور اللہ تعالےٰ کی مدد کے بادل، اُن پر سایہ کرتے ہیں اللہ تعالیٰ نے محض اپنی اعانت سے اُن کو اپنے تک پہونچنے کا راستہ بتلایا۔ اُن کو اپنا مقرب بنایا، اپنی معرفت دی تو انہوں نے اللہ تعالےٰ کو پہچان لیا۔ اللہ تعالیٰ نے اُن کے سینوں کو ایمان کے لیے کھول دیا اور ان کو تمام انسانوں کا سردار بنایا اللہ کو ان سے محبت ہے ان کو اللہ سے محبت ہے۔ اللہ تعالےٰ ان سے راضی اور یہ اللہ سے راضی ہیں۔ یہی بڑی کامیابی ہے اللہ پر توکل کے ستونوں کی بنیادوں کو مضبوط کرو۔ اپنی دعاؤں کے الفاظ اور عنوان ایسے بناؤ جن کے معانی اللہ تعالیٰ کے لیے خاص ہوں۔ نفس اور شیطان سے بچتے رہو اور ہر کام میں احتیاط کا خیال رکھو۔ کیوں کہ جس نے اللہ تعالیٰ کے کام میں احتیاط کے ساتھ اپنی کمر کس لی اور اللہ تعالےٰ کا قصد کرکے ہمت کی سواریوں پر سوار ہوگیا وہ ناکام

نہیں ہوتا۔ ب م ۹۶

شیخ کا حال مریدوں سے معلوم کرو

یہی لوگ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے ہدایت فرمادی ہے۔ پس ان کے طریقے کا اتباع کرو

شیخ کی حالت (میں) کمال ہو یا نقصان اس کے متبعین اور اس کے پاس رہنے سے مریدین میں ظاہر ہو کر رہتی ہے اور پشتوں تک سلسلہ بلسلہ ظاہر ہوتی رہتی ہے۔ پس اگر شیخ میں کوئی حالتِ کمال ہے تو اس سے کامل کا حال بلند ہو جاتا ہے اور ناقص کا حال ترقی پکڑ جاتا ہے۔ اور اگر نقصان کی حالت ہے تو اس سے کامل کا حال ناقص ہو جاتا ہے اور ناقص کا حال زائل ہو جاتا ہے مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ کسی پر عنایت فرمائیں تو اس میں شیخ کے ناقص احوال کی تاثیر ظاہر نہیں ہوتی۔

تخم تاثیر۔ صحبت کا اثر

حضرت سید احمد رفاعیؒ فرماتے ہیں:۔

جو شخص آٹھ قسم کے لوگوں کے پاس بیٹھے گا اس میں اللہ تعالےٰ آٹھ باتیں زیادہ کر دیں گے۔

(۱) جو حکام کے پاس بیٹھے گا اللہ تعالیٰ اس میں تکبر اور سنگ دلی بڑھا دیں گے (۲) جو مال داروں کے پاس بیٹھے گا اس میں دنیا اور دنیا کے

ساز و سامان کی حرص (۳) جو فقراء اور درویشوں کے پاس بیٹھے گا، اس میں تقدیر پر رضا (۴) جو بچوں کے پاس بیٹھے گا اس میں لہو ولعب کھیل کود کا شوق (۵) جو عورتوں کے پاس زیادہ بیٹھے گا اس میں جہالت اور شہوت بڑھادیں گے (۶) جو نیک لوگوں کے پاس بیٹھے گا اس میں علم اور احتیاط بڑھادیں گے (۷) جو فاسقوں کے پاس بیٹھے گا اس میں گناہ کی رغبت اور توبہ کی ٹال مٹول زیادہ کر دیں گے (۸) عاقل کی صحبت دین دنیا کی ترقی کا سبب ہے اور بے وقوف کی صحبت سے دین و دنیا کا نقصان اور موت کے وقت حسرت و پشیمانی اور آخرت میں خسارہ ہوتا ہے۔ ب م ۸۷

الاحادیث

وعن ابی رزین انہ قال لہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الا ادلک علی ملاک ھذا الامر الذی تصیب بہ خیر الدنیا والآخرۃ علیک بمجالس اھل الذکر واذا خلوت فحرک

حضرت ابو رزین صحابی کہتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا کیا میں بتلاؤں تجھ کو وہ بنیادی چیز جس پہ دین قائم ہے اور جس کے ذریعے تم دنیا و آخرت کی بھلائی کو پالو۔ فرمایا اہل ذکر کی مجلس اختیار کرو (اُن کے ساتھ بیٹھ کر ذکر الٰہی کرو) جب خلوت اور تنہائی میں بیٹھو تو جس قدر ممکن ہو زبان سے اللہ اللہ

لِسَانُكَ مَا اسْتَطَعْتَ
بِذِكْرِ اللّٰهِ وَاَحِبَّ
فِي اللّٰهِ وَاَبْغِضْ فِي
اللّٰهِ يَا اَبَا رَزِيْنٍ
هَلْ شَعَرْتَ اِنَّ
الرَّجُلَ اِذَا خَرَجَ
مِنْ بَيْتِهٖ زَائِرًا اَخَاهُ
شَيَّعَهٗ سَبْعُوْنَ
اَلْفُ مَلَكٍ كُلُّهُمْ
يُصَلُّوْنَ عَلَيْهِ وَ
يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اِنَّهٗ
وَصَلَ فِيْكَ فَصِلْهُ
فَاِنِ اسْتَطَعْتَ اَنْ
تَعْمَلَ جَسَدَكَ فِيْ
ذٰلِكَ فَافْعَلْ۔
(مشکوٰۃ ۴۲۷)

کرتے رہو۔ یعنی جس سے دوستی
رکھو تو محض اللہ کے لیے اور جس سے
دشمنی رکھو تو اللہ کے لیے۔ ابو رزین
تم کو خبر ہے جب کوئی اپنے گھر سے
مسلمان کی زیارت کے لیے نکلتا ہے
تو ستر ہزار فرشتے اس کے پیچھے اس کو
دعائیں دیتے ہوئے چلتے ہیں اور اس پر
صلوٰۃ بھیجتے ہیں۔ اور فرشتے کہتے
ہیں الٰہی! اس بندے نے چونکہ محض
تیرے لیے تیرے بندے کی صحبت و
مجلس اختیار کی ہے اور اس سے
رابطہ و تعلق قائم کیا ہے۔ خدایا تو
بھی اس سے تعلق رکھنا بس جس قدر
طاقت و قوت تیرا ساتھ دے اہلِ
ذکر کی مجلس میں بیٹھنا اور دینداروں
کی زیارت کرتے رہنا

مطلب یہ ہے کہ جہاں تک ممکن ہو سکے اگر جلوۃ اختیار کرو۔
یعنی کسی کے پاس بیٹھو تو صرف اللہ اللہ کرنے والوں کے پاس بیٹھنا
اور خلوۃ اختیار کرو یعنی تنہا رہو تو اس موقعہ کو غنیمت جانو۔ اور جتنا

ہو سکے زبان سے اللہ اللہ کرتے رہو۔ محض اللہ کے تعلق سے محبت رکھو اور اللہ کے عدم تعلق سے دشمنی رکھو۔ اہل اللہ کی زیارت کو غنیمت جانو۔

عَنْ مَعَاذِ بْنِ جَبَلٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى وَجَبَتْ مَحَبَّتِيْ لِلْمُتَحَابِّيْنَ فِيَّ وَالْمُتَجَالِسِيْنَ فِيَّ وَالْمُتَزَاوِرِيْنَ فِيَّ وَالْمُتَبَاذِلِيْنَ فِيَّ رَوَاهُ مَالِكٌ وَفِيْ رِوَايَةِ التِّرْمِذِيِّ قَالَ يَقُوْلُ اللّٰهُ تَعَالٰى اَلْمُتَحَابُّوْنَ فِيْ جَلَالِيْ لَهُمْ مَنَابِرُ مِنْ نُوْرٍ يَغْبِطُهُمُ النَّبِيُّوْنَ وَالشُّهَدَاءُ

(مشکوٰۃ ۴۲۶)

حضرت معاذ بن جبل رضؓ کا بیان ہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ حق تعالیٰ فرماتے ہیں میری دوستی ضروری ہوگئی اُن لوگوں کے لیے جو میری خاطر ایک دوسرے کے ساتھ محبت رکھنے والے ہیں اور میری محبت لازم ہے اُن لوگوں کے لیے جو میری خاطر اور میرے ذکر کے لیے ایک دوسرے کے پاس بیٹھتے ہوں اور میری خوشی کی خاطر ایک دوسرے کی زیارت کرتے ہیں اور محض میرے واسطے اور ثواب حاصل کرنے کے لیے ایک دوسرے پر مال خرچ کرتے ہیں۔

اور ترمذی شریف میں اس طرح کے الفاظ ہیں۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ

وسلم فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے جو لوگ میری عظمت کی وجہ سے ایک دوسرے سے محبت رکھتے ہیں قیامت کے دن ایسے لوگوں کے لیے خاص کر نور کے ممبر ہوں گے جن کو دیکھ کر انبیاء وشہداء بھی تعریفیں کریں گے کہ خدا تعالیٰ نے اس آسان سے عمل پر ان کو کس قدر اپنے انعام واحسان سے نوازا۔

نیم جاں بستاند وصد جاں دہد
آں چہ در وہمت نیاید آں دہد

عَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ اَنَّہٗ سَمِعَ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ لَا تُصَاحِبْ اِلَّا مُؤْمِنًا وَلَا یَاْکُلْ طَعَامَكَ اِلَّا تَقِیٌّ (مشکوۃ ۴۲۶ بحوالہ ترمذی)

حضرت ابو سعید رضہ کہتے ہیں میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ کا فرمان ہے کہ صحبت (اٹھنا بیٹھنا) نہ رکھیو مگر دین دار کے ساتھ اور چاہیے کہ تیرا کھانا وہی لوگ کھائیں جو متقی اور پرہیزگار ہوں۔

اخیر جملہ کا ایک مطلب تو یہ ہے کہ تیرا کھانا حلال ذریعے سے کمایا ہوا ہونا چاہیے جس کو متقی اور پرہیزگار لوگ بھی کھا سکیں اور ایسا کھانا نہ ہونا چاہیے جو اہلِ تقویٰ اور دین داروں کے کھانے کے قابل نہ ہو (۲) کھانے کی دعوت صرف اُن لوگوں کو دیجیے جو اہلِ تقویٰ، پرہیزگار اور صالح ہوں۔ چونکہ بے دینوں کے ساتھ اختلاط اور میل جول سے اندیشہ ہے کہ کہیں اُن کی بُری عادتیں اور کمینی صفات تم میں سرایت نہ کر جائیں معلوم ہوا کہ اتنی دیر کی صحبت بھی رنگ لے آتی ہے۔

واضح ہو کہ یہ شرط طعامِ دعوت میں ہے نہ کہ طعامِ حاجت میں اس لیے کہ حاجت مند اگرچہ کافر بھی ہوں اُن کا کھلانا باعثِ ثواب ہے۔

عَنْ اَبِی ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلْمَرْءُ عَلٰی دِیْنِ خَلِیْلِہٖ فَلْیَنْظُرْ اَحَدُکُمْ مَنْ یُّخَالِلُ

(مشکوٰۃ بحوالہ مسند احمد و ابو داؤد)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے آدمی اپنے دوست کے دین پر ہوتا ہے۔ پس ہر کسی کو دیکھ لینا چاہیے کہ کس کو دوست بنا رہا ہوں۔

مطلب یہ ہے کہ جو شخص کسی کو دوست رکھتا ہے اس کے ہی طور و طریقہ۔ مذہب و اخلاق اور خُو بُو کو اپنا لیتا ہے۔ لہٰذا دوست بنانے سے

پہلے خوب اچھی طرح دیکھ لیا کرو کہ کس کو دوست بنا رہے ہو۔ بدعتی ہے یا متبع سُنت۔ دین دار ہے یا بے دین۔ موحد ہے یا مشرک۔

عن عمران بن حطان قال اَتَيْتُ اَبَا ذَرٍّ فَوَجَدْتُهٗ فِي الْمَسْجِدِ مُحْتَبِيًا بِكِسَاءٍ اَسْوَدَ وَحْدَهٗ فَقُلْتُ يَا اَبَا ذَرٍّ مَا هٰذِهِ الْوَحْدَةُ فَقَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ الْوَحْدَةُ خَيْرٌ مِّنْ جَلِيْسِ السُّوْءِ وَالْجَلِيْسُ الصَّالِحُ خَيْرٌ مِّنَ الْوَحْدَةِ وَاِمْلَاءُ الْخَيْرِ خَيْرٌ مِّنَ السُّكُوْتِ وَالسُّكُوْتُ خَيْرٌ مِّنْ اِمْلَاءِ الشَّرِّ۔

عمران بن حطان کا بیان ہے کہ میں ابا ذر رضؓ کے پاس آیا تو دیکھا کہ آپ ایک کالی چادر کی گوٹھ مارے تنہا مسجد میں بیٹھے ہوئے ہیں۔ میں نے کہا ابوذر! یہ اکیلے بیٹھنا اور یکسوئی کیوں؟ یعنی لوگوں کے ساتھ بیٹھ کر ان کو فائدہ پہونچاتے یا ان سے فائدہ حاصل کرتے۔ حضرت ابوذرؓ نے فرمایا میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا آپؐ فرماتے تھے تنہا بیٹھے رہنا بہتر ہے بُرے آدمی کے پاس بیٹھنے سے۔ اور صالح دین دار شخص کے پاس بیٹھنا بہتر ہے تنہا بیٹھنے سے۔ مراد یہ تھی کہ اب چونکہ نیک صحبت اور دین دار ساتھی میسر نہیں اس لیے تنہا بیٹھا ہوا ہوں اور جب نیک لوگ اہل اللہ اور اہلِ ذکر

کی صحبت میسر ہو جائے گی تو پھر
ان کے ساتھ بیٹھ کر کچھ سیکھوں گا یا سکھاؤنگا
اور اچھی بات (طلبا اور درویشوں کو)
سکھانا خاموش رہنے سے زیادہ بہتر
ہے اور بُری بات پھیلانے سے یہ
زیادہ بہتر ہے کہ خاموش رہے۔

(مشکوٰۃ ۴۱۴ بحوالہ بیہقی)

تا توانی دور شو از یارِ بد
یارِ بد بدتر بود از مارِ بد
مارِ بد تنہا ہمیں بر جاں زند
یارِ بد بر جان و بر ایماں زند

جہاں تک ممکن ہو بُرے یار سے دور رہو۔ کیونکہ بُرا یار بُرے سانپ سے بھی بدتر ہے۔ اس لیے کہ بُرا سانپ صرف جان پر حملہ کرتا ہے۔ اور بُرا یار جان و ایمان دونوں پر حملہ کرتا ہے۔

حکیم جالی نوس نے لکھا ہے ایک تو بدن کا بخار ہے۔ ایک روح کا۔ مگر روح کا بخار بدن کے بخار کے مقابلے میں زیادہ مہلک اور خطرناک ہے۔ روح کا بخار نا اہلوں اور نالائقوں کی صحبت و ملاقات ہی۔ تجربہ شاہد ہے کہ دین و دنیا کی بربادی اکثر بُری صحبت اور خراب لوگوں کے میل جول کا ہی نتیجہ ہے۔

دفی الاثر ——

اَللّٰهُمَّ اِنِّیۡ اَعُوۡذُ بِكَ مِنۡ جَارِ السُّوۡءِ مِنۡ صَاحِبِ السُّوۡءِ اِنۡ رَاٰی حَسَنَةً دَفَنَهَا وَاِنۡ رَاٰی سَیِّئَةً اَفۡشَاهَا

عن ابی ھریرۃ رضؓ
قال کنت مع رسول
اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم فقال رسول
اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم ان فی الجنۃ
لعمدا من یاقوت
علیہا غرف من زبرجد
لہا ابواب مفتحۃ
تضیئ کما یضیئ
الکوکب الدری
فقالوا یا رسول اللہ
من یسکنہا قال
المتحابون فی اللہ
والمتجالسون فی اللہ
والمتلاقون فی اللہ

مشکوٰۃ ۴۲۷۔
بحوالہ بیہقی۔

حضرت ابو ہریرہ رضؓ فرماتے ہیں کہ
میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کی خدمتِ اقدس میں حاضر تھا تو
حضورؐ نے ارشاد فرمایا بالیقین جنت
میں یاقوت کے بنے ہوئے ستون ہیں
اُن ستونوں پر بڑی اونچی منزلیں
زبرجد سے بنی ہوئی ہیں اُن منزلوں کے
بڑے بڑے کشادہ دروازے ہیں۔
وہ منزلیں ایسی روشن ہوتی ہیں جیسے
روشن ستارہ چمکتا اور روشن ہوتا ہے
صحابہ رضؓ نے عرض کیا یارسول اللہ!
اُن منزلوں میں کون لوگ سکونت
رکھیں گے۔ آپؐ نے فرمایا اُن منزلوں
میں وہ لوگ سکونت رکھیں گے جو
ایک دوسرے کے ساتھ اللہ کے لیے
محبت رکھتے اور اللہ کے لیے ایک
دوسرے کے پاس بیٹھتے ہیں اور خدا
کے لیے ایک دوسرے سے ملاقات
کرتے اور میل جول رکھتے ہیں۔

عَنْ اَبِیْ مُوْسٰی قَالَ
قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی
اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ
مَثَلُ الْجَلِیْسِ الصَّالِحِ
وَالسَّوْءِ کَحَامِلِ الْمِسْکِ
وَنَافِخِ الْکِیْرِ فَحَامِلِ
الْمِسْکِ اِمَّا اَنْ یُّحْذِیَکَ
وَاِمَّا اَنْ تَبْتَاعَ مِنْہُ
وَاِمَّا اَنْ تَجِدَ مِنْہُ رِیْحًا
طَیِّبَۃً وَنَافِخُ الْکِیْرِ
اِمَّا اَنْ یُّحْرِقَ ثِیَابَکَ
وَاِمَّا اَنْ تَجِدَ مِنْہُ
رِیْحًا خَبِیْثَۃً

حضرت ابو موسیٰ رضؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اچھی اور بُری مجلس یا نیک اور بد لوگوں کی صحبت کی ایسی مثال ہے جیسے ایک شخص مُشک اٹھائے ہوئے ہے دوسرا شخص بھٹی سلگا رہا ہے۔ "حاملِ مُشک" نیک آدمی کی مجلس سے یا تو یہ فائدہ ہے کہ وہ پاس بیٹھنے والے کو بغیر قیمت کے مشک دیدے گا یا تُو اس سے خرید کرے گا (جیسے کسی اللہ کے بندے کی تم خدمت کروگے۔ اس خدمت کے مقابلے میں تم کو اُس سے فیض حاصل ہوگا) نہیں تو تم کو اس مشک کی خوشبو تو پہونچے گی۔ یہی حال ہے نیک لوگوں کی مجلس میں بیٹھنے کا۔ اگر اُن کا فیض کسی کو نہ پہونچے تو یہ بھی غنیمت ہے کہ اتنی دیر ان کی صحبت اور مجلس میں بیٹھ گئے اور ہر قسم کی

مشکوٰۃ ۴۲۶

بحوالۂ

بخاری و مسلم

برائی سے بچے رہے۔ اور بھٹی کا سلگانے اور دہکانے والا یا تو (اس کی بھٹی سے کوئی پتنگا اڑ کر) تیرے کپڑوں کو جلا دیگا نہیں تو تجھ کو دھوئیں کی بدبو ضرور پہونچے گی۔

یعنی تیرا وقت ضائع جائے گا۔ تیری استعداد کے سرمایہ کو برباد کردے گا اور تیرے لباسِ تقویٰ کو جلاکر خاک کردے گا۔ ورنہ دین سے بے ذوقی اور بدحالی ضرور پیدا ہوگی۔

شیخ فرماتے ہیں ؎

پسرِ نوح بابدان بنشست — خاندانِ نبوتش گم شد
سگِ اصحابِ کہف روزے چند — پئے نیکاں گرفت مردم شد

اور فرماتے ہیں ؎

گلے خوش بوئے در حمام روزے — رسید از دستِ محبوبے بدستم
بدو گفتم کہ مشکی یا عبیری — کہ از بوئے دلا ویزے تو مستم
بگفتا من گلے ناچیز بودم — ولیکن مدتے با گل نشستم
جمالِ ہم نشیں در من اثر کرد
وگرنہ من ہماں خاکم کہ ہستم

نماز

ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ میں نے حاتم اصمؒ سے عرض کیا کہ آپ نماز کس طرح ادا فرماتے ہیں؟ آپ نے جواب دیا جب نماز کا وقت آتا ہے تو میں ایک وضو ظاہری کرتا ہوں اور ایک باطنی۔ ظاہری وضو پانی سے ہوتا ہے اور باطنی وضو توبہ سے پھر مسجد میں آتا ہوں۔
نماز ایک ایسا عمل ہے جس میں مرید ابتدا سے انتہا تک خدا کا راستہ پاتا ہے۔ نماز میں اس کے مقامات منکشف ہوتے ہیں۔
آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:۔
قُرَّۃُ عَیْنِیْ فِی الصَّلٰوۃِ ـــ میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں ہے۔ یعنی مجھے اپنی ہر خوشی نماز ہی میں ملتی ہے۔
یہی وجہ ہے کہ پچھلے زمانے کے بزرگ اپنے مریدوں کو دن رات میں ۴۰۰ سو رکعت نماز پڑھنے کی تاکید فرمایا کرتے تھے تاکہ جسم و روح کو نماز کی عادت ہو جائے۔
حضرت علی ہجویریؒ فرماتے ہیں جب آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج کے لیے بلایا گیا اور آپؐ کو قربِ الٰہی کے خاص محل میں پہونچایا گیا تو آپؐ کا نفسِ مبارک ہر طرح کی دنیوی قیود سے آزاد ہوا۔ آپؐ اس مقام پر پہونچے جہاں آپؐ کا نفس دل کے درجے کو پہونچ گیا۔ دل جان کے درجے پر اور جان عقل کے محل میں پہونچی اور عقل سارے عالم کے

جملہ علائق سے بے تعلق ہوگئی تو اُس وقت آپؐ نے عرض کیا کہ مجھے اس عالمِ قدس اور عالمِ لاہوت میں لاکر دوبارہ اُس علائقِ نفسانی اور مصائب کے گھر یعنی دنیا میں نہ پہونچا، دوبارہ طبیعت کی قیود میں نہ ڈال۔ بارگاہِ الٰہی سے فرمان آیا ہمارا حکم آپ کو دنیا ہی میں واپس کرنے کا ہے۔ وہاں جاکر آپ ہماری شریعت اپنے اسوۂ حسنہ اور تبلیغی کوششوں سے قائم کریں۔ جو کچھ ہم نے آپ کو یہاں بلاکر دیا ہے وہی کچھ آپ کو وہاں بھی ملے گا۔ چنانچہ جب آپؐ یہاں واپس تشریف لائے تو جس وقت آپؐ کا دلِ مبارک مقامِ معلی اور معراج کی روحانی واردات وکیفیات کا مشتاق ہوتا تو آپؐ فرماتے :-

یا بلال ارحنا بالصّلوٰۃ بلال! نماز سے ہماری روح کو راحت پہونچاؤ۔

پس حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر نماز بمنزلہ معراج ہوتی۔ اور نماز میں آپؐ معراج شریف کی تمام روحانی لذتیں حاصل فرماتے آپؐ کی جان نماز میں ہوتی۔ آپؐ کا دل نیاز میں۔ آپ کا سر راز میں اور آپؐ کا بدن گداز میں ہوتا یہاں تک کہ قربِ الٰہی کے باعث آپؐ کی نماز آپؐ کے لیے آنکھوں کی ٹھنڈک بن جاتی۔

قرۃ عینی فی الصّلوٰۃ

آپؐ کا جسمِ مبارک ناسوت میں ہوتا اور آپؐ کی روح مبارک عالمِ ملکوت میں ہوتی آپؐ کا بدن انسانی ہوتا لیکن آپؐ کی روح محبت وانس کے

ملکوتی محل میں ہوتی۔

حضرت سہیل بن عبداللہ فرماتے ہیں کسی شخص کے صاحب صدق ہونے کی یہ علامت ہے کہ خدا تعالیٰ فرشتوں کو اس کا مطیع اور خیر خواہ بنا دیتے ہیں۔ مثلاً جب نماز کا وقت آجائے اور وہ سوتا ہوا ہو تو فرشتہ اس کو جگا دیتا ہے۔ اور اسی طرح تمام دوسرے نیک اعمال میں اس کا معین و مددگار رہوتا ہے۔

حضرت حسین بن منصور رحمۃ اللہ علیہ رات دن میں چار سو رکعتوں سے زائد نماز پڑھتے تھے۔ لوگوں نے دریافت کیا کہ جس درجے میں آپ ہیں آپ کو اس قدر تکلیف اور مشقت اٹھانے کی کیا ضرورت ہے؟ آپ نے فرمایا تکلیف و راحت کا یہ فرق آپ لوگوں کے لیے ہے۔ نماز اور عبادت میں خواہ وہ کتنی ہی ہو راحت ہی راحت ہے دیکھنا کاہلی کا نام بزرگی اور حرص و ہوس کا نام طلب نہ رکھ لینا۔

حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ جب بوڑھے ہوگئے تو اس وقت بھی جوانی کے تمام وظائف و اعمال پورے فرماتے تھے۔ مریدوں نے عرض کیا حضرت! آپ بہت کمزور ہوگئے ہیں۔ اپنے معمولات میں تخفیف فرمادیجیے۔ آپ نے فرمایا یہ وہ وظائف ہیں جن کی بدولت میں اس درجے پر پہونچا ہوں۔ پس ناممکن ہے کہ انتہا میں میں انھیں چھوڑ دوں اور ان سے لاپرواہی برتوں۔

حضرت عبداللہ بن مبارکؒ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے بچپن میں

ایک عورت کو دیکھا جو بہت بڑی عابدہ تھیں۔ کہ نماز کی حالت میں بچھونے ان کو چالیس مرتبہ ڈنک مارا لیکن اُنہیں کسی قسم کی بے چینی نہیں ہوئی۔ جب وہ نماز سے فارغ ہوگئیں تو میں نے کہا اماں! تم نے اس بچھو کو اپنے سے دور کیوں نہ کر دیا؟ انہوں نے کہا بیٹا! تو ابھی بچہ ہے۔ ان باتوں کو تو سمجھ نہیں سکتا۔ جب میں خدا کے کام میں لگی ہوئی تھی تو اس حالت میں اپنا کام کیوں شروع کرتی۔

ایک شیخ فرماتے ہیں میں نے چالیس سال سفر کیا اور دورانِ سفر کوئی نماز جماعت کے بغیر نہیں پڑھی۔ ہر جمعہ کو میں کسی قصبہ میں ہوتا تھا۔

ک م ۲۶۸

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ نماز کی صورت اور اس کا قالب تو ایک ظاہر چیز ہے۔ اس صورت کی ایک حقیقت ہے اور وہی اس کی روح ہے۔ روح نماز کی اصل خشوع اور جملہ نماز میں دل کی حضوری ہے۔ کیونکہ نماز کا یہ مقصد ہے کہ دل کو اللہ تعالےٰ کی طرف متوجہ کیا جائے اور اللہ تعالیٰ کے ذکر کو ہیبت و تعظیم کے طریق سے تازہ کیا جائے۔ جیسا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا اَقِمِ الصَّلٰوۃَ لِذِكْرِيْ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بہت سے لوگ ہیں جن کے نصیب میں سوائے رنج و مصیبت کے کچھ نہیں۔ یہ وہ ہیں جو قالب سے تو نماز ادا کرتے ہیں لیکن دل سے غافل رہتے ہیں۔ اور فرمایا کہ بہت

سے ایسے لوگ ہیں جن کی نماز چھٹے یا دسویں حصے سے زیادہ نہیں لکھی جاتی۔ اور اسی قدر لکھی جاتی ہے جتنا کہ وہ دل سے حاضر رہتے ہیں۔ حضرت عائشہ رضؓ فرماتی ہیں کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم یوں تو ہم سے باتیں کیا کرتے تھے اور ہم ان سے۔ لیکن جوں ہی نماز کا وقت آجاتا تو آپؐ ایسے ہو جاتے جیسے ہم سے شناسائی ہی نہیں ہے۔ آپؐ اُس وقت اللہ تعالےٰ کی عظمت میں محو ہو جاتے تھے۔ آپؐ نے فرمایا کہ جس نماز میں دل حاضر نہ ہو اللہ تعالےٰ اُسے دیکھتے بھی نہیں۔ حضرت خلیل علیہ السلام نماز پڑھتے تو لوگ ان کے دل کا جوش کانوں سے سنتے تھے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز میں مشغول ہوتے تو آپؐ کا دل یوں جوش مارتا جیسے پانی سے بھری ہوئی تانبے کی دیگ آگ پر جوش مارتی ہے اور آواز کرتی ہے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب نماز کے لیے کھڑے ہوتے تو آپ کے چہرے کا رنگ متغیر ہو جاتا اور فرماتے کہ امانت کا وہ وقت آگیا جو ساتوں آسمانوں اور زمین پر رکھی گئی تو وہ اس کے متحمل نہ ہو سکے۔

حضرت سفیان ثوریؒ فرماتے ہیں کہ جو شخص نماز میں خشوع کرنے والا نہ ہو اس کی نماز درست نہیں ہوتی۔

حضرت خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جس نماز میں دل حاضر نہ ہو وہ عذاب کے قریب ہوتی ہے۔

اعمالِ نماز اور ان کی حقیقتِ روح کے بیان میں فرماتے ہیں کہ

——— جب تو اذان سُنے تو اس طرف متوجہ ہو جس کام میں مشغول ہو اسے چھوڑ دے۔ اِس منادی سے روزِ قیامت کی آواز یاد کر اور جان کہ جو کوئی اس فرمان کی آواز پر دوڑے گا وہ روزِ قیامت کی منادی سے بشارت پائے گا۔ اگر اپنے دل کو خوشی اور رغبت سے اس منادی پر مائل دیکھے گا تو وہ قیامت کی منادی سے بھی اسی طرح خوش ہو گا۔

——— طہارت۔ جان کہ طہارت جامہ و پوست کی پاکی اور غلاف کے پوست کی پاکی ہے۔ اس طہارت کی روح دل کو توجہ اور پشیمانی کے ساتھ پاک کرنا ہے اور اخلاقِ ناپسندیدہ سے دور رکھنا ہے۔ کیونکہ دل اللہ تعالیٰ کے نظارہ کی جگہ ہے اور حقیقتِ نماز کی جگہ ہے لیکن جسم صورتِ نماز کی جگہ ہے۔

——— ستر چھپانا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ تیرے ظاہری جسم پر جو چیز ناپسندیدہ ہے اس کو مخلوق کی نظروں سے پوشیدہ رکھ لیکن اس کی روح اور اس کا راز یہ ہے کہ تیرے باطن میں جو کچھ ناپسندیدہ ہے اس کو اللہ تعالیٰ کی نظروں سے پوشیدہ رکھ اور جان لے کہ اللہ تعالیٰ سے کوئی چیز پوشیدہ نہیں کی جا سکتی۔ پس باطن کو اس سے پاک کر۔

——— قبلہ رُو ہونا۔ ظاہر میں تو منہ کو سب طرف سے ہٹا کر ایک طرف کر لیتا ہے لیکن اس کا راز یہ ہے کہ دل کا منہ دونوں جہان

کی چیزوں سے پھیرے اور اللہ تعالےٰ کی طرف متوجہ ہو جا۔ جیسا کہ قبلۂ ظاہر ایک ہے اسی طرح دل کا قبلہ بھی ہوتا ہے اور وہ حق تعالیٰ ہے۔ دل کو مختلف خیالات کی وادی میں لے جانا ایسا ہے جیسا کہ منہ کو قبلہ سے ادھر ادھر پھیرنا۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص نماز میں کھڑا ہو اور اس کی خواہشات۔ منہ اور دل، تینوں اللہ تعالےٰ کی طرف متوجہ ہوں تو وہ نمازی ایسا ہو جاتا ہے جیسے ماں کے پیٹ سے ابھی پیدا ہوا ہے۔ یعنی تمام گناہوں سے پاک ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ قبلہ کی طرف سے منہ کا دوسری طرف پھیر لینا نماز کو باطل کر دیتا ہے ایسا ہی دل کا منہ اللہ تعالیٰ سے پھیر لینا اور دوسرے خیالات کی طرف لے جانا نماز کی روح اور حقیقت کو باطل کر دیتا ہے۔

قیام۔ اس کا ظاہر یہ ہے کہ کوئی شخص غلاموں کی طرح سر نیچا کیے ہوئے اللہ تعالیٰ کے حضور میں کھڑا ہے۔ اور اس کا راز یہ ہے کہ دل کو تمام حرکات سے ہٹالے اور تعظیم و انکسار کی حالت سے ایستادہ رہے۔ اور چاہیے کہ اس وقت اپنا کھڑا ہونا قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے سامنے کھڑا ہونا سمجھے۔ جب کہ اس کے تمام راز ظاہر ہوں گے اور اس کو دکھلائے جائیں گے۔ اس تعظیم کی بدولت ہی صحابہ رضؓ کا ایک گروہ نماز میں ایسا ساکت رہتا تھا کہ جانور اُن سے نہ بھاگتے تھے اور گمان کرتے تھے کہ یہ پتھر ہیں۔

——— رکوع و سجود۔ ان کا ظاہر تو یہ ہے کہ بدن سے فروتنی کرے اور اس کا مقصد دل کی عاجزی ہے۔ جو شخص یہ جانے کہ زمین پر منہ رکھنا اپنے عزیز ترین اعضاء کا خاک پر رکھنا ہے جس سے زیادہ کوئی ذلیل چیز نہیں ہے وہ جان لے کہ اس کی اصل خاک ہے اور اُسکو خاک کی طرف رجوع کرنا ہے اور یوں اپنی عاجزی اور ناکسی کو پہچانے۔

ایسا ہی ہر کام میں ایک راز و حقیقت ہے جب اس سے غافل ہوگا تو سوائے صورتِ نماز کے اُسے کچھ حاصل نہ ہوگا۔

دل کی غفلت کا علاج

نماز میں دل دو وجہ سے غافل ہوتا ہے ایک ظاہری اور ایک باطنی ظاہری وجہ تو یہ ہے کہ جہاں نماز پڑھے وہاں کوئی چیز دکھائی یا سُنائی دیتی ہو جس میں دل مشغول ہو جائے اور کان اور آنکھ کے تابع ہو جائے اس کا علاج یہ ہے کہ نماز (نوافل) خلوت میں ادا کرے جہاں کوئی آواز سُنائی نہ دے۔ اگر اندھیری جگہ ہو تو بہتر ہے یا آنکھ بند کرلے۔ اکثر عابدوں نے نماز کے لیے تنگ و تاریک گھر بنایا ہوا ہے کہ فراخ جگہ میں دل پراگندہ ہوتا ہے۔

دوسرا سبب باطنی ہے جس سے خیالات پراگندہ ہو جاتے ہیں۔ اس کی دو وجوہات ہیں:۔

اول یہ کہ دل کسی کام میں مشغول ہو۔ اس کا علاج یہ ہے کہ پہلے اس کام کو ختم کرلے اور دل کو اس سے فارغ کرکے پھر نماز ادا کرے۔ اسی لیے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :۔

اِذَا احۡضَرَ الۡعِشَاءُ وَ الۡعِشَاءُ فَابۡدَءُوۡا بِالۡعَشَاءِ	جب کھانا اور نماز ایک وقت پر آجائیں تو پہلے کھانا کھالو

ایسا ہی اگر کوئی اور بات کرنی ہو تو پہلے بات کرلے اور دل کو اس اندیشہ سے خالی کرلے۔

دوسرا ایسا اندیشہ جو ایک گھڑی میں ختم نہ ہو یا خود خیالات پراگندہ ہوں جو عادت کی وجہ سے دل پر غالب ہو گئے ہوں تو ان کا علاج یہ ہے کہ دل کو ذکر و قرآن خوانی میں لگائے اور اس کے معانی پر غور کرے۔ اگر خواہشِ خیالات زبردست ہو تو اس طرح دفع نہ ہوگی، بلکہ پہلے مسہل ضروری ہوگا جو مادۂ مرض کو اندر سے نکالے۔ اور اس کا مسہل یہ ہے کہ اُس چیز کو ترک کر دے جس سے اندیشہ پیدا ہوتا ہے۔ تاکہ رہائی حاصل ہو۔ اگر وہ ایسا نہیں کرسکتا تو ہرگز اس اندیشہ سے نجات نہ ہوگی اور اس کی نماز خطراتِ نفسانی سے ملی رہے گی۔ اس کی مثال ایسی ہے کہ ایک شخص درخت کے نیچے بیٹھے اور چاہے کہ میں جانوروں کی آوازیں نہ سنوں۔ ایک لکڑی پکڑ کر اُن کو اُڑائے لیکن وہ جلد ہی پھر واپس آجائیں۔ اگر ان سے بالکلیہ نجات حاصل کرنا چاہتا ہے تو اس کا علاج درخت کو جڑ سے اُکھاڑ دینا ہے۔ کیوں کہ جب تک

درخت ہے جانوروں کا نشیمن بھی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ خوب صورت اور منقّش جامہ جو بطور ہدیہ آپؐ کے پاس لایا گیا تھا، اُتار کر اُس کے مالک کو واپس بھجوا دیا۔ اور وہی پُرانا لباس پہن لیا۔ کیونکہ نماز کے دوران آپؐ کی نگاہ اس کی خوبصورتی پر جا پڑی تھی۔ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ اپنے نخلستان میں نماز پڑھتے تھے۔ آپ نے ایک خوبصورت جانور دیکھا کہ درختوں کے درمیان اُڑتا تھا اور اُسے راستہ نہیں ملتا تھا۔ ان کا دل اس کی طرف مشغول ہوا اور بھول گئے کہ کتنی رکعتیں ادا کی ہیں پس آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنے دل کا شکوہ کیا اور سارا نخلستان اس کے کفارہ میں صدقہ کر دیا۔ غرض جب نماز سے پہلے اللہ تعالیٰ کا ذکر دل پر غالب نہ ہو تو نماز میں بھی حاضر نہیں ہوتا اور جو اندیشے دل میں راہ پلتے ہونگے نماز کے وقت بھی دل اُن سے خالی نہ ہوگا۔ جو شخص حضورِ دل سے نماز پڑھنا چاہے دنیا کے مشغلوں کو اپنے دل سے دور کرے اور دنیا سے بقدرِ حاجت پر قناعت کرے اور اس کا مقصد عبادت میں دل کی فراغت ہو۔

اکسیر ہدایت ۹۲ تا ۹۷

محبّت

قال اللّٰہ تعالیٰ :-

فَسَوْفَ یَاْتِی اللّٰہُ بِقَوْمٍ یُّحِبُّھُمْ وَیُحِبُّوْنَہٗ ۵ - ۵۴

یعنی اے ایمان والو! جو بھی تم میں سے اپنے دین سے پھر جائے گا تو اللہ تعالیٰ عن قریب ہی ایک ایسی قوم لے آئے گا جس سے اللہ محبت رکھے گا اور وہ اللہ سے محبت رکھیں گے۔

اپنی محبت کے مستحقین کا ذکر اللہ تبارک وتعالیٰ نے قرآن میں جا بجا فرمایا ہے :-

(۱) وہ جن کا شیوہ احسان ہے۔ اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الْمُحْسِنِیْنَ (۲ — ۱۹۵)

(۲) وہ جو بار بار توبہ کرنے والے اور کمالِ پاکیزگی کو حاصل کرنے والے ہیں — اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ التَّوَّابِیْنَ وَیُحِبُّ الْمُتَطَھِّرِیْنَ (۲ — ۲۲۲)

(۳) وہ جن کا نصب العین کمالِ اتباعِ پیغمبر ہوتا ہے — قُلْ اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰہُ (۳ — ۳۱)

(۴) وہ جنھوں نے پرہیزگاری کو اپنا شعار بنا لیا ہو فَاِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الْمُتَّقِیْنَ۔ (۳ — ۷۶)

(۵) وہ جو صبر کو کبھی ہاتھ سے نہیں دیتے۔ وَاللّٰہُ یُحِبُّ الصّٰبِرِیْنَ۔ (۳۔ ۱۴۶)

(۶) وہ جن کا بھروسہ کبھی غیر اللہ پر نہیں ہوتا۔ وَاللّٰہُ یُحِبُّ الْمُتَوَکِّلِیْنَ۔ (۳۔ ۱۵۹)

(۷) وہ جو ہمیشہ عدل و انصاف کرتے ہیں۔ اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الْمُقْسِطِیْنَ (۵۔ ۴۲)

(۸) وہ جو اُس کی راہ میں جان توڑ کر لڑتے ہیں۔ اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الَّذِیْنَ یُقَاتِلُوْنَ فِیْ سَبِیْلِہٖ صَفًّا کَاَنَّھُمْ بُنْیَانٌ مَّرْصُوْصٌ (۶۱۔ ۴) وغیرہ۔

اسی طرح اُس نے اپنی کتابِ پاک میں اُن لوگوں کا ذکر بھی جگہ جگہ فرمایا ہے جو اُس کی محبت کے مستحق نہیں ہیں:-

(۱) وہ جو ناشکرے اور گناہگار ہیں۔ وَاللّٰہُ لَا یُحِبُّ کُلَّ کَفَّارٍ اَثِیْمٍ (۲۔ ۲۷۶)

(۲) وہ جو ظلم و جور کے عادی بن چکے ہیں وَاللّٰہُ لَا یُحِبُّ الظّٰلِمِیْنَ (۳۔ ۵۷)

(۳) وہ جو اترانے والے اور فخر کرنے والے ہیں۔ اِنَّ اللّٰہَ لَا یُحِبُّ مَنْ کَانَ مُخْتَالًا فَخُوْرًا (۴۔ ۳۶)

(۴) وہ جن کی گھٹی میں دغا و فریب ہے اور وہ ایسے گناہ کرنے کے عادی ہو چکے ہیں۔ اِنَّ اللّٰہَ لَا یُحِبُّ مَنْ کَانَ خَوَّانًا اَثِیْمًا (۴۔ ۱۰۷)

(۵) وہ جو فساد پھیلاتے پھرتے ہیں ــــ اِنَّ اللّٰہَ لَا یُحِبُّ الْمُفْسِدِیْنَ۔ (۵-۶۴)

(۶) وہ جو اللہ کی مقررہ کی ہوئی حدوں کو پھلانگنے کے عادی ہو چکے ہیں ــ اِنَّ اللّٰہَ لَا یُحِبُّ الْمُعْتَدِیْنَ (۵-۸۷)

(۷) وہ جو فضول۔ بے کار اور بے جا خرچ کرتے ہیں۔ اِنَّ اللّٰہَ لَا یُحِبُّ الْمُسْرِفِیْنَ (۶-۱۴۱)

(۸) وہ جو دغا بازی اور دھوکہ بازی کرتے ہیں۔ اِنَّ اللّٰہَ لَا یُحِبُّ الْخَائِنِیْنَ (۸-۵۸)

(۹) وہ جو اپنی بڑائی کا اظہار کرتے پھرتے ہیں۔ اِنَّ اللّٰہَ لَا یُحِبُّ الْمُسْتَکْبِرِیْنَ (۱۶-۲۲) وغیرہ

الاحادیث

(۱) عن ابی ھریرۃ قال	روایت ہے حضرت ابوہریرہؓ سے
قال رسول اللّٰہ صلی	کہ فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم
اللّٰہ علیہ وسلم	نے تحقیق اللہ تعالیٰ جب دوست
اِنَّ اللّٰہَ اِذَا اَحَبَّ	رکھتا ہے کسی بندے کو تو پکارتا ہے
عَبْدًا دَعَا جِبْرَئِیْل	جبرئیل کو اور فرماتا ہے کہ تحقیق میں
فَقَالَ اِنِّیْ اُحِبُّ فُلَانًا	دوست رکھتا ہوں فلانے کو پس
فَاَحِبَّہٗ قَالَ فَیُحِبُّہٗ	دوست رکھو تم اس کو پس دوست
جِبْرَئِیْلُ ثُمَّ یُنَادِیْ	رکھتے ہیں اس کو اہل آسمان۔ پھر

فِي السَّمَاءِ ثُمَّ يُوضَعُ لَهُ الْقَبُولُ فِي الْأَرْضِ

(رواہ مسلم)

رکھی جاتی ہے واسطے اُس کے قبولیت زمین میں

(۲) عَنْ أَبِي رَزِينٍ أَنَّهُ قَالَ لَهُ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَلَا أَدُلُّكَ عَلٰى مِلَاكِ هٰذَا الْأَمْرِ الَّذِي تُصِيبُ بِهِ خَيْرَ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ عَلَيْكَ بِمَجَالِسِ أَهْلِ الذِّكْرِ وَإِذَا خَلَوْتَ فَحَرِّكْ لِسَانَكَ مَا اسْتَطَعْتَ بِذِكْرِ اللّٰهِ وَأَحِبَّ فِي اللّٰهِ وَأَبْغِضْ فِي اللّٰهِ يَا رَزِينُ هَلْ شَعَرْتَ أَنَّ الرَّجُلَ إِذَا خَرَجَ مِنْ بَيْتِهِ زَائِرًا أَخَاهُ شَيَّعَهُ سَبْعُونَ أَلْفَ مَلَكٍ كُلُّهُمْ

روایت ہے ابی رزین رضہ سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن سے کہ آیا نہ آگاہ کروں میں تجھ کو اوپر امر دین کی جڑ کے کہ پہونچے تو بہ سبب اس کے دنیا اور آخرت کی بھلائی کو - لازم کر اپنے اوپر بیٹھنا اہلِ ذکر کی مجلسوں میں اور جب تنہا بیٹھے تو جہاں تک ہو سکے ذکر اللہ کے ساتھ اپنی زبان ہلاتا رہ اور دوست رکھ واسطے اللہ کے اور دشمنی رکھ واسطے اللہ کے - اے ابو رزین! کیا تجھے معلوم ہے کہ جب آدمی اپنے گھر سے اپنے مسلمان بھائی کی ملاقات کے ارادہ سے نکلتا ہے ستر ہزار فرشتے پیچھے پیچھے اُس کے ہو لیتے ہیں سب کے سب دعا کرتے ہیں اُس کے لیے

يُصَلُّوْنَ عَلَيْهِ وَيَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا آمَنَهُ وَصَلَ فِيْكَ فَصِلْهُ فَاِنِ اسْتَطَعْتَ اَنْ تَعْمِلَ جَسَدَكَ فِيْ ذٰلِكَ فَافْعَلْ

(رواہ بیہقی فی شعب الایمان)

اور کہتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار تحقیق اس شخص نے ملاپ کیا تیرے واسطے پس ملا اس کو اپنی رحمت اور مغفرت کے ساتھ۔ پس اگر تو طاقت رکھے کہ اس کام میں اپنے بدن کو لگائے تو لگا۔

(۳) عن معاذ بن جبل قال سمعت رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم یقول قال اللّٰہ تعالٰے وَجَبَتْ مَحَبَّتِيْ لِلْمُتَحَابِّيْنَ فِيَّ وَ الْمُتَجَالِسِيْنَ فِيَّ وَالْمُتَزَاوِرِيْنَ فِيَّ وَ الْمُتَبَاذِلِيْنَ فِيَّ

(رواہ مالکؒ)

حضرت معاذ بن جبلؓ سے روایت ہے کہا کہ سُنا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے فرماتے تھے کہ فرماتا ہے اللہ تعالےٰ لازم ہو گئی محبت میری واسطے محبت کرنے والوں کے آپس میں بسبب میرے اور واسطے بیٹھنے والوں کے بسبب میرے اور واسطے ملاقات کرنے والوں کے میری رضا کے لیے اور میری راہ میں مال خرچ کرنے والوں کے لیے۔

(۴) عن عمر قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم اِنَّ مِنْ عِبَادِ

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تحقیق بندگانِ خدا سے

اللہِ لَاُنَاسًا مَا ھُمْ
بِاَنْبِيَاءَ وَلَا شُهَدَاءَ
يَغْبِطُهُمُ الْاَنْبِيَاءُ
وَالشُّهَدَاءُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ
بِمَكَانِهِمْ مِنَ اللہِ قَالُوْا
يَا رَسُوْلَ اللہِ تُخْبِرُنَا
مَنْ هُمْ قَالَ هُمْ
قَوْمٌ تَحَابُّوْا بِرُوْحِ اللہِ
عَلٰى غَيْرِ اَرْحَامٍ بَيْنَهُمْ
وَلَا اَمْوَالٍ يَتَعَاطَوْنَهَا
فَوَاللہِ اِنَّ وُجُوْهَهُمْ
لَنُوْرٌ وَّاِنَّهُمْ لَعَلٰى
نُوْرٍ لَا يَخَافُوْنَ اِذَا
خَافَ النَّاسُ وَلَا
يَحْزَنُوْنَ اِذَا حَزِنَ
النَّاسُ وَقَرَاَ هٰذِهِ
الْاٰيَةَ اَلَا اِنَّ اَوْلِيَاءَ

البتہ آدمی ہیں کہ نہیں وہ نبی اور
شہید۔ رشک لے جائیں گے اُن پر
انبیاء اور شہداء قیامت کے دن
بہ سبب مرتبہ اُن کے کے کہ نزدیک
خدا کے رکھیں گے۔ عرض کیا صحابہ
نے یا رسول اللہ! خبر دیجئے ہم کو
کہ وہ کون ہوں گے۔ فرمایا کہ وہ
قوم ہیں کہ محبت رکھتے ہیں آپس
میں خدا کے لیے۔ اُن کے درمیان
کوئی رشتہ نہ ہوگا اور نہ یہ کہ وہ
آپس میں اموال کی داد و ستد کرتے
ہیں۔ پس قسم ہے اللہ کی کہ ان کے
چہرے البتہ نورانی ہوں گے۔ اور
وہ نور کے منبروں پر ہوں گے۔ نہ
ڈریں گے کہ جس وقت ڈریں گے
لوگ اور نہ غمگین ہوں گے جب
غمگین ہوں گے لوگ اور پڑھی یہ

عه المراد بروح اللہ۔ القرآن کما قال اللہ تعالیٰ وَكَذٰلِكَ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ
رُوْحًا مِّنْ اَمْرِنَا ۱۲ انصاری

اَلَآ اِنَّ اَوْلِیَآءَ اللّٰہِ لَا خَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَ (رواہ ابوداؤد)	آیت خبردار رہو تحقیق دوست خدا کے کہ نہیں ڈر اُن پہ اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔

پس معلوم ہوا کہ جس طرح بندے اللہ تعالیٰ سے محبت رکھتے ہیں اللہ تعالےٰ بھی بندوں سے محبت رکھتے ہیں۔ البتہ اللہ تعالیٰ کی محبت اور بندوں کی محبت کی نوعیتوں میں فرق ہے۔ اللہ تعالےٰ کی محبت کا مفہوم یہ ہوتا ہے کہ وہ اپنے بندے کو وسیع نعمتیں عطا فرمائیں اور اُسے دنیا و آخرت میں عزت و آبرو۔ خوش حالی اور ثواب عطا فرمائیں اور اپنے عذاب سے اس کو محفوظ فرمائیں۔ اسے گناہوں سے بچا کر بلند احوال و مقامات سے سرفراز فرمائیں۔ شرک اور اس کے جملہ متعلقات سے اس کی حفاظت فرمائیں اور عنایاتِ ازلی سے اس کو مالامال، فرمائیں۔ جب اللہ تبارک و تعالےٰ اپنے بندے کو ان عطایا سے مشرف فرماتا ہے تو اللہ تبارک و تعالےٰ کا اپنے بندے کے بارے میں یہ خاص ارادہ محبت کے نام سے موسوم کیا جائے گا۔

حضرت جنید بغدادیؒ اور حضرت حارث محاسبیؒ کا بھی یہی مسلک ہے۔

اور اس محبت کے عنوانات جو ایک بندے کو خاص اللہ تعالےٰ سے ہوتی ہے یہ ہیں کہ وہ اس کی ذات اور اس کی صفات میں کسی کو شریک نہ ٹھیرائے۔ اس کے جملہ اوامر و احکام کی تعمیل و اطاعت

کرے۔ اس کی فرمائی ہوئی تمام منہیات سے باز رہے۔ اللہ تعالیٰ کی محبت اپنے معنی میں تعظیم و احترام کا خاص تقاضا کرتی ہے اور چاہتی ہے کہ بندہ کی توجہ اور محویت ذاتِ حق کے لیے خاص ہو جائے اس کے ذکر و فکر کی عادت کرے اور غیر اللہ کے ذکر سے اسے کوئی علاقہ نہ رہے۔ پھر یہ کہ ایسا بھی کبھی نہ ہو کہ اس کے نزدیک خالق کی محبت مخلوق کی محبت کے ہم پلہ ہو جائے۔ حق تعالیٰ کے عاشق صرف اسی کے عشق میں محو رہتے ہیں۔ اور محبت کو صرف اسی کے لیے خاص رکھتے ہوئے اس کے قرب و وصل کی راحت طلب کرنے والے ہوتے ہیں۔ ک م ۲۶۹-۲۷۰

حضرت ابوالقاسم قشیریؒ فرماتے ہیں کہ محبت یہ ہے کہ اپنے محبوب کی ذات کے اثبات کے لیے اپنی صفاتِ بشری اور اپنی تمام خواہشات کو نیست و نابود کر دے۔ یعنی محب اپنی محویتِ تامہ سے خود تو فانی ہو جائے لیکن محبوب باقی رہ جائے۔ یہ خواص و اولیاء کا مقام ہے۔

حضرت یحییٰ معاذ رازیؒ فرماتے ہیں حقیقی محبت وہ ہے کہ نہ توجور و جفا اس میں کوئی کمی پیدا کر سکیں اور نہ رحم و کرم اس کے لیے کسی ترقی کا موجب بن سکیں۔ یعنی سچی محبت کسی قسم کے سلوک اور حالات کے تابع نہیں ہوا کرتی۔ بلکہ وہ ہمیشہ ایک ہی معیار پر قائم رہتی ہے ک م ۲۷۳

حضرت سہل بن عبداللہ تستریؒ فرماتے ہیں کہ محبت یہ ہے کہ محبوب کے احترام میں اس کی منہیات سے ہمیشہ بچتا رہے اور اس کے اوامر و احکام کی کامل طور پر اطاعت کرے۔ اس لیے کہ جب دوست کی محبت دل میں قوی ہوتی ہے تو دوست کے فرمان کی اطاعت دوست پر آسان ہو جاتی ہے۔

حضرت سمنون محبؒ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ سے محبت کرنے والے وہ لوگ ہیں جو دنیا میں اللہ کے نیک بندوں کی محبت اختیار کریں۔ کیوں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے:-

اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ — آدمی حشر میں اُسی شخص کے ساتھ ہوگا جس کے ساتھ وہ دنیا میں محبت رکھتا تھا۔

پس اللہ تعالیٰ کے محب وہ ہیں جو دنیا و آخرت میں اللہ والوں کی معیت اختیار کیے ہوئے ہوتے ہیں۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ اگر کوئی شخص کہتا ہے کہ میں خدا سے محبت کرتا ہوں اور اپنے بھائی سے نفرت کرتا ہے تو وہ جھوٹا اور مکار ہے۔ کیونکہ جب وہ آنکھوں سے نظر آنے والے انسانوں سے برا سلوک کرتا ہے تو وہ نادیدہ خدا کے ساتھ کس طرح محبت کر سکتا ہے اصل میں مخلوق کی محبت ہی خالق کی محبت ہے۔

نیز فرمایا کہ اپنے دشمنوں سے محبت رکھو اور اپنے ستانے والوں کے لیے دعا مانگو کیونکہ خداوند کریم اپنے سورج کو نیک و بد دونوں پر چمکاتا اور راست باز اور بدکار دونوں پر مینہ برساتا ہے۔ نیز فرمایا کہ خدا کے ساتھ اپنے سارے دل۔ اپنی ساری جان، اپنی ساری طاقت اور اپنی ساری عقل سے محبت رکھ اور انسانوں سے اپنے برابر محبت رکھ۔

آپ کثیر التبسم اور حضرت یحییٰ علیہ السلام کثیر البکاء تھے۔ ایک دفعہ حضرت یحییٰ نے آپ سے فرمایا کہ آپ کو قہرِ خداوندی سے اس قدر بے خوف نہ ہو جانا چاہیئے۔ آپ نے فرمایا کہ آپ کو رحمتِ خداوندی سے اس قدر نا امید بھی نہ ہونا چاہیئے کہ ہر وقت روتے ہی رہو۔

آپ سے جب احوال پرسی کی جاتی کہ کیسے ہو تو فرماتے جس چیز میں میرا فائدہ ہے اس پر میرا قابو نہیں جس چیز میں میرا نقصان ہے اس کو اپنے اوپر سے دفع نہیں کر سکتا۔ میرا کام دوسرے کے ہاتھ میں ہے اور میں اپنے سے زیادہ کسی کو محتاج اور بے چارہ نہیں پاتا۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا اخلاص یہ ہے کہ اعمال کا عوض نہ چاہے۔ دنیا کو آخرت کے لیے اور آخرت کو اللہ کے لیے چھوڑ دے۔

نیز فرمایا کہ بندے کے اندر جب کسی زینتِ دنیا سے عُجب آجاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو دشمن رکھتا ہے یہاں تک کہ وہ اس زینت سے جدا

نہ ہو جائے۔

حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ تعجب ہے اُس شخص پر جو اللہ کو حق جانتا ہے اور پھر غیروں کا ذکر کرتا اور اُن پر بھروسہ کرتا ہے۔

نیز فرمایا محب اللہ کو تنہائی عزیز ہوتی ہے۔

نیز فرمایا کہ جنت میں رونا عجیب ہے اور دنیا کے اندر ہنسنا عجیب تر ہے۔

اور فرمایا کہ جس شخص کو سال بھر تک کوئی تکلیف یا رنج نہ پہونچے پس وہ جان لے کہ میرا رب مجھ سے ناراض ہے۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا جو شخص خدا تعالیٰ کو بھول جاتا ہے خدائے تعالیٰ اُس کو اپنی جان بھی بُھلا دیتا ہے۔

نیز فرمایا کہ دوستی کا حال اپنے دلوں سے پوچھا کرو کیونکہ یہ ایسے گواہ ہیں جو کسی سے رشوت نہیں لیتے۔

نیز فرمایا کہ خدائے تعالیٰ کے راضی ہونے کی علامت یہ ہے کہ بندہ خود کو اس کی تقدیر پر راضی پائے۔

اور فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ کسی بندے سے محبت کرتا ہے تو اُسے یہ توفیق بخشتا ہے کہ وہ زمانے کے عبرتناک واقعات سے عبرت حاصل کرے۔

اور فرمایا جس شخص نے بندوں کا شکریہ ادا نہیں کیا وہ خدائے تعالیٰ

کے شکر سے بھی عہدہ برآ نہیں ہو سکتا۔

غوث الاعظم حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں :-

جو خدا سے واقف ہو جاتا ہے وہ مخلوق کے سامنے متواضع ہو جاتا ہے۔

جس نے مخلوق سے کچھ مانگا وہ خالق کے دروازہ سے اندھا ہے۔

اللہ کی اطاعت قلب سے ہوتی ہے قالب سے نہیں۔

رضائے خالق کے خواہش مند و! مخلوق کی اذیتوں پر صبر اختیار کرو

فرمایا تم مشغول ہو ایسی چیز کے جمع کرنے میں جس کو کھا نہ سکو گے آرزو رکھتے ہو ایسی چیزوں کی جن کو پا نہ سکو گے۔ تعمیر کرتے ہو ایسے مکان جن میں بس نہ سکو گے۔ یہ ساری چیزیں تم کو تمہارے رب کے مقام سے محجوب کر رہی ہیں۔

اگر محبتِ دنیا کے سوا ہمارا اور کوئی بھی گناہ نہ ہو تب بھی ہم مستحقِ دوزخ ہیں۔

حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اللہ تعالےٰ کی محبت یہ ہے کہ دنیا و آخرت دونوں کو دوست نہ رکھے۔

نیز فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ مقبول شخص وہ ہے جو بارِ خلق کھینچے اور خوئے خوش رکھے۔

فرمایا جیسا تم خدا کو کل کے لیے چاہتے ہو تم آج اس کے لیے ویسے

ہی بن جائے۔

حضرت معروف کرخی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں :-
حق تعالےٰ جب کسی بندے کی بھلائی چاہتا ہے تو اُس پر حُسنِ عمل کا دروازہ کھول دیتا ہے۔

نیز فرمایا محبت ایک ایسی چیز ہے جو سیکھنے اور کسی کے بتانے کی نہیں ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالےٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب تیرا کوئی دوست ہو تو اس کی محبت کا اندازہ اُس سے نہ پوچھ بلکہ اپنے دل سے پوچھ کیونکہ جو تیرے دل میں ہوگا ویسا ہی اس کے دل میں ہوگا۔

حضرت ربیع بن خیثم جب عید الاضحیٰ میں قربانی کرتے تو فرماتے تیری عزت اور تیرے جلال کی قسم اگر مجھے معلوم ہو کہ تیری خوشنودی اپنے کو ذبح کرنے میں ہے تو میں خود قربان ہو جاؤں۔

(مخزنِ اخلاق ۵۳ تا ۴۸ ۲)

الغرض ہر وہ شخص جو اللہ تبارک و تعالےٰ کی محبت میں محو اور شادکام ہے ہر بلاء و مصیبت کو نہ صرف یہ کہ خوشی سے برداشت کرتا ہے بلکہ وہ اپنے ہر ابتلا کے اندر اپنے خالق و مالک کی جانب سے لطیف اشارات پاتا ہے اور وہ اپنی اس خوشی میں کہ ہیں اس کی یاد میں موجود ہوں اپنی مادی مصیبتوں کی تلخیاں بھول جاتا ہے

ایک عارف نے کہا ہے ؎

فرعون را نہ دادیم اے دوست دردِ سر
زیرا کہ او نداشت سرِ دردہائے ما

شداد را بہ نعمتِ چندیں سپردہ ایم
زاں کہ بہشت آورد اندر سرائے ما

بےگانہ را چہ کار بود از بلائے غم
آں را رسد کہ خاص بود آشنائے ما

ما پروریم دشمن و ما مے کُشیم دوست
کس را رسد نہ چون و چرا در قضائے ما

سخاوت

وہ مرکزی نقطہ جس کے گرد قرآنی مضامین اپنے مختلف پیرایوں اور متعدد اسالیبِ بیان میں گردش کر رہے ہیں یہ ہے کہ انسان اس دارِ فانی اور دارِ آخرت کی حقیقت کو خوب اچھی طرح سے اپنے ذہن میں بٹھا سکے اور دونوں کا موازنہ کر سکے۔ چنانچہ اللہ تبارک و تعالیٰ ایک طرف تو دنیا اور مالِ دنیا کی بے ثباتی اور اس کا انسان کے حق میں فتنہ و آزمائش ہونا پورے شواہد اور دلائل کے ساتھ بیان فرماتے ہیں دوسری طرف لوگوں کو اپنے بھائیوں کے ساتھ فیاضانہ سلوک پر اکساتے ہیں اُن کی مدد اور ان کی کاربراری کے لیے ترغیب دیتے ہیں اور اس کام کو اپنی خوشنودی کا ایک بہت بڑا ذریعہ قرار دیتے ہیں۔

القرآن

(۱) قُلْ لِّعِبَادِیَ الَّذِیْنَ	کہہ دیجیے میرے بندوں سے جو
اٰمَنُوْا یُقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ	ایمان لائے ہیں قائم رکھیں نماز اور
وَیُنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰھُمْ	خرچ کریں ہماری دی ہوئی روزی
سِرًّا وَّ عَلَانِیَۃً مِّنْ	میں سے کھلے اور چھپے پہلے اس سے
قَبْلِ اَنْ یَّاْتِیَ یَوْمٌ	کہ آئے وہ دن جس میں نہ خرید
لَّا بَیْعٌ فِیْہِ وَلَا خِلٰلٌ ۝	و فروخت ہے اور نہ دوستی

(۱۴-۳۱)

(۲) يَسْـَٔلُوْنَكَ مَاذَا يُنْفِقُوْنَ قُلْ مَآ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ خَيْرٍ فَلِلْوَالِدَيْنِ وَالْاَقْرَبِيْنَ وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ وَمَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِيْمٌ ۝
(۲۱۵ — ۲)

آپ سے پوچھتے ہیں کیا چیز خرچ کریں کہہ دیجیے کہ جو کچھ تم خرچ کرو مال سو ماں باپ کے لیے اور قرابت والوں کے اور یتیموں کے اور محتاجوں کے اور مسافروں کے لیے اور جو کچھ تم بھلائی کرو گے سو بے شک وہ اللہ کو معلوم ہے۔

(۳) اَلَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ۝ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا ؕ لَهُمْ دَرَجٰتٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَمَغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ ۝ (۳-۴ — ۸)

وہ لوگ جو قائم رکھتے ہیں نماز اور ہم نے جو روزی اُن کو دی ہے اس میں سے خرچ کرتے ہیں، وہی ہیں سچے ایمان والے اُن کے لیے درجے ہیں اپنے رب کے پاس اور معافی اور روزی عزت کی

(۴) وَالَّذِيْنَ تَبَوَّؤُ الدَّارَ وَالْاِيْمَانَ مِنْ قَبْلِهِمْ يُحِبُّوْنَ مَنْ هَاجَرَ

اور وہ لوگ جو جگہ پکڑ رہے ہیں اس گھر میں اور ایمان میں ان سے پہلے وہ محبت کرتے ہیں اُس سے

إِلَيْهِمْ وَلَا يَجِدُونَ
فِي صُدُورِهِمْ حَاجَةً
مِّمَّا أُوتُوا وَيُؤْثِرُونَ
عَلَىٰ أَنفُسِهِمْ وَلَوْ
كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ ۚ
وَمَن يُوقَ شُحَّ نَفْسِهِ
فَأُولَٰئِكَ هُمُ
الْمُفْلِحُونَ ۝

جو وطن چھوڑ کر آئے اُن کے پاس
اور نہیں پاتے اپنے دل میں تنگی
اس چیز سے جو مہاجرین کو دی جائے
اور مقدم رکھتے ہیں اُن کو اوپر
اپنی جان کے اگرچہ ہو اپنے اوپر
فاقہ اور جو بچایا گیا اپنے جی کے
لالچ سے - تو وہی لوگ ہیں مراد پانے
والے -

(۵۹ — ۹)

(۵) وَأَنفِقُوا مِمَّا رَزَقْنَاكُم
مِّن قَبْلِ أَن يَأْتِيَ
أَحَدَكُمُ الْمَوْتُ
فَيَقُولَ رَبِّ لَوْلَا
أَخَّرْتَنِي إِلَىٰ أَجَلٍ
قَرِيبٍ فَأَصَّدَّقَ
وَأَكُن مِّنَ الصَّالِحِينَ ۝

اور خرچ کرو کچھ ہمارا دیا ہوا اس
سے پہلے کہ آ پہونچے تم میں سے
کسی کو موت تب کہے اے رب!
کیوں نہ ڈھیل دی تو نے مجھ کو
ایک تھوڑی سی مدت کہ خیرات
کرتا اور ہو جاتا نیک لوگوں میں
سے -

(۶۳ — ۱۰)

(۶) وَمَثَلُ الَّذِينَ يُنفِقُونَ
أَمْوَالَهُمُ ابْتِغَاءَ

اور مثال اُن کی جو خرچ کرتے ہیں
اپنے مال اللہ کی خوشی حاصل کرنے کو

مِّنْ مَرْضَاتِ اللّٰهِ وَتَثْبِيْتًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ كَمَثَلِ جَنَّةٍۭ بِرَبْوَةٍ اَصَابَهَا وَابِلٌ فَاٰتَتْ اُكُلَهَا ضِعْفَيْنِ ۚ فَاِنْ لَّمْ يُصِبْهَا وَابِلٌ فَطَلٌّ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ۝ (۳ـ۲۶۵)	اور اپنے دلوں کو ثابت کر کے۔ ایسی ہے جیسے ایک باغ ہے بلند زمین پر اُس پر پڑا زور کا مینہ تو لایا وہ باغ اپنا پھل دو چند اور اگر نہ پڑا اس پر مینہ تو پھوار ہی کافی ہے۔ اللہ تمہارے کاموں کو خوب دیکھتا ہے۔

الاحادیث

(۱) عَنْ اَسْمَاءَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْفِقِيْ وَلَا تُحْصِيْ فَيُحْصِيَ اللّٰهُ عَلَيْكِ وَلَا تُوْعِيْ فَيُوْعِيَ اللّٰهُ عَلَيْكِ اِرْضَخِيْ مَا اسْتَطَعْتِ (متفق علیہ)	روایت ہے حضرت اسمار رضی اللہ تعالےٰ عنہا سے کہ کہا فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خرچ کر اور نہ شمار کر۔ پس شمار کرے گا اللہ تجھ پر اور نہ روک۔ پس روکے گا اللہ تجھ سے زیادتی اپنی۔ اور دے جو ہو سکے۔

(٢) عن ابی هریرة قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم مَا مِنْ یَوْمٍ یُصْبِحُ الْعِبَادُ فِیْهِ اِلَّا مَلَکَانِ یَنْزِلَانِ فَیَقُوْلُ اَحَدُهُمَا اَللّٰهُمَّ اَعْطِ مُنْفِقًا خَلَفًا وَیَقُوْلُ الْاٰخَرُ اَللّٰهُمَّ اَعْطِ مُمْسِکًا تَلَفًا (متفق علیه)

روایت ہے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہا کہ فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ نہیں کوئی دن کہ بندے صبح کرتے ہیں اس میں مگر کہ دو فرشتے اُترتے ہیں پس کہتا ہے ایک اُن کا یا الٰہی دے خرچ کرنے والے کو بدل اور کہتا ہے دوسرا یا الٰہی دے بخیل کو تلف۔

(٣) عن ابی هریرة قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم لَوْ کَانَ لِیْ مِثْلُ اُحُدٍ ذَهَبًا لَسَرَّنِیْ اَلَّا یَمُرَّ عَلَیَّ ثَلٰثُ لَیَالٍ وَعِنْدِیْ مِنْهُ شَیْءٌ اِلَّا شَیْءٌ اُرْصِدُهٗ لِدَیْنٍ (متفق علیه)

روایت ہے حضرت ابوہریرہ رض سے کہا کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اگر ہوتا میرے لیے مانند پہاڑ اُحد کے سونا البتہ خوش آتا ہے مجھ کو یہ کہ گذریں مجھ پر تین راتیں اور نہ ہووے اس میں سے میرے پاس کچھ...... مگر وہ چیز کہ رکھوں میں ادائے دین کے لیے۔

(۴) عَنْ اَبِی ذَرٍّ قَالَ اِنْتَهَیْتُ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَھُوَ جَالِسٌ فِیْ ظِلِّ الْکَعْبَۃِ فَلَمَّا رَاٰنِیْ قَالَ ھُمُ الْاَخْسَرُوْنَ وَرَبِّ الْکَعْبَۃِ فَقُلْتُ فِدَاکَ اَبِیْ وَاُمِّیْ مَنْ ھُمْ قَالَ ھُمُ الْاَکْثَرُوْنَ اَمْوَالًا اِلَّا مَنْ قَالَ ھٰکَذَا وَھٰکَذَا وَھٰکَذَا مِنْ بَیْنِ یَدَیْہِ وَمِنْ خَلْفِہٖ وَعَنْ یَمِیْنِہٖ وَعَنْ شِمَالِہٖ وَقَلِیْلٌ مَّا ھُمْ (متفق علیہ)	روایت ہے حضرت ابوذر رضؓ سے کہ کہا پہونچا میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اور وہ بیٹھے تھے کعبہ کے سایہ میں. پس جب کہ دیکھا مجھ کو فرمایا وہ بہت ٹوٹے میں ہیں، قسم ہے پروردگارِ کعبہ کی پس کہا میں نے قربان ہو اوپر تمہارے باپ میرا اور ماں میری کون ہیں وہ؟ فرمایا کہ وہ بہت جمع کرنے والے مال کے مگر جس شخص نے کہ خرچ کیا ایسے اور ایسے اور ایسے یعنی آگے اپنے اور پیچھے اپنے اور داہنے اپنے اور بائیں اپنے اور کم ہیں وہ۔
(۵) عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلسَّخِیُّ قَرِیْبٌ مِّنَ اللّٰہِ	روایت ہے حضرت ابوہریرہ رضؓ سے کہ کہا فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سخی نزدیک ہے اللہ کے۔

قَرِيْبٌ مِنَ الْجَنَّةِ	نزدیک ہے جنت سے
قَرِيْبٌ مِنَ النَّاسِ	نزدیک ہے لوگوں سے
بَعِيْدٌ مِنَ النَّارِ	دور ہے آگ سے
وَالْبَخِيْلُ بَعِيْدٌ مِنَ	اور بخیل دور ہے اللہ سے
اللّٰهِ بَعِيْدٌ مِّنَ الْجَنَّةِ	دور ہے جنت سے
بَعِيْدٌ مِنَ النَّاسِ	دور ہے لوگوں سے
قَرِيْبٌ مِنَ النَّارِ	قریب ہے آگ سے
وَلَجَاهِلٌ سَخِيٌّ اَحَبُّ	اور البتہ جاہل سخی بہت پیارا
اِلَى اللّٰهِ مِنْ عَابِدٍ	ہے طرف اللہ کے عابد بخیل
بَخِيْلٍ	ہے۔
(رواہ الترمذی)	
(۶) عن عائشۃ اَنَّ	روایت ہے حضرت عائشہ رضہ
بَعْضَ اَزْوَاجِ النبیؐ	سے یہ کہ بعضی بیبیوں نبی صلی
صلی اللہ علیہ وسلم	اللہ علیہ وسلم کی نے کہا واسطے
قُلْنَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ	نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے کون سی
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَيُّنَا	ہم میں سے جلدی آپ کے ساتھ
اَسْرَعُ بِكَ لُحُوْقًا	ملنے والی ہے؟ فرمایا جو لمبی ہو
قَالَ اَطْوَلُكُنَّ يَدًا	تم میں سے ہاتھ کی۔ پس لیا پیمانہ
فَاَخَذُوْا قَصَبَةً	کہ ناپتی تھیں ساتھ اس کے اور

يَدًا وَكَانَت	تھیں سودہ رضؓ لمبی ہاتھ ہیں۔
سَوْدَةُ أَطْوَلُهُنَّ يَدًا	پھر جانا ہم نے پیچھے اس کے کہ
فَعَلِمْنَا بَعْدُ أَنَّمَا	مراد لمبائی ہاتھ کی سے صدقہ
كَانَ طُولُ يَدِهَا	تھا۔ اور تھیں جلد ملنے والی ہم
الصَّدَقَةَ وَكَانَتْ	میں سے ساتھ حضرتؐ کے زینب
أَسْرَعَنَا لُحُوقًا بِهِ	اور زینبؓ دوست رکھتی تھیں
زَيْنَبُ وَكَانَتْ تُحِبُّ	خیرات کو۔
الصَّدَقَةَ۔	

(رواہ البخاری)

واقعات

۱۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا قاعدہ تھا کہ وہ مہمان کے بغیر کھانا نہ کھاتے تھے۔ ایک مرتبہ ایسا ہوا کہ تین دن تک کوئی مہمان نہ آیا اتفاقاً ایک آتش پرست آپ کے دروازے سے گذرا۔ آپ نے فرمایا تو کون ہے۔ اس نے کہا میں آتش پرست ہوں۔ آپ نے فرمایا تو مشرک ہے اور میری مہمانی کے قابل نہیں۔ درگاہِ الٰہی سو عتاب ہوا کہ میں ستّر برس سے اس کی پرورش کر رہا ہوں اور تجھ سے اتنا نہ ہو سکا کہ روٹی کا ایک ٹکڑا اس کو کھلا دیتا۔

۲۔ شیخ ابو مسلم فارسیؒ فرماتے تھے کہ ایک دفعہ ایک قافلہ کے

ساتھ میں نے مکہ شریف جانے کا ارادہ کیا۔ راستے میں ڈاکوؤں نے ہمارا راستہ روک لیا اور ہمارے سب کپڑے اُتروا لیے۔ ہم سب نے خوشی خوشی اُن کو کپڑے دیدیے۔ ہم میں سے ایک شخص بہت بے قرار تھا۔ قافلہ میں سے ایک ساتھی نے تلوار سونت کر اس درویش کو مارنے کا قصد کیا۔ ہم سب نے اس کی سفارش کی مگر وہ اس کے مارنے پر اصرار کرتا تھا۔ ہم نے اس کی وجہ پوچھی تو اُس نے جواب دیا یہ شخص صوفی ہرگز نہیں ہوسکتا۔ یہ اولیاء کی صحبت سے حاصل کیے ہوئے سبق میں خیانت و نافرمانی کرتا ہے لہٰذا اس کا فنا کردینا ہی بہتر ہے۔ صوفیاء کی کم سے کم صفت جود و عطا ہے۔ اختیاری صورت میں ہو یا اضطراری شکل میں، جیسا کہ اس وقت معاملہ درپیش ہے یہ سخاوت کا منکر کیوں ہے اور کپڑے لُٹ جانے پر آہ و زاری کیوں کرتا ہے۔

ایک شخص حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کے دروازے پر آیا۔ اور عرض کیا اے فرزندِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم مجھے چار سو درہم کی ضرورت ہے۔ آپ نے اسی وقت غلاموں کو حکم دیا وہ چار سو درہم لے آئے اور آپ نے وہ رقم سائل کو دیدی۔ خود روتے ہوئے دولت خانہ میں تشریف لے گئے۔ غلاموں نے دریافت کیا کہ آپ کیوں روتے ہیں؟ آپ نے جواب دیا میں اس لیے روتا ہوں کہ میں نے اس شخص کو سوال کرنے کا موقعہ ہی کیوں دیا۔ مجھے چاہیے تھا کہ اس کے مانگنے سے پہلے اُس کی حاجت پوری کردیتا۔

(۴) حضرت ابو سہل سعلوکی رحمۃ اللہ علیہ کا معمول تھا کہ جب آپ خیرات کرتے تھے تو کسی مسکین کے ہاتھ پر نہیں رکھتے تھے بلکہ وہ چیز زمین پر رکھ دیتے تھے۔ ضرورت مند زمین پر سے خود اٹھا لیا کرتے۔ لوگوں نے اس کا سبب دریافت کیا تو آپ نے فرمایا میرے نزدیک درہم و دینار کی اس قدر عظمت نہیں کہ میں انہیں کسی مسلمان کے ہاتھ میں اس طرح دوں کہ میرا ہاتھ اوپر ہو اور اس مسلمان کا ہاتھ نیچے ہو۔

(۵) حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اسی ہزار درہم کہیں سے آئے۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو گدڑی پر ڈلوا دیا۔ اور جب تک اُن تمام دراہم کو تقسیم نہ فرما لیا آپؐ گدڑی پر سے نہ اٹھے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالےٰ عنہ فرماتے ہیں حضورؐ کی سخاوت اُس وقت بھی ہوتی تھی جب بھوک کی وجہ سے آپؐ کے پیٹ پر پتھر بندھا ہوا ہوتا تھا۔

(۶) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی اسرائیل کا ایک واقعہ بیان فرمایا۔ آپؐ نے فرمایا کہ تین شخص تھے ایک کوڑھی۔ دوسرا گنجا۔ اور تیسرا اندھا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان کی آزمائش کا ارادہ فرمایا۔ چنانچہ اس غرض کے لیے ایک فرشتہ اُن کے پاس روانہ کیا۔ وہ فرشتہ کوڑھی کے پاس آیا اور اس سے پوچھا کہ تمہاری سب سے عزیز آرزو کیا ہے؟ کوڑھی بولا کہ میری جِلد درست ہو جائے اور میرا رنگ عمدہ ہو جائے۔ اور میری جس

بیماری کی وجہ سے لوگ مجھ سے نفرت کرتے ہیں وہ مجھ سے دور ہوجائے
فرشتہ نے اس کے بدن پر ہاتھ پھیرا اور وہ شخص ویسا ہی بن گیا جیسا
وہ بننا چاہتا تھا۔ پھر فرشتہ نے اس سے پوچھا کہ تجھے مال میں سے کون
سی چیز محبوب ہے؟ اس نے جواب میں اونٹ یا گائے میں سے کوئی
چیز کہی۔ فرشتہ نے اسے ایک گابھن اونٹنی دیدی اور کہا کہ برکت
دے اس میں اللہ تیرے لیے۔ پھر وہ فرشتہ گنجے آدمی کے پاس گیا اور
اس سے اس کی خواہش پوچھی۔ اس نے کہا میری جس چیز کی وجہ سے
لوگ مجھ سے نفرت کرتے ہیں وہ بیماری مجھ سے جدا ہوجائے۔ فرشتہ
نے ہاتھ پھیرا اور اس کا گنج جاتا رہا۔ پھر اس سے دریافت کیا کہ وہ کون
سے مال کو زیادہ پسند کرتا ہے؟ اس نے کہا کہ گائے۔ پس فرشتہ نے
اسے ایک گابھن گائے دیدی اور کہا کہ اللہ اس میں تمہارے لیے برکت
دے۔ اب وہ فرشتہ اندھے شخص کے پاس پہونچا اور اس سے اُس
کی خواہش پوچھی۔ اس نے جواب میں کہا کہ اللہ تعالےٰ میری بینائی
مجھے عطا فرمادے تاکہ میں بھی لوگوں کو دیکھوں۔ فرشتے نے اس کی
آنکھوں پر ہاتھ پھیرا اور اس کی بینائی واپس آگئی۔ پھر اس سے اس کے
پسندیدہ مال کے بارے میں دریافت کیا تو اس نے کہا کہ مجھے بکریاں
پیاری ہیں۔ چنانچہ فرشتے نے اسے ایک گابھن بکری دی اور کہا کہ اللہ
تعالےٰ اس میں تیرے لیے برکت دیں۔ اب اونٹنی نے بچے دیے اور اس
کے بچوں نے بچے دیے۔ گائے نے بچے دیے اور اس کے بچوں نے بچے

دیے۔ بکری نے بچے دیے اور اس کے بچوں نے بچے دیے۔ پس کوڑھی کے پاس ایک جنگل اونٹوں کا اور گنجے کے پاس ایک جنگل گایوں کا اور اندھے کے پاس ایک جنگل بکریوں کا ہوگیا۔ اب پھر وہ فرشتہ آیا۔ پہلے کوڑھی کے پاس گیا اور کہا میں ایک مسکین آدمی ہوں۔ سفر میں میرا اسباب جاتا رہا۔ میں تجھ سے اُس خدا کے واسطے سے ایک اونٹ مانگتا ہوں جس نے تجھے اچھا رنگ اور اچھا چمڑا دیا تاکہ میں اپنی منزل کو پہونچوں۔ وہ بولا کہ بھئی میرے سر پر بہت سے خرچ ہیں۔ فرشتہ بولا کیا تُو ایک کوڑھی نہ تھا جس سے ہر شخص نفرت کرتا تھا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے تجھے بھلا چنگا کردیا اور تجھے مال عنایت فرمایا وہ بولا کہ غلط ہے۔ میں نے تو یہ مال ورثہ میں پایا ہے۔ فرشتے نے جواب دیا کہ اگر تو جھوٹ بول رہا ہو تو اللہ تعالےٰ تجھے اُسی پہلی حالت میں کردے۔ پھر وہ فرشتہ گنجے کے پاس آیا اور گنجے نے بھی اس کو وہی جواب دیا جو کوڑھی نے دیا تھا۔ اسے بھی فرشتے نے یہ کہا کہ اگر تو جھوٹا ہو تو ویسا ہی ہوجائے جیسے پہلے تھا۔ اور یہ کہہ کر فرشتہ اُس اندھے آدمی کے پاس آیا اور اس سے بھی وہی بات کہی اور ایک بکری مانگی۔ اندھا بولا خدا کی قسم میں تو ایک اندھا آدمی تھا۔ اللہ تعالےٰ نے مجھے بینائی عنایت فرمائی اور یہ مال دیا۔ جو کچھ تمہاری ... ضرورت ہو تم لے لو۔ بخدا میں تمہارا ہاتھ نہ پکڑوں گا۔ فرشتہ بولا کہ تم اپنا مال اپنے پاس رکھو۔ یہ اللہ تعالےٰ کی جانب سے تمہارا امتحان

تھا۔ پس اللہ تبارک و تعالیٰ تجھ سے راضی ہوا اور اُن دونوں پر ناراض ہوا۔ (یہ متفق علیہ حدیث ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالےٰ عنہ کا مقولہ ہے کہ اے اللہ! مجھ پر دنیا کو فراخ کر دے اور مجھے اس سے بے رغبت کر اور ایسا نہ کر کہ دنیا مجھ پر تنگ ہو اور میرے دل میں اس کی رغبت ہو۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالےٰ عنہ کا فرمانا ہے کہ بخشش کرنا امیر سے خوب ہے لیکن محتاج سے خوب تر ہے۔

حضرت عثمان رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے فرمایا کہ سخاوت پھل ہے مال کا۔ اعمال پھل ہیں علم کا۔ خوشنودیٔ خدا پھل ہے اخلاص کا۔ اس نے خدا کا حق نہیں پہچانا جس نے لوگوں کا حق نہیں جانا۔

حضرت علی رضی اللہ تعالےٰ عنہ کا فرمانا ہے کہ بخیل دنیا میں فقیروں کی سی زندگی بسر کرے گا اور عاقبت میں امیروں کا سا حساب بُھگتے گا۔

نیز فرمایا کہ اگر کوئی تیرے ساتھ احسان کرے تو تُو اس کو ظاہر کر اور اگر تو کسی پر احسان کرے تو اسے مخفی رکھ

نیز فرمایا کہ خلقِ خدا کے ساتھ نیکی کرنے سے جس قدر حقیقی شکر گذاری ہوتی ہے وہ کسی اور صورت میں نہیں ہو سکتی۔

پیرانِ پیر حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رح فرماتے ہیں کہ وہ رزق

کی فراخی جس پر شکر نہ ہو اور وہ معاش کی تنگی جس پر صبر نہ ہو فتنہ بن جاتی ہے۔

نیز فرمایا مستحق سائل خدا کا ہدیہ ہے جو بندے کی طرف بھیجا جاتا ہے۔

فرمایا، افلاس گناہوں سے بچاتا ہے۔ تونگری معصیت کا جال ہے افلاس کو اپنا محافظ خیال کر۔

نیز فرمایا تو طالبِ صادق نہیں جب تک تو اپنی خوراک میں اپنے ہمسایہ کو اپنے نفس پر ترجیح نہ دینے لگے۔

فرمایا مومن اپنے اہل وعیال کو اللہ پر چھوڑتا ہے۔ منافق اپنے درہم ودینار پر۔

حضرت فضیل بن عیاض رح فرماتے ہیں کہ احسان یہ ہے کہ تو دوست کا احسان مند ہو اگر اُس نے تجھ سے کچھ لیا ہے۔ کیوں کہ اگر وہ نہ لیتا تو تجھے ثواب نہ ہوتا۔ نیز اس نے تجھ سے سوال کیا اور تجھ ہی سے اس کو امید تھی۔

حضرت مجددِ الفِ ثانی رح فرماتے ہیں اہلِ کرم وہ ہے جو غیر کی حاجت کو اپنی حاجت پر مقدم رکھے۔

امام غزالیؒ فرماتے ہیں کہ محتاج کو مہلت دینے میں کوئی احسان نہیں بلکہ عدل وانصاف ہے۔

نیز فرمایا محتاجوں سے مہنگا مال خریدنا احسان میں ہے اور صدقہ سے

بہتر ہے۔

حضرت علی خواص ؒ فرماتے ہیں کہ اگر تم اپنے دوست کی امداد یا اس کے غم کی برداشت یا اس کے لیے دعا کرنا نہیں چاہتے تو دوست سے اُس کی حالت ہرگز نہ دریافت کرو کیونکہ یہ منافقت ہے۔

حضرت حاتم اصم ؒ فرماتے ہیں جب تم کسی دوست کا حال دریافت کرو اور وہ کہے کہ میں فلاں چیز کا محتاج ہوں اور تم اس سے تغافل کرو اور اس کی ضرورت پوری نہ کرو تو اُس کا حال دریافت کرنا اس کے ساتھ تمسخر کرنا ہوگا۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ درہم کو ہاتھ میں لیتے اور فرماتے افسوس! تو میرے پاس سے جائے بغیر مجھ کو نفع نہیں دے سکتا۔

ایک آدمی سعید بن عاص ؓ کے پاس کچھ مانگنے کو آیا۔ آپ نے اُسے پانچ سو دینے کا حکم دیا اور کسی چیز کا نام نہ لیا۔ خادم نے پوچھا درہم دوں یا دینار؟ آپ نے جواب دیا کہ میرا درہم کا ہی خیال تھا لیکن تجھے اس میں شک ہوا ہے اور اس نے سُن بھی لیا ہے اس لیے اب دینار ہی دو۔ سائل بیٹھ کر رونے لگا۔ سعید ؓ نے پوچھا تو کیوں روتا ہے؟ اس نے کہا میں اس لیے روتا ہوں کہ تیرے جیسا سخی زمین میں اُترے گا اور مٹی اسے کھا جائے گی۔

حضرت بکر بن مزنی ؒ فرماتے ہیں مجھے اپنے مال میں سے وہ چیز بہت پیاری ہے جس سے اپنے دوست کی دل جوئی کروں۔ اور سب سے بری

وہ چیز ہے جو پیچھے چھوڑ جاؤں گا۔

حضرت علی رضی اللہ تعالےٰ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ احسان کرو خواہ وہ ناشکرے پر ہو کیوں کہ وزن میں وہ شکر گذار کے احسان سے بڑھ کر ہوگا۔

حضرت سالم بن ابی الجعدؒ کے ہاتھ میں جو کچھ آتا خرچ کر دیتے اس پر ان کی بیوی نے آپ کو ملامت کی۔ آپ نے فرمایا مجھے خود نیکی لیکر تمہیں تکلیف میں چھوڑ جانا اس سے زیادہ پسند ہے کہ خود بدی لے جاؤں اور تمہیں مال و متاع میں چھوڑ جاؤں۔

حضرت عبد اللہ بن مبارکؒ کے متعلق لکھا ہے کہ جب آپ کی وفات کا وقت پہونچا تو آپ نے اپنا تمام مال درویشوں میں تقسیم کر دیا۔ ایک مرید آپ کے سرہانے تھا۔ اس نے کہا اے شیخ! آپ کی تین بیٹیاں ہیں اور آپ دنیا سے آنکھیں بند کر رہے ہیں اُن کے لیے بھی کچھ چھوڑ دیجیے فرمایا میں نے ان سے کہدیا ہے هُوَ يَتَوَلَّى الصّٰلِحِيْنَ کہ اہل صلاح کا کارساز وہی ہے پس جب کسی کا کارساز اللہ ہو وہاں عبد اللہ کی کیا ضرورت ہے۔ (مخزنِ اخلاق ۲۴۸ تا ۲۵۳)

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضؓ فرماتے ہیں جب آیت ــــ:

مَنْ ذَا الَّذِیْ یُقْرِضُ اللّٰہَ	کون ہے جو دے اللہ کو قرضِ حسن۔
قَرْضًا حَسَنًا فَیُضٰعِفَہٗ لَہٗ	پھر دو چند کر دے وہ اس کے واسطے
وَلَہٗٓ اَجْرٌ کَرِیْمٌ ٥	اور ہو اس کے لیے اچھا بدل۔

نازل ہوئی تو ابو دحداح انصاری رضؓ نے کہا یا رسول اللہ! ۔۔ آیا خدا تعالیٰ ہم سے قرض لینا چاہتا ہے؟ فرمایا۔ ہاں اے ابا دحداح۔ ابو دحداح رضؓ نے کہا تو اپنا ہاتھ دیجیے۔ آپؐ کا ہاتھ مبارک اپنے ہاتھ میں لیا۔ اور کہا:۔

فانی قد اقرضتُ ربی حائطی ولہٗ حائط فیہ ستمائۃ نخلۃ

پس بلاشک میں نے اپنے رب کو اپنا باغ قرض دیدیا۔ اور اُن کے باغ میں ۶ سو کھجوروں کے درخت تھے اور اُن کی بیوی اور بچے سب اُس باغ میں رہائش رکھتے تھے۔

عبداللہ بن مسعود رضؓ کہتے ہیں ابو دحداح یہ کہہ کر باغ میں آئے اور کھڑے ہو کر آواز دی اے دحداح کی ماں! اُس نے کہا لبیک (فرمائیے کیا حکم ہے) ابو دحداح نے کہا باغ سے نکل آ۔ یہ باغ میں نے اپنے رب کو قرض دیدیا۔ ایک روایت میں ہے بیوی نے یہ سن کر کہا ابو دحداح (دحداح کے باپ) ربح بیعك "تیرا سودا کامیاب رہا" پنجابی محاورہ میں یہ معنی ہوئے تو کھٹ گیا۔ اور پھر اپنا سامان اور اپنے بچوں کو باغ سے نکالنے لگیں۔ اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا رُبَّ نخلۃ مدلاۃ عُرقہا دُرٌّ ویاقوتٌ لابی الدحداح فی الجنۃ۔

(ابن کثیر۔ ج ۴ ص ۳۰۷)

خاموشی

بولنا اور چپ رہنا

اے زباں ہم گنجِ بے پایاں توئی — اے زباں ہم دردِ بے درماں توئی

اے زباں سارے مزے لیتی ہے تو

ذکر کی لذت سے کیوں غافل ہے تو

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب کیمیائے سعادت میں لکھتے ہیں:۔
واضح رہے کہ زبان کی آفات بہت ہیں اور اس سے اپنے آپ کو محفوظ رکھنا دشوار ہے۔ اس سے بچنے کے لیے خاموشی سے بڑھ کر کوئی تدبیر ممکن نہیں۔ پس انسان کو چاہیے کہ حسبِ ضرورت بات کو تجاوز نہ کرے۔ بزرگوں نے کہا ہے کہ ابدال وہ لوگ ہیں جن کا بولنا۔ کھانا اور سونا حسبِ ضرورت ہوتا ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

مَنْ صَمَتَ نَجَا — جو خاموش رہا وہ نجات پا گیا۔

اور فرمایا جس نے شکم۔ فرج[1] اور زبان کو شر سے بچا لیا وہ مکمل طور پر محفوظ رہا۔ حضرت معاذ رضؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پوچھا کون سا عمل زیادہ افضل ہے؟ آپؐ نے زبان منہ سے نکال کر اس پر انگلی رکھی۔ یعنی فرمایا کہ خاموشی۔ نیز فرمایا جو شخص اللہ تعالٰے پر اور

[1] یعنی پیشاب گاہ۔

روزِ آخرت پر ایمان رکھتا ہے اُس سے کہہ دو کہ نیکی کے سوا کچھ نہ کہے یا خاموشی اختیار کرے۔ نیز حضورؐ نے فرمایا جب تم کسی مومن کو خاموش وباوقار دیکھو تو اُس کا قرب حاصل کرو کہ بے حکمت نہیں ہوگا۔۔۔۔
زبان کی آفتیں مندرجہ ذیل ہیں:-
(۱) تُو ایسی بات کہے کہ اُس کے نہ کہنے سے تجھ پر دین و دنیا میں کوئی ضرر نہ آتا تو ایسی بات کرنے سے تُو حسنِ اسلام سے خارج ہوا۔ کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے

مِنْ حُسْنِ اِسْلَامِ الْمَرْءِ	ایک آدمی کا حسنِ اسلام یہ ہے
تَرْكُهُ مَا لَا يَعْنِيهِ	کہ وہ بے فائدہ چیز کو چھوڑ دے۔

مثلاً تُو لوگوں میں بیٹھ کر اپنے سفر کی حکایت بیان کرے اور پہاڑ باغ و بہار اور حالاتِ راہ کی کیفیت اس طرح بیان کرے کہ اس میں کمی بیشی نہ ہو۔ جب بھی اس سے پرہیز چاہیے۔ کیونکہ اگر تو بیان نہ کرے گا تو تیرا یا کسی دوسرے کا کوئی نقصان نہ ہوگا۔ اور اس کی بجائے یہی وقت اگر تو ذکر اللہ یا کسی دوسرے مفید عمل میں لگائیگا تو اس سے تجھے نفع ہوگا۔

اسی طرح دوسرے سے بے مطلب بات دریافت نہ کر کہ اس میں بھی بہت سی آفتیں پنہاں ہیں۔ حدیث شریف میں ہے کہ جنگِ اُحُد کے دن ایک نوجوان شہید ہوگیا۔ لوگوں نے دیکھا کہ بھوک کی وجہ سے پیٹ پر پتھر باندھا ہوا ہے۔ اُس کی ماں نے

اُس کے چہرے سے مٹی صاف کی اور کہا هَنِيئًا لَكَ الْجَنَّةُ یعنی تجھے بہشت مبارک ہو۔ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تجھ کیا معلوم ممکن ہے کہ اس نے کسی ایسی چیز سے بخل کیا ہو جو اس کے کار آمد نہ ہو۔ یا کسی بیکار چیز کے متعلق گفتگو کی ہو۔

ایک روز حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ابھی ایک شخص اہلِ بہشت میں سے دروازے میں سے آرہا ہے۔ پس عبد اللہ بن سلام رضی اللہ تعالےٰ عنہ دروازے میں سے آئے لوگوں نے اُن کو خبر دی اور پوچھا کہ آپ کا کیا عمل ہے؟ کہا میرا عمل تھوڑا ہے کہ بے مطلب کام نہیں کرتا اور بُرے لوگوں سے ملا نہیں کرتا۔

جو شخص کسی سے ایک بات کرنا چاہے اور اس کو طول دے کر دو باتیں بنالے تو وہ دوسری بات فضول اور اس پر وبال ہوگی صحابہ رضؓ میں سے ایک کہتے ہیں کہ اگر کوئی مجھ سے بات کہے اور اس کا جواب میرے پاس پیاسے کے قریب ٹھنڈا پانی ہونے سے زیادہ خوشتر ہو تو میں فضول ہونے کے خوف سے جواب نہ دونگا۔

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ شخص بہت اچھا ہے، جو زیادہ باتوں کی جگہ زیادہ مال خرچ کرے۔ یعنی بندہ کو کیسہ[1] کے منہ پر سے کھول کر زبان کے منہ پر لگادے اس لیے کہ اس کی بولی ہوئی ہر بات لکھی جارہی ہے۔

---

[1] تھیلی یا بٹوہ۔

مَا یَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ اِلَّا نہیں بولتا کوئی بات مگر یہ کہ ہوتا ہے
لَدَیْہِ رَقِیْبٌ عَتِیْدٌ ۝ اس کے پاس ایک نگہبان تیار

(۲) کہ تو جھوٹی اور گناہ آلود گفتگو کرے۔ جھوٹ یہ ہے کہ بدعات میں کلام کرے اور معصیت یہ ہے کہ اپنے فسق و فساد کی حکایت بیان کرے اور اس سے دوسرے بھی کریں۔ یا شراب و فساد کی مجالس کی یا ایسی مجالس کی حکایت کرے جس میں دو آدمیوں کے درمیان مناظرہ ہو کہ ایک دوسرے کو فحش کہہ رہے ہوں اور باہم ایک دوسرے کو رنجیدہ کریں یا ایسی فحش کلامی کریں کہ ہنسی آئے۔ یہ سب معصیت ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی شخص ایسا ہوتا ہے کہ ایسی بات کہے کہ جس سے خود نہ ڈرے اور اس کی قدر نہ جانے وہ اس کو قعرِ دوزخ میں لے جاتی ہے۔

(۳) کسی کی بات کی مخالفت کرنا اور جنگ کرنا۔ کسی شخص کی عادت ہوتی ہے کہ دوسرا جو بات کہے یہ اس کو رد کرتا ہے۔ یعنی دوسرے کو احمق، نادان اور جھوٹا بتاتا ہے اور خود کو دانا۔ عاقل اور سچا۔ اس سے دو مہلک صفات کو تقویت ملتی ہے۔ اول تکبر، دوسرے درندگی۔

حضرت نے فرمایا کہ ہر جھگڑے کا کفارہ دو رکعت نماز ہے اور یہ بھی ایک جھگڑا ہے کہ کوئی شخص بات کرے تو تو اس کی خطا پکڑے اور اس کا خلل ظاہر کرے۔ یہ حرام ہے کیونکہ اس سے رنجیدگی حاصل

ہوتی ہے۔ اور بعض باتوں میں اظہارِ خطا فرض نہیں ہے بلکہ خاموش رہنا کمالِ ایمان ہے۔ دین کی باتوں میں بھی یہ شرط ہے کہ بطورِ نصیحت پوشیدہ طور پر وجہِ حق اُس وقت ظاہر کرے جب کہ امیدِ قبولیت ہو اور جب نہ ہو تو خاموش رہے۔

(۴) مالی جھگڑے۔ کہ جب قاضی کے پاس یا کسی دوسری جگہ جائے اور یہ بڑی آفت ہے۔ بزرگوں نے کہا ہے کہ خصومتِ مال سے بڑھ کر کوئی چیز دل کو پراگندہ۔ عیش و آرام کو خراب اور دینی مروت کو برباد نہیں کرتی۔ اور یہ بھی کہا ہے کہ کسی بزرگ نے اس وجہ سے مالی جھگڑا نہیں کیا کہ جھگڑا زیادہ گوئی کے بغیر ختم نہیں ہوتا اور پرہیزگار زیادہ گوئی سے پرہیز کرتے ہیں۔ اور اگر احتیاط کے ساتھ بھی بات کی جائے جب بھی طرفِ ثانی سے اچھی بات نہ کہہ سکیگا۔ خوش گوئی کی فضیلت بہت ہے پس جس کو خصومت ہو بہتر ہے کہ دست بردار ہو جائے۔ ورنہ سچائی کے سوا کچھ نہ کہے۔ کسی کو رنجیدہ کرنے کا قصد نہ کرے۔ سخت کلامی اور زیادتی نہ کرے کہ یہ سب باتیں ہلاکتِ دین کا باعث ہیں۔

(۵) فحش کلامی ہے۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ فحش کلام شخص پر بہشت حرام ہے۔ کہ جن کے منہ سے گندی باتیں نکلتی ہوں گی وہ لوگ دوزخ میں ہوں گے اور ان کی اس گندگی سے تمام اہلِ دوزخ فریاد کریں گے اور کہیں گے کہ یہ کون لوگ ہیں؟

جواب ملے گا یہ وہ لوگ ہیں جو ہر جگہ فحش کلامی کو دوست رکھتے تھے۔ ابراہیم بن میسرہ کہتے ہیں کہ فحش کلامی کرنے کا عادی قیامت میں کُتّے کی صورت میں نمودار ہوگا۔

(۶) لعنت کرنا ہے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت کرنے سے روکا ہے۔ حضرت ابو درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب آدمی زمین یا کسی چیز کو لعنت کرتا ہے تو وہ چیز کہتی ہے کہ اُس شخص پر لعنت ہو جو ہم دونوں میں سے اللہ تعالیٰ کے دربار میں زیادہ عاصی ہے۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کسی چیز کو لعنت کر دی۔ رسولِ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سُنا اور فرمایا:۔

یَا اَبُوبَکر اَنْتَ صِدِّیْقٌ وَلَعَنْتَ لَا وَرَبِّ الْکَعْبَۃِ اَنْتَ صِدِّیْقٌ وَلَعَنْتَ لَا وَرَبِّ الْکَعْبَۃِ تین مرتبہ قسم ہے ربِّ کعبہ کی فرمایا۔ انہوں نے توبہ کی اور اس کے کفارہ میں غلام آزاد کیا۔

(۷) اشعار وغیرہ کہنا ہے۔ اگرچہ یہ حرام نہیں ہے۔ لوگوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اشعار پڑھے ہیں۔ آپؐ نے حضرت حَسّان رضؓ کو خود فرمایا کہ کفار کی ہجو کا جواب دو۔ لیکن اس میں غیر یقینی کی ملاوٹ۔ یا کسی مسلمان کی ہجو یا تعریف یہ سب ناجائز ہیں۔

(۸) خوش طبعی۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام افراد سے خوش طبعی کرنے سے منع فرمایا ہے۔ کیونکہ مزاح وقت کو ضائع کرتا ہے

اور ہنسی لاتا ہے اور دل ہنسی سے سیاہ ہو جاتا ہے۔ نیز وقار و ہیبت جاتی رہتی ہے۔ عطاء سلمیؒ چالیس سال تک نہ ہنسے۔ وہب بن الوردؒ نے ایک قوم کو دیکھا کہ عید رمضان کو ہنستے تھے۔ کہا کہ اگر اللہ تعالیٰ نے اس قوم کو بخش دیا اور اس کے روزے قبول کر لیے ہیں تو یہ ڈرنے والوں کا کام نہیں ہے۔

(۹) کسی پر ہنسنا۔ مخول کرنا اور آوازِ نغمہ سے اس کے کام و کلام کی حکایت اس طرح بیان کرنا کہ سننے والے کو ہنسی آجائے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے لَا یَسْخَرْ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ عَسٰۤى اَنْ یَّكُوْنُوْا خَیْرًا مِّنْهُمْ یعنی کسی پر تمسخر نہ اڑاؤ اور اسے حقارت کی نظر سے نہ دیکھو کہ شاید وہ تم سے بہتر ہو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص کسی کے گناہوں کی نسبت جن سے وہ توبہ کر چکا ہو ذکر کرے تو وہ خود اُسی میں مبتلا ہو کر مرتا ہے۔

(۱۰) جھوٹا وعدہ کرنا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وعدہ ایک قرض ہے جس کی مخالفت ہرگز نہ کرنی چاہیے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام پر ثنا کرتے ہوئے فرمایا اِنَّهٗ كَانَ صَادِقَ الْوَعْدِ یعنی آپ وعدہ کے نہایت سچے تھے۔ کہتے ہیں کہ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام نے کسی سے کسی جگہ پر وعدہ کیا۔ وہ شخص بائیس روز تک نہ آیا۔ آپ ایفائے عہد کے لیے اتنے دن وہیں انتظار کرتے رہے۔ ایک شخص نے کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے

معاملہ کیا اور وعدہ کیا کہ فلاں جگہ حاضر ہوں گا۔ میں اس وعدہ کو بھول گیا۔ جب میں تیسرے دن وہاں گیا تو آپؐ وہاں موجود تھے۔ مجھے دیکھ کر فرمایا اے جواں مرد! تین روز سے تیرے انتظار میں ہوں۔

علماء نے کہا ہے کہ کسی شخص کو کسی جگہ کا وعدہ دیا جائے تو نماز کے وقت تک وہاں ضرور ٹھیر کر انتظار کرنا چاہیے۔

(۱۱) جھوٹی بات اور جھوٹی قسم۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جھوٹ نفاق کا ایک دروازہ ہے۔ فرمایا کہ جھوٹ روزی میں کمی کر دیتا ہے اور فرمایا کہ سوداگر بڑے نابکار ہیں۔ لوگوں نے عرض کیا، یا رسول اللہ! کیوں؟ بیع حلال نہیں؟ فرمایا قسم کھاتے ہیں گنہ گار ہوتے ہیں۔ گفتگو کرتے ہیں اور جھوٹ بولتے ہیں۔ عبداللہ... ... نے رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ کیا مومن زنا کرتا ہے؟ فرمایا ممکن ہے کہ کرے۔ عرض کیا جھوٹ بولتا ہے؟ فرمایا نہیں اور یہ آیت پڑھی :-

اِنَّمَا یَفْتَرِی الْکَذِبَ — یعنی جھوٹ وہی بولتے ہیں جو
الَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ — ایمان دار نہیں ہیں۔

عبداللہ بن عامری رضؓ کہتے ہیں کہ میرے گھر میں ایک چھوٹا بچہ کھیلتا تھا۔ میں نے اُس سے کہا آ تجھے کچھ دوں۔ حضور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم میرے گھر میں تشریف رکھتے تھے۔ آپؐ نے فرمایا کیا دیگا؟ میں نے عرض کیا خرما۔ فرمایا کہ اگر نہ دے گا تو تجھے جھوٹا لکھا جائے گا۔

اور فرمایا میں تجھے بتاتا ہوں گناہِ کبیرہ کیا ہے وہ شرک اور ماں باپ کی نافرمانی ہے۔ آپؐ تکیہ لگائے بیٹھے تھے لیکن فوراً سیدھے ہو گئے اور فرمایا آلا وَ قَوْلُ الزُّوْرِ سُن، اور جھوٹی بات۔

میمون بن ابی شبیب کہتے ہیں کہ میں ایک خط لکھ رہا تھا۔ ایک ایسے کلمے کا موقعہ آگیا کہ اگر میں اُسے لکھ دیتا تو خط آراستہ ہوجاتا لیکن وہ جھوٹ تھا۔ لہٰذا میں نے اُسے نہ لکھنے کا ارادہ کرلیا۔ میں نے منادی کو کہتے سُنا:۔

يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ	اللہ تعالےٰ دنیا اور آخرت میں
اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ	قولِ ثابت سے ایمان والوں کو
فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي	مستحکم کر دیتا ہے۔
الْاٰخِرَةِ ۚ	

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دودھ کا پیالہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا کی شبِ عروسی میں عورتوں کو دیا۔ انہوں نے کہا ہمیں نہیں چاہیے۔ آپؐ نے فرمایا بھوک اور جھوٹ کو باہم جمع نہ کرو۔ عورتوں نے پوچھا یا رسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وسلم) یہ بھی جھوٹ ہے؟ فرمایا یہ جھوٹ ہے اور جھوٹ میں لکھا جاتا ہے۔

(۱۱) غیبت ہے۔ یہ لوگوں کی زبانوں پر غالب ہے۔ کوئی شخص اللہ تعالےٰ کی مرضی کے بغیر اس سے خلاصی نہیں پا سکتا۔ قرآنِ پاک میں اس کی مثال یوں بیان کی گئی ہے۔ جیسے کوئی اپنے مردہ بھائی کا

گوشت کھائے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا غیبت سے دور رہو
یہ زنا سے بدتر ہے۔ زنا سے توبہ قبول کی جاتی ہے غیبت سے نہیں
کی جاتی جب تک کہ وہ شخص معاف نہ کر دے جس کی غیبت کی گئی ہے
هَمَّازٍ مَّشَّاءٍ بِنَمِيمٍ ـــــ وَيْلٌ لِّكُلِّ هُمَزَةٍ ـــــ حَمَّالَةَ الْحَطَبِ

الاحادیث

خاموشی کے متعلق احادیثِ نبوی

ان سب سے مراد چغل خوری اور سخن چینی ہے۔
(اکسیر ہدایت ۳۳۶ تا ۳۵۵)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :-

عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم كَفٰى بِالْمَرْءِ كَذِبًا اَنْ يُّحَدِّثَ بِكُلِّ مَا سَمِعَ (رواہ مسلم)

روایت ہے حضرت ابوہریرہؓ سے کہ کہا کہ فرمایا رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ کفایت کرتا ہے.. آدمی کو جھوٹ بولنے میں یہ کہ نقل کرے جو کچھ (بھی) کہ سنے (بلا تحقیق)

عن ابی سعید رفعہٗ قَالَ اِذَا اَصْبَحَ ابْنُ اٰدَمَ

روایت ہے حضرت ابوسعید خدری رضؓ سے مرفوعًا، فرمایا حضرت نے

فَاِنَّ الْاَعْضَاءَ كُلَّهَا تكفر اللِّسَانَ فتقولوا اِتَّقِ اللّٰهَ فِينَا فَاِنَّا نحن بِكَ فَاِنِ اسْتَقَمْتَ اسْتَقَمْنَا وَاِنِ اعْوَجَجْتَ اعْوَجَجْنَا

(رواہ الترمذی)

جس وقت کہ صبح کرتا ہے بیٹا آدم کا پس تحقیق سارے اعضاء عاجزی کرتے ہیں روبرو زبان کے اور کہتے ہیں ڈر اللہ سے بیچ حق ہمارے کے اس لیے کہ تحقیق ہم ساتھ تیرے ہیں پس اگر سیدھی رہی تُو تو سیدھے ہیں گے ہم اور اگر ٹیڑھی ہوگی تُو تو ٹیڑھے ہوں گے ہم۔

عَنْ عمران بن حطان قال اتيتُ اباذرٍّ فوجدته فِي الْمَسْجِدِ محتبيا بكساءٍ اسودَ وحدَه فقلتُ يا اباذرٍّ ما هٰذه الوحدةُ فقال سمعتُ رسول الله صلى الله عليه وسلم يَقُوْلُ الوحدة خير من جليس السوء والجليس الصالح خير من الوحدة و اِملاءُ الخير خيرٌ من

روایت ہے حضرت عمران بن حطانؓ سے کہ کہا آیا میں ابوذرؓ کے پاس، پس پایا میں نے اُن کو مسجد میں گوٹ مارے ہوئے ایک کملی سیاہ سے تنہا بیٹھے ہوئے۔ پس کہا میں نے، اے ابوذر! کیا ہے یہ تنہائی؟ پس کہا ابوذرؓ نے کہ سُنا میں نے پیغمبرِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے فرماتے تنہا بیٹھنا بہتر ہے ساتھ بیٹھنے ہمنشینِ بد کے۔ اور بیٹھنا ساتھ ہم نشینِ نیک کے بہتر ہے تنہا بیٹھنے سے، اور

مِنَ السُّکُوتِ وَالسُّکُوتُ خَیْرٌ مِّنْ اِمْلَاءِ الشَّرِّ
رواہ بیہقی (شعب الایمان)

سکھلانا خیر کا بہتر ہے چُپ رہنے سے اور چُپ رہنا بہتر ہے سکھلانے بُرائی کے سے ۔

عن اسلم قال ان عمر رض دخل یومًا علی ابی بکر الصدیق رض وھو یجبذ لسانہ فقال عمر مہ غفر اللہ لک فقال لہ ابوبکر ان ھذا اوردنی الموارد
(م ۱۵ ۱۳)

حضرت عمر رض ایک دن حضرت ابوبکر رض کی خدمت میں حاضر ہوئے تو دیکھا کہ ابوبکر رض اپنی زبان کو باہر کھینچ رہے تھے ۔ تو حضرت عمر رض نے عرض کیا نہ کرو نہ کرو اللہ آپ کو بخشے ۔ حضرت ابوبکر رض نے فرمایا عمر! یہ ہی تو ہے جس نے مجھے ہلاکتوں میں ڈالا

عن عمران بن حُصَین ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال مُقَامُ الرَّجُلِ بِالصَّمْتِ اَفْضَلُ مِنْ عِبَادَۃِ سِتِّیْنَ سَنَۃً
(رواہ بیہقی۔ شعب الایمان)

روایت ہے حضرت عمران بن حصین رض سے کہ تحقیق رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مرتبہ شخص کا بسبب چُپ رہنے کے افضل ہے ساٹھ برس کی عبادت سے۔

عن انس رض عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

روایت ہے حضرت انس رض سے کہ انہوں نے نقل کیا رسولِ خدا صلی اللہ

قَالَ یَا اَبَاذَرٍّ اَلَا اَدُلُّكَ عَلٰی خَصْلَتَیْنِ هُمَا اَخَفُّ عَلَی الظَّهْرِ وَاَثْقَلُ فِی الْمِیْزَانِ قَالَ قُلْتُ بَلٰی قَالَ طُوْلُ الصَّمْتِ وَحُسْنُ الْخُلُقِ وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِهٖ مَا عَمِلَ الْخَلَائِقُ بِمِثْلِهِمَا

رواہ بیہقی
شعب الایمان

علیہ وسلم سے فرمایا اے ابوذر! کیا نہ بتلاؤں تجھ کو دو خصلتیں کہ وہ بہت ہلکی ہیں پشت پر اور بہت بھاری ہیں میزانِ اعمال میں۔ کہا ابوذر رضی اللہ عنہ نے کہ کہا میں نے ہاں فرمائیے فرمایا درازی چپ رہنے کی اور خوش خُلقی ہے قسم ہے اُس ذاتِ پاک کی کہ جان میری اس کے ہاتھ میں ہے نہیں عمل کیا مخلوق نے مانند اِن دو خصلتوں کے۔

حق تعالیٰ کا ارشاد ہے قُوْلُوْا لِلنَّاسِ حُسْنًا یعنی لوگوں کو فائدہ پہونچانے والی اور دین و اخلاق کو درست کرنے والی باتیں سُناؤ مثلاً اپنی زبان سے عقیدۂ توحید کو سمجھاؤ۔ قرآنِ پاک کی تعلیم و تفسیر۔ حدیثِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم و تبلیغ۔ اسلامی اخلاق کی تلقین۔ اہل اسلام میں باہمی محبت، رواداری، اتفاق و اتحاد کی دعوت میں اپنی قوتِ گویائی کو صرف کرو کیونکہ زبان خداوند تعالےٰ شانہٗ وعم نوالہٗ کی نعمتوں میں سے ایک بہت بڑی نعمت ہے۔ اور اس نعمت کا شکریہ یہ ہے کہ وہ اللہ تعالےٰ کی اس عطا کی ہوئی قوت کو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر

توحید و معرفت، تقویٰ و پرہیزگاری کے پھیلانے میں صرف کی جائے۔ اس زبان سے تلاوتِ کلام پاک، درود شریف اور تسبیح و تہلیل کی جائے۔ یہی اس نعمت کے پانے کا شکریہ ہے۔ فضول و بے کار باتیں کرنا، چغلی، غیبت کرنا۔ کسی پر تہمت لگانا۔ جھوٹ بولنا یہ سب زبان کی ناشکری اور اس نعمتِ الٰہی کا کفران ہے۔

پس چاہیے کہ زبان ہلاؤ تو اچھی بات کہو ورنہ خاموش رہو۔ حضرت عثمان کے بیٹے حضرت جلابی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کلام کی دو قسمیں ہیں۔ ایک کلام وہ جو سراسر حق ہوتا ہے۔ اور دوسرا وہ کلام جو سراسر باطل ہوتا ہے۔ اسی طرح خاموشی بھی دو قسم پر ہے۔ (۱) حصولِ مقصد مشاہدہ و مکاشفہ کی وجہ سے۔ اور (۲) غفلت کی وجہ سے۔

پس ہر شخص کو بولتے وقت اپنا محاسبہ کرتے رہنا چاہیے۔ اگر اُس کا کلام حق و صداقت ہو تو اس کا بولنا چُپ رہنے سے بہتر ہے اور اگر باطل ہو تو اس کا چُپ رہنا بولنے سے بہتر ہے۔ اور اگر خدا اور اُس کے درمیان حجاب غفلت کے باعث ہو تو کلمۃ الحق پر اس کا کلام کرنا خاموشی سے بہتر ہے تاکہ اللہ تعالےٰ اس کو مشاہدہ کی لذت سے فیض یاب کرے۔ باطل پر بولنے کی مثال ایسی ہے جیسے کہ جب ابلیس کو خدائے تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کے سامنے سجدہ کرنے کا حکم دیا تو اس نے کہا اَنَا خَیْرٌ مِّنْہُ (میں آدم سے بہتر ہوں) اور حق پر بولنے کی مثال ایسی ہے جیسے حضرت آدم علیہ السلام نے نہایت عجز و ندامت

کے ساتھ عرض کیا:۔

رَبَّنَا ظَلَمْنَا اَنْفُسَنَا وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ؀

اور طریقت کی دعوت دینے والے اپنے مرشدِ کامل کی طرف سے مجاز ہوتے ہیں اس لیے جب وہ کلام کرتے ہیں تو ان کی باتیں برحق اور سچی ہوتی ہیں۔ ایسے آدمی خوب سوچ سمجھ کر باتیں کرتے ہیں۔ اناپ شناپ ہانکنے اور بے ڈھنگی باتیں کرنے کو وہ لوگ موجبِ ذلت خیال کرتے ہیں۔ لہٰذا ایسے لوگوں کا بولنا چپ رہنے سے بہتر ہے۔

اور طالبِ مولےٰ جس کی فکر و توجہ ذکر و عبادت میں لگی رہتی ہے اس کو خاموشی اختیار کرنی چاہیے۔ تاکہ جب اس میں روح کی قوت کامل ہو جائے تو اُس وقت وہ توحید و معرفت کے دریا بہائے اور مخلوق کے لیے ایسی مفید باتیں کہے جو سننے والوں کے دلوں میں اُتر جائیں۔ اپنی باتوں کو صحیح اور مطابقِ شریعت بنانے کے لیے تحصیلِ علمِ شریعت کو ضروری اور لازمی سمجھے اور شب و روز اس میں مصروف رہے۔ یعنی قرآن پاک اور حدیث کے مطالعہ کو اوراد و وظائف کی طرح اپنے اوپر لازم کر لے۔ اور اپنی جہالت پر کبھی راضی اور مطمئن نہ ہو۔

درویش کی خاموشی کی شرط یہ ہے کہ باطل پر خاموش نہ رہے اور کلام کی شرط یہ ہے کہ جب بولے حق بولے اور حق تعالےٰ کی رضا کیلیے

بولے چغلی، غیبت، جھوٹ، تہمت اور کسی مسلمان کی دل آزاری کی بات نہ کہے۔ بزرگوں، علماء اور اہل اللہ کو بے ادبی کے ساتھ نہ پکارے۔ ان کے لیے انتہائی عزت و احترام کے الفاظ استعمال کرے۔ اس لیے کہ اس طریق کی پہلی شرط ادب ہے۔ مولانا رومی رح فرماتے ہیں ؎

از خدا جوئیم توفیقِ ادب — بے ادب محروم ماند از فضلِ رب

بے ادب تنہا نہ خود را داشت بد — بلکہ آتش در ہمہ آفاق زد

بے ادب را اندریں رہ بار نیست

جائے او بر دار ارشد در دار نیست

مرشد کی صحبت میں خاموش رہنا اور ان کی باتیں نہایت توجہ کے ساتھ سننا بھی طریق کے آداب میں شامل ہے۔ حضرات صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالٰی علیہم اجمعین حضور پرنور رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک مجالس میں ایسے خاموش اور با ادب بیٹھتے تھے کہ کَاَنَّ عَلٰی رُءُوْسِہِمُ الطَّیْرُ۔

جب تک مرشد کوئی بات دریافت نہ فرمائیں خود کسی بات میں دخل نہ دے۔ حضرات صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالٰی علیہم اجمعین کا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ یہی معاملہ تھا۔

اَلشَّیْخُ فِیْ قَوْمِہٖ کَالنَّبِیِّ فِیْ اُمَّتِہٖ — شیخ اپنی جماعت میں ایسا ہی ہوتا ہے جیسے نبی اپنی امت میں۔

(جامع)

حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا زبان کو شکوہ سے روک خوشی کی زندگانی عطا ہوگی۔

نیز فرمایا بُروں کی ہم نشینی سے تنہائی ہزار درجہ زیادہ بہتر ہے اور تنہائی سے صحبتِ صلحا۔ زیادہ بہتر ہے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کم بولنا حکمت ہے۔ کم کھانا صحت۔ کم سونا عبادت۔ اور عوام سے کم ملنا عافیت ہے۔

حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا جب زبان اصلاح پذیر ہو جاتی ہے قلب بھی صالح ہو جاتا ہے۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آدمی کی قابلیت زبان کے نیچے پوشیدہ ہے۔

نیز فرمایا کہ عقل مند اگر خاموش رہے تو قدرتِ الٰہی میں فکر کرتا ہے اور جب نگاہ اٹھا کر دیکھے تو عبرت حاصل کرتا ہے۔

فرمایا جب تک کوئی بات تیرے منہ میں بند ہے تب تک تُو اس کا مالک ہے۔ جب زبان سے نکال دیا تو وہ تیری مالک ہوگئی۔

فرمایا احمق کی عقل اس کی زبان کے پیچھے اور عقل مند کی زبان اس کی عقل کے پیچھے ہوتی ہے۔

فرمایا جس شخص کی زبان اس پر حکمران ہو تو وہی اس کی ہلاکت اور موت کا فیصلہ کرتی ہے۔

فرمایا جو شخص جلدی سے ہر بات کا جواب دیدیتا ہے وہ ٹھیک جواب بیان نہیں کرتا۔

فرمایا جس طرح جہالت کی بات کہنے میں کوئی خوبی نہیں اسی طرح حق سے چپ رہنے میں کوئی بھلائی نہیں۔

فرمایا اگر کسی سوال کا جواب معلوم نہ ہو تو اس کے جواب میں "لا اعلم" کہنا نصف علم ہے۔

اپنی لاعلمی کے اظہار کو کبھی بُرا نہ سمجھو۔

فرمایا کہ خاموشی عالم کے لیے باعثِ زینت اور جاہل کے لیے پردہ دارِ جہالت ہے۔

فرمایا جس کلام کو تو اچھا سمجھتا ہے اسے مختصر کر دے کہ یہ تیرے حق میں نہایت بہتر اور تیرے فضل و کمال کی نشانی ہے۔

فرمایا جب عقل کامل ہو جائے تو کلام کم ہو جاتا ہے۔

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے فرمایا ہمارا دین سراپا ادب ہے جو اس کو ملحوظ نہ رکھے گا وہ حرماں نصیب ہے۔

حضرت غوث الاعظم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا وعظ خالصۃً للہ کر ورنہ تیرا چپ رہنا ہی بہتر ہے۔

فرمایا تیرا کلام بتا دے گا کہ تیرے دل میں کیا ہے۔

فرمایا کہ کوشش کر کہ گفتگو کی ابتدا تیری طرف سے نہ ہو اگر سے اور تیرا کلام جواب بنا کرے۔

فرمایا بے ادب خالق و مخلوق دونوں کا معتوب و مغضوب ہے۔

فرمایا جو نفس کو درست کرنا چاہے وہ اسے شکوت اور حسنِ ادب کی لگام دے۔

فرمایا گونگاپن اپنی عادت، گم نامی اپنا لباس اور مخلوق سے گریز اپنا مقصود بنالے۔ اور اگر تجھ سے ہو سکے تو زمین میں سرنگ کھود کر اس میں بیٹھ جا۔ اور یہ عادت اس وقت تک رکھ جب تک کہ تیرا ایمان بالغ اور جوان نہ ہو جائے۔

فرمایا خلوت میں خاموشی مردانگی نہیں، جلوت میں خاموش رہ۔

فرمایا اگر تو نے اللہ بھی بہ آوازِ بلند کہا تو تجھ سے پرسش ہوگی کہ خالصاً کہا ہے یا ریا سے۔

فرمایا ہنسنے والوں کے ساتھ ہنسا مت کر۔ رونے والوں کے ساتھ رو تا رہا کر۔

حضرت فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: زبانی استغفار کرنا بغیر اس کے کہ گناہوں سے طبیعت اُکھڑ جائے، جھوٹوں کی توبہ ہے۔

ایک آدمی آپ کی زیارت کو آیا۔ آپ نے پوچھا کس غرض سے آئے ہو۔ اُس نے کہا اس لیے کہ آپ سے آسائش حاصل کروں اور موانست کروں۔ آپ نے فرمایا خدا کی قسم یہ بات بجائے آسائش و موانست کے تکلیف و وحشت سے زیادہ قریب ہے۔ تم اس لیے

آئے ہو کہ مجھے جھوٹ سے فریب دو۔ اور میں جھوٹ سے تمھیں، فریب دوں۔

حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:-

ذکرِ خدا کثرتِ عدد سے نہیں بلکہ حضورِ بے غفلت کا نام ہے۔

فرمایا اپنے آپ کو اتنا ہی ظاہر کر جتنا کہ تو ہے یا ویسا ہو جا جیسا خود کو ظاہر کرتا ہے۔

حضرت امام ربانی مجدد الفِ ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:-

شعر خوانی اور قصہ گوئی بدبختوں کے نصیب کر اور اپنے لیے خاموشی سرمایہ بنا۔

فرمایا مؤذن منادِ رحمٰن ہے اور گویا منادِ شیطان۔

فرمایا ذکرِ جہر سے اس قدر پرہیز چاہیے کہ کھانا شروع کرتے وقت بسم اللہ بھی دل میں پڑھے۔

فرمایا تُف ہے اُس طریقے پر جس میں گالی دینا عبادت ہو۔

حضرت ابوالحسن خرقانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:-

فرمایا سب سے زیادہ روشن وہ دل ہے جس میں خَلق[۱] نہ ہو اور سب سے زیادہ سیاہ وہ دل ہے جس میں خُلق نہ ہو۔ اور سب سے بہتر وہ کام ہے کہ اس میں اندیشہ مخلوق کا نہ ہو اور سب سے حلال وہ لقمہ ہے جو اپنی کوشش سے ہو۔

---

[۱] مخلوق۔

فرمایا بہت روؤ اور کم ہنسو۔ بہت خاموش رہو اور زیادہ باتیں نہ کرو۔ بہت دو اور کم کھاؤ۔ بہت جاگو اور کم سوؤ۔

حضرت معروف کرخی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:-

ایسی بات میں گفتگو کرنا جس میں کسی کا فائدہ نہ ہو ضلالت و گمراہی کی علامت ہے۔

حضرت شقیق بلخی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ عارف باللہ پر سب سے زیادہ گراں مخلوق کے ساتھ کلام اور ان کے ساتھ بیٹھنا ہے۔

فرمایا اپنے تئیں غیبت سے بچاؤ یعنی ایسا کام نہ کرو کہ لوگ تمہاری غیبت کریں۔

فرمایا جب تک آدمی کا دل اللہ کی یاد میں ہے وہ نماز میں ہے اگرچہ بازار میں ہو۔ اگر ہونٹ بھی ہلتے ہیں تو اور بھی اچھا ہے۔

ایک عارف فرماتے ہیں کہ فقیر وہ ہے کہ جس کی خاموشی فکر کے ساتھ اور اس کی گفتگو ذکر کے ساتھ ہو۔

اور فرمایا کہ ہر ایک بات جو ذکر سے خالی ہو لغو ہے۔ ہر ایک خاموشی جو فکر سے خالی ہو سہو ہے اور ہر ایک نظر جو عبرت سے خالی ہو لہو ہے۔

فرمایا کسی کی قلتِ عقل کا اس کے کثرتِ کلام سے اندازہ لگا۔

حضرت فتح موصلی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں میں نے تیس ابدال کی صحبت اٹھائی، سب نے یہی کہا کہ خلق کی صحبت سے بچو۔ کم کھاؤ اور

کم بولو۔

شیخ سعدی علیہ الرحمۃ سے کسی نے پوچھا کیسے گذرتی ہے؟ کہا منہ نعمتِ حق کھانے میں اور زبان شکایت کرنے میں۔

ایک شخص نے حضرت عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ سے نصیحت چاہی۔ آپ نے فرمایا بُری نظر چھوڑ دے خشوع کی توفیق ملے گی۔ بیہودہ گوئی ترک کر، دانا ہوگا۔ کم کھا، عبادت کی طاقت ہوگی لوگوں کے عیوب تلاش نہ کر اپنے عیوب پر مطلع ہوگا۔ اور اللہ تعالیٰ کی ذات میں غور نہ کر نفاق و شک سے بچے گا۔

حضرت علی رضی اللہ تعالےٰ عنہ کا قول ہے کہ جب تم کوئی بُرا کلمہ سُنو تو اس سے اعراض کرو اور اس کا جواب نہ دو۔ کیونکہ اُس کے پاس اور بھی ایسے کلمات ہیں جنہیں وہ جواب میں تمہیں کہے گا۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے فرمایا کہ اگر میری زبان کو آگ جلائے تو اس سے بہتر ہے کہ ایک چیز جو واقع ہوگئی ہو اس کو میں کہوں کہ ایسا کیوں ہوا ہے؟۔

حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ محمد بن یوسفؒ عبادت میں لگے رہے اُن کو دانائی مل گئی۔ ہم کتابی علم میں مشغول رہے جھگڑوں میں پڑ گئے۔

حضرت طاؤسؒ فرماتے ہیں میری زبان درندہ ہے اگر چھوڑ دوں تو مجھے چٹ کر جائے۔

حضرت یونس بن عبیدؒ فرماتے ہیں کہ ایک لغو کلمہ کو چھوڑنا نفس کے لیے ایک دن کے روزے سے مشکل ہے۔ کیونکہ انسان بسا اوقات سخت گرمی میں روزہ رکھ لیتا ہے لیکن لغو کلمہ کہنے سے نہیں رک سکتا۔

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ انسان پر تعجب ہے کہ کراماً کاتبین اس کے پاس ہیں۔ اس کی زبان اُن کا قلم ہے۔ اور اس کا لعابِ دہن ان کی سیاہی ہے پھر بھی وہ بیہودہ باتیں کرتا ہے۔

نیز فرمایا زبان سے ستر کی حفاظت ہو سکتی ہے۔

حضرت زہریؒ نے ایک شخص کی فحش کلامی سُن کر فرمایا ہوش کر۔ کہ تو خدا کے نام کیا خط بھیج رہا ہے۔

حضرت ابو حازم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ من جملہ انسان کی بدخُلقی کے یہ بھی ہے کہ وہ اپنے گھر آئے اور اس کے اہل و عیال خوشی میں ہنس رہے ہوں پھر اس کے ڈر کے مارے اِدھر اُدھر پھیل جائیں۔ بلکہ بلی کا بھاگنا اور کُتّے کا ڈر کر چوکنّا ہو جانا بھی اس کی بدخلقی سے ہے۔

حضرت ربیع بن خثیمؒ نے اپنے کسی دوست کو خط لکھا۔ اے دوست! تو اپنے کو خود نصیحت کر۔ اور کسی دوست کے سمجھانے کا انتظار نہ کر۔ کیونکہ فی زمانہ یہ کام چھوڑ دیا گیا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا گھر کا ہمسایہ اگر کُشادہ پیشانی اور شیریں کلام ہو تو گھر کی قیمت چڑھ جاتی ہے۔

حضرت یحییٰ بن معاذ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ دل ہنڈیا کی طرح ہے اور زبان چمچہ کی مانند۔ تم اپنے افعال سے بھی اسی طرح اللہ تعالیٰ کے بندے بنو جیسا تم اپنے اقوال سے بندگانِ خدا کو دکھائی دیتے ہو۔

حضرت حمدون قصار نے فرمایا بات کہنا اُس شخص کے لیے سزاوار ہے کہ اس کی خاموشی سے دین باطل ہوتا ہو اور جب وہ کہے تو یہ باطل ہونا جاتا رہے۔

ایک شخص نے حضرت ابوذر رضی اللہ تعالےٰ سے کہا تم ہی ہو جس کو حضرت عثمان (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے جلاوطن کیا تھا اگر تم اچھے ہوتے تو وہ تم کو جلاوطن نہ کرتے۔ آپ نے فرمایا اے دوست! میرے سامنے ایک سیاہ گھاٹی ہے اگر اس سے بچ گیا تو تیرا بُرا کہنا مجھے کچھ نقصان نہ دے گا۔ اور اگر اس سے نہ بچا تو جو تُو کہتا ہے میں اس سے بھی بُرا ہوں۔

ایک شخص نے بکر بن عبداللہ مزنی رحمۃ اللہ علیہ کو بہت سی گالیاں دیں۔ آپ خاموش رہے۔ کسی نے کہا آپ بھی اسے گالیاں کیوں نہیں دیتے؟ آپ نے فرمایا میں اس شخص کی کوئی بُرائی نہیں جانتا کہ میں اسے بُرا کہوں۔ بہتان لگانا جائز نہیں۔

ایک شخص نے حضرت سالم بن عبداللہ بن عمر سے کہا اے بدترین بوڑھے! سالم نے کہا اے بھائی! میرے خیال میں تم راستی سے

حضرت بشر حافی رحؒ نہایت کم گفتگو کرتے اور دوستوں کو فرماتے تم غور کرو اپنے اعمال نامہ میں کیا لکھوا رہے ہو۔ جو تمہارے پروردگار کے سامنے پیش ہوگا۔

حضرت ابراہیم تیمیؒ فرماتے ہیں کہ مخلص وہ ہے جو اپنی نیکیوں کو بُرائیوں کی طرح مخفی رکھے۔

حضرت ابو عبداللہ سمر قندیؒ کی جب لوگ تعریف کرتے تو آپ فرماتے واللہ! میری اور تمہاری مثال اُس لڑکی کی سی ہے جس کی بکارت زنا سے زائل ہوگئی ہو اور اس کی سُسرال والوں کو معلوم نہ ہو۔ وہ اس کی شبِ زفاف پر خوش ہوں، مگر لڑکی اپنی فضیحت کے خوف سے غمگین ہو۔

مخزنِ اخلاق ۵۳ تا ۲۴۸

حفاظتِ لسان

عارف باللہ حضرت سید احمد کبیر رفاعی رحمۃ اللہ علیہ رحمۃً واسعۃً فرماتے ہیں :-

اپنی زبان کو بے فائدہ باتوں میں ملوّث کرنے سے پاک رکھ تاکہ تیرا کلام اللہ تعالیٰ کے مقدس دربار یعنی آسمانی عرش کے دربار میں جس کو اللہ تعالیٰ نے طلب کی جہت (سمت و قبلہ) بنایا ہے جس طرح کہ کعبہ کو عبادت کی جہت (قبلہ) بنایا ہے پہونچایا جاسکے۔

اِلَیْہِ یَصْعَدُ الْکَلِمُ الطَّیِّبُ — اللہ کے دربار کی طرف پاکیزہ بات ہی پہونچتی ہے۔

یعنی اُس جہت کی طرف جس کی جانب خدا نے اپنی مخلوق کی ہمتیں اور ارادے پھیر دیے ہیں۔ اُس مقام کی طرف جہاں اللہ تعالےٰ کا حکم نازل ہوتا ہے۔ پس اپنے کلام کو ایسا بنانے کی کوشش کرو کہ اس کے دربار میں پیش ہونے کے قابل ہو تاکہ تم پر اللہ تعالےٰ کا حکم اور لطف و کرم اوپر سے آوے۔ پھر تم اس کے سامنے جُھک جاؤ، اپنے کو حقیر اور پست سمجھو۔ اسرار قرآنیہ اس مطلب کے بیان کرنے میں بہت واضح ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں :-

وَفِی السَّمَآءِ رِزْقُکُمْ — اور آسمان میں تمہاری روزی ہے

وَمَا تُوعَدُونَ ۝ | اور وہ چیز بھی جس کا تم سے وعدہ کیا گیا ہے

نیز ارشاد ہے :-

وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا وَّيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ

جو اللہ تعالیٰ سے ڈریگا یعنی تقویٰ اختیار کرے گا اللہ تعالیٰ اسکے لیے پریشانی سے نکلنے کا راستہ نکال دیں گے اور ایسی جگہ سے اس کو روزی دیں گے جہاں اس کا گمان بھی نہ ہوگا

یہ بالکل حقیقت کے موافق ہے۔ مطلب یہ ہے کہ متقی کو ہم اپنے پاس سے رزق دیں گے اور ہم تک کسی کا وہم وگمان نہیں پہونچ سکتا (پ ۲۸)

اے برتر از خیال و قیاس و گمان و وہم
وز ہر چہ گفتہ ایم و شنیدیم و خواندہ ایم

مقام کی تشریح فرماتے ہوئے حضرت مولانا ظفر احمد صاحب تھانوی دامت برکاتہم مترجم البرہان المؤید لکھتے ہیں :-

" فطری امر ہے کہ انسان خدا کی طرف متوجہ ہوتا ہے تو اس کا دل بلندی کی طرف چلتا ہے خدا کے قہر و لطف کو بھی اوپر سے آنے والا سمجھتا ہے اس لیے یہ کہنا بجا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مخلوق کی ہمت و ارادہ کو آسمان و عرش کی طرف پھیر دیا ہے ہر انسان کو جب خدا کا دھیان آتا ہے تو دل کی طرف مائل ہوتا ہے باقی عقلاً و شرعاً اللہ تعالیٰ جہت و مکان سے پاک ہیں وہ تو وراء الوراء ثم وراء الوراء ہے اور عرش عظیم خدا کی جگہ نہیں صرف نزول احکام و ظہور تجلیات کا مقام ہے۔"

علم و معرفت

العلم کے معنی یقین۔ علم الشیٔ: اس کا پہچاننا، شناخت کرنا۔ جاننا۔ المعرفۃ: اس کی حقیقت کو پالینا۔

دونوں کے معنی قریب قریب ایک ہیں۔ کیونکہ معرفت کی تحصیل علم کے بغیر نہیں ہو سکتی۔ مگر اصطلاحاً فرق ہے کہ عالم کو محض عالم ہی کہنا چاہیے۔ اس کو عارف نہیں کہا جاتا اور معرفت کے عالم اور محرم کو عارف کہتے ہیں۔

مثلاً گھڑی کے متعلق یہ جاننا کہ یہ وقت بتانے کا آلہ ہے۔ اس کی چابی اس طرح بھری جاتی ہے۔ اس کے نشانات کو دیکھ کر یہ شناخت کرنا کہ اب کتنے بجے ہیں۔ یہ گھڑی کا علم ہے۔ اور یہ جاننا کہ سوئیوں کو کون سی چیز پھرا رہی ہے۔ کتنے اور کون سے پرزوں سے یہ گھڑی بنی ہوئی ہے اور ان پرزوں کے کیا وظائف ہیں — یہ اس کی معرفت ہے۔

مثلاً احسان کی تعریف یہ ہے:۔ اِنْ تَعْبُدَ اللّٰہَ کَاَنَّکَ تَرَاہُ فَاِنْ لَّمْ تَکُنْ تَرَاہُ فَاِنَّہٗ یَرَاکَ ۔ اس مضمون کا جاننا علم ہے اور اس کی کیفیت کا حاصل ہو جانا معرفت ہے۔

یا مثلاً یہ کہ ذکرِ الٰہی کے وقت سکینہ نازل ہوتا ہے۔

اس کا جاننا علم ہے اور سکینہ کی کیفیت معلوم کر لینا معرفت ہے۔

خلاصہ یہ کہ عالم کا درجہ عارف کے درجہ سے کم ہے۔ اہل اللہ عارف کے درجہ کو محض عالم کے درجہ سے بہت بلند سمجھتے ہیں۔ لیکن ایک عارف کے لیے بھی شریعت کا باقاعدہ عالم ہونا لازمی ہے تاکہ وہ شرک و توحید اور سنت و بدعت میں فرق کر سکے۔

قرآن میں آتا ہے:-

وَاِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا یُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ وَلٰکِنْ لَّا تَفْقَهُوْنَ تَسْبِیْحَهُمْ	کوئی چیز نہیں جو اللہ تعالیٰ کی تسبیح نہ کرتی ہو لیکن تم ان کی تسبیح کو نہیں سمجھتے ہو۔

یہ قرآن کی آیت کا علم ہے۔ لیکن صحابہ کرام رض کھانے سے تسبیح کی آواز سنتے تھے۔ یہ اُن کی معرفت تھی۔ اسی طرح کنکریوں سے تسبیح کی آواز سننا یہ معرفت ہے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو اُحد کی طرف سے جنت کی خوشبو آتی تھی۔ یہ اُن کی معرفت کی دلیل ہے۔ فرشتوں کے متعلق یقین رکھنا کہ اُن کا وجود ہے یہ علم ہے مگر فرشتوں کو آنکھوں سے دیکھنا اور ارواح کی ملاقات کرنا یہ سب معرفت ہے۔ صحابہ کرام رض اور اولیائے عظام نے یہ سب کچھ اپنی آنکھوں سے دیکھا یہ اُن کے عارف ہونے کی دلیل ہے۔ حضرت داؤد علیہ السلام کو وحی آئی اے داؤد! تو جانتا ہے میری معرفت کیا ہے؟ عرض کیا نہیں۔ فرمایا میری معرفت یہ ہے کہ دل کو میرے مشاہدے سے زندہ اور بیدار رکھا جائے۔

بابِ دوم (۲)

شریعت حقیقت۔ توحید۔ مشاہدہ و احسان

کے

بیان میں

شریعت اور حقیقت

شریعت کے معنی راستہ یا وہ قواعد جن سے ظاہر کی اصلاح کا کام ہو سکے۔ اور باطنی احوال کی صحت اور درستی کا نام حقیقت ہے۔ مثلاً نماز کے لیے وضو کرنا۔ قبلہ رُخ ہونا۔ تکبیرِ تحریمہ کہنا۔ رکوع۔ قیام۔ سجدہ وغیرہ یہ سب امورِ شریعت ہیں۔ اور نماز میں دل کا خدائے تعالیٰ کی طرف متوجہ ہونا اس میں خشوع و خضوع کی کیفیت۔ یکسوئی اور دلجمعی۔ غیر اللہ کے خیالات کا نہ آنا۔ محویت و استغراق یہ حقیقت کہلائے گی پس معنوی اور باطنی صفات کی تکمیل اور تزکیۂ قلب کا نام حقیقت ہے اور دراصل تصوف و طریقت کا یہی بنیادی منشا ہے۔

لہٰذا شریعت بندہ کے افعالِ ظاہری کو کہتے ہیں اور حقیقت خدائے تعالےٰ کی حفاظت و توفیق ہوتی ہے۔ لہٰذا حقیقت کا وجود شریعت کی پابندی کے بغیر محال ہے۔ اور اسی طرح شریعت کی حقیقی و مطلوبہ پابندی حقیقت کے روحانی اور اخلاقی آداب بجالائے بغیر محال ہے۔

روح جب تک انسان کے اندر رہتی ہے اسے زندہ رکھتی ہے اور جب وہ جدا ہو جاتی ہے تو انسان مُردہ کہلاتا ہے۔ اسی طرح شریعت کی مثال انسانی جسم کی ہے اور حقیقت اس جسم کے اندر

روح کے مانند ہے۔ جس طرح جسم و روح کی قدر و منزلت اور اس کی قیمت ان کے باہمی وصل و اتحاد کی بنا پر ہے بالکل یہی مثال شریعت و حقیقت پر صادق آتی ہے۔ شریعت، حقیقت کے بغیر ریا ہے اور حقیقت، شریعت کے بغیر نفاق و گمراہی بن جاتی ہے۔ حقیقت ایک انسان پر خواہ کس قدر قوت سے منکشف ہو شریعت کی پابندی کسی حال میں بھی اس پر سے کبھی ساقط نہیں ہو سکتی۔ خواہ وہ شخص نبی ہی کیوں نہ ہو۔ شریعت کی تعمیل ہر حال اور ہر مقام پر فرض ہے۔

شریعت اُن احکام کا نام ہے جو ظاہر کے لحاظ سے انسانوں پر نافذ کیے گئے ہوں۔ اور شریعت پر پوری طرح عامل ہونے کے بعد جو کیفیات و انکشافات من جانب اللہ بندہ پر وارد ہوں وہ حقیقت ہے۔

خلاصہ یہ کہ شریعت کی پابندی محض مجاہدہ اور محنت ہی محنت ہے۔ اور اس محنت و مجاہدے پر اللہ تبارک و تعالےٰ کی طرف سے جو واردات و افاضات کا نزول ہو وہ حقیقت ہے۔

یعنی حقیقت محض عنایاتِ حق سے نازل ہوتی ہے۔[1]

حضرت ہجویری قدس اللہ تعالیٰ سرہ الاقدس فرماتے ہیں "الحقیقت

---

[1] مگر جس حقیقت کو شریعت رد کرے وہ زندقہ اور بے دینی ہے اگر تم کسی کو ہوا میں چار زانو بیٹھا ہوا بھی دیکھو تو ہرگز اس کی طرف التفات نہ کرو جب تک شریعت کے امر و نواہی کے موقعہ پر اُس کی حالت کو نہ جانچ لو ۱۲

اللہ تعالیٰ سے بندہ کے واصل ہونے اور اس کے ساتھ رابطہ پیدا کرنے کے عرفانی مقام کا نام ہے۔

لغت میں "حقیقۃ الشئ" چیز کی منتہا اور اس کی اصل کو کہتے ہیں۔
غوث الاسلام سید الاولیاء حضرت سید احمد کبیر رفاعیؒ فرماتے ہیں :-

دوستو! ہم سب ننگے ہیں مگر جس کو اللہ تعالیٰ لباس پہنا دیں۔ ہم سب بھوکے ہیں مگر جس کو اللہ تعالیٰ کھانا کھلا دیں۔ ہم سب گمراہ ہیں مگر جس کو اللہ تعالےٰ راہ پر لگا دیں۔ اور جب یہ ہے تو جس بندہ پر خدا کا فضل ہو وہ صرف خدا پر نظر رکھے۔ اپنے اوپر نظر نہ کرے کہ میں لباس والا ہوں۔ میں مال دار ہوں۔ میں ہدایت پر ہوں۔ میں عالم اور دانا ہوں۔ عارف ہوں۔ صاحبِ حکمت اور صاحبِ حکومت ہوں ایسا ہوں اور ویسا ہوں۔ خدا کا فضل نہ ہوتا تو تم کچھ بھی نہ ہوتے۔

عاقل کا کام اس کے سوا کچھ نہیں کہ تنگی اور فراخی جو کچھ بھی ہو ہر حالت میں کریم کے دروازۂ کرم کو کھٹ کھٹاتا رہے۔ اُس کے دروازے کو تکتا رہے۔ اُس پر نظر رکھے۔ اُس سے مانگتا رہے۔ کیونکہ مخلوق سراپا عجز۔ سراپا احتیاج۔ سراپا نیست ہی نیست ہے۔ نہ اس میں کچھ کمال ہے نہ قدرت نہ طاقت۔ جو کچھ اس میں بھلائی ہے سب خدا کی عطا کی ہوئی اور اس کی نعمت ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے پرہیزگار دوستوں کا اکرام فرمایا اور اُن کے

ہاتھوں سے خلافِ عادت کام ظاہر کیے (جن کو کرامت کہتے ہیں) اور اُن کو اپنی عطا سے قوّت دی، اُن کے نشان کو بلند کیا تو یہ بندے اِن سب سے نظر ہٹا کر اللہ ہی کی حمد و ثنا میں لگ گئے۔ وہ اللہ کو ڈرے اور اپنے نفس پر اصلاً نظر نہ کی۔ نتیجہ میں اللہ تعالیٰ نے اُن کو اپنے قرب کی جنت میں جگہ دی اور جب وہ اُس کی بارگاہِ قرب میں پہونچے تو اُن کا اکرام اس طرح کیا کہ اپنے وجہ کریم کے دیدار سے اُن کو مشرف فرمایا۔ دنیا میں تو اُن کو مشاہدہ جمالِ الٰہی دل کی آنکھوں سے ہوا اور آخرت میں ظاہری آنکھوں سے بھی ہوگا۔

وَاَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ	جو اپنے پروردگار کے سامنے کھڑا
رَبِّهٖ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ	ہونے سے ڈرا اور نفس کو بے ہودہ
الْهَوٰى ۝ فَاِنَّ الْجَنَّةَ	خواہش سے روکتا رہا اس کا ٹھکانا
هِيَ الْمَاْوٰى ۝	جنت ہے۔

اور نفس کی سب سے بڑی خواہش یہ ہے کہ غیر خدا پر نظر کرے خالق کو چھوڑے، مخلوق سے دل لگائے۔ عقل مند آدمی غیر خدا سے دل لگا کر کیا پائے گا۔ غیر خدا کی تاثیر کا قائل ہونا خواہ تھوڑا اثر ہو یا زیادہ کلی ہو یا جزئی شرک ہے۔ یعنی اگر مؤثرِ حقیقی غیر اللہ کو سمجھتا ہے تو بڑا شرک ہے جس سے آدمی پورا مشرک ہو جاتا ہے۔ اور مؤثر مجازی سمجھتا ہے تو چھوٹا شرک ہے۔ جس کے ہوتے ہوئے ایمانِ کامل نصیب نہیں ہوتا۔

سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عبد اللہ بن عباسؓ سے فرمایا:-

" اے لڑکے! میں تم کو چند باتوں کی تعلیم دیتا ہوں (ان کو غور سے سُنو اور یاد رکھو) اللہ تعالیٰ کا خیال رکھو وہ تمہارا خیال رکھے گا۔ اللہ کو دل سے یاد رکھو۔ اُس کو اپنے سامنے اور اپنے ساتھ ہی پاؤ گے۔ جب سوال کرو اللہ سے ہی سوال کرو۔ جب مدد مانگو اللہ سے ہی مانگو اور خوب سمجھ لو کہ تمام مخلوق جمع ہو کر تم کو کوئی نفع پہونچانا چاہے تو وہ تم کو بالکل کوئی نفع نہیں پہونچا سکتی سوائے اس کے جو خدا تعالیٰ نے تمہارے واسطے مقدر کر دیا ہے۔ اور اگر سب کے سب مل کر تم کو کچھ نقصان پہونچانا چاہیں تو ہرگز کوئی نقصان نہیں دے سکتے۔ سوائے اس کے جو اللہ تعالیٰ نے تمہارے واسطے مقدر کر دیا ہے۔ قلم اٹھا کر رکھ دیے گئے اور صحیفے خشک ہو چکے ہیں۔ جو کچھ ہونے والا ہے اور ہوگا سب پہلے سے لکھ دیا ہے۔ کسی کے قبضہ میں نفع یا نقصان کچھ نہیں۔

مگر اس کا یہ مطلب نہیں کہ ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیٹھ جاؤ۔ نہیں بلکہ ہاتھ پیر ہلاؤ۔ کوشش کرو۔ مگر اللہ تعالیٰ سے مانگنے کے لیے، مخلوق سے نہیں۔ تم دکان کھولو، اللہ تعالیٰ سے مانگنے کے لیے زراعت کرو اللہ تعالیٰ سے مانگنے کے لیے۔ صنعت و حرفت سیکھو اللہ تعالیٰ سے مانگنے کے لیے۔ کیوں کہ اللہ تعالیٰ سے

مانگنے کا طریقہ جدا جدا ہے۔ جن چیزوں کے لیے ظاہر میں خدا نے کچھ اسباب بنائے ہیں اُن کے مانگنے کا طریقہ یہی ہے کہ ان اسباب کو اختیار کر کے اللہ تعالےٰ پر نظر رکھو۔ مثلاً اللہ تعالےٰ سے اولاد مانگنے کا طریقہ یہ ہے کہ نکاح کر کے اولاد مانگو۔ اور جن چیزوں کے لیے ظاہر میں اسباب نہیں بنائے گئے اُن کے مانگنے کا طریقہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سے دعا مانگو۔ جیسے بارش مانگنا یا بارش روکنے کی درخواست کرنا، وغیرہ وغیرہ۔

ب م

مُشاہدہ

لغوی معنی معائنہ کرنا۔ یہ بنا ہے شہود سے شہد المجلس: مجلس میں حاضر ہونا۔ شہد الشیٔ: معائنہ کرنا۔ اطلاع پانا شہد الجمعۃ: جمعہ پانا۔ اور شہد علیٰ کذا: گواہی دینا۔ اسم فاعل شاہد۔

مشاہدہ حق دو طرح پر ہے۔ ایک تو یقین کی پختگی ہے۔ اور دوسرے عشق و محبتِ خداوندی کا اس قدر غلبہ ہو کہ تمام کائنات محبوبِ حقیقی کا مظہر بن جائے اور اُسے دوست کے سوا کوئی دوسری چیز دکھائی ہی نہ دے۔

حضرت محمد بن واسع رح فرماتے ہیں میں نے کائنات میں کوئی ایسی چیز نہیں دیکھی جس میں اللہ تعالیٰ کا جلوہ نہ ہو۔

ایک بزرگ فرماتے ہیں میں نے ہر چیز میں حق تعالیٰ کا مشاہدہ کیا چنانچہ جب کوئی سچا عاشق دیگر موجودات سے اپنی آنکھیں بند کرلے تو وہ اپنی چشمِ دل سے خالقِ کائنات کو ضرور دیکھ لیتا ہے۔ لہٰذا جو شخص مردانہ وار شریعت کے احکام پر عمل کرتا ہے اور ظاہری آنکھ کو شریعت کی حرام کردہ چیزوں سے بچاتا ہے وہ خدائے تعالیٰ کے جمال اور اس کی تجلیات کا مشاہدہ ضرور کرلیتا ہے۔

حضرت سہل بن عبداللہ تستری رح فرماتے ہیں جو شخص ایک لمحہ

کے لیے بھی، اللہ تعالیٰ کی طرف سے آنکھیں بند کر لیتا ہے وہ صراطِ مستقیم کو کبھی نہ پا سکے گا۔ کیونکہ غیر اللہ کی طرف رجوع کرنا درحقیقت خدا سے منہ موڑنا ہے۔ جو شخص غیر اللہ کا پجاری ہوا وہ شرک کی وجہ سے ہلاک ہوا پس اہلِ طریقت کے نزدیک اہل اللہ اور اہلِ مشاہدہ کی حقیقی عمر وہی ہوتی ہے جو مشاہدۂ ذاتِ حق میں بسر ہوئی۔ اور جو وقت بلا مشاہدہ اور عدم حضوری میں گذرے، وہ وقت عمر میں شمار نہیں کیا جاتا۔

حضرت بایزید بسطامی رح سے لوگوں نے پوچھا آپ کی عمر کیا ہے؟ آپ نے فرمایا چار سال۔ لوگوں نے کہا یہ کیسے؟ آپ نے فرمایا میری عمر کے ستر سال حجاب میں گذرے اور چار سال سے اُسے دیکھتا ہوں — حجاب کا زمانہ عمر میں شمار نہیں ہوتا۔

حضرت ذوالنون مصری رح فرماتے ہیں کہ ایک دن میں مصر کے بازار میں جا رہا تھا۔ میں نے کچھ لڑکوں کو دیکھا کہ وہ ایک جوان پر پتھر مار رہے تھے۔ میں نے اُن سے کہا کہ کیوں پتھر مار رہے ہو؟ وہ بولے یہ شخص پاگل ہو گیا ہے۔ میں نے پوچھا کہ تم نے اس میں جنون کی کون سی چیز دیکھی؟ انہوں نے کہا یہ کہتا ہے میں ہر وقت خدا کو دیکھتا ہوں۔ میں نے اُس شخص سے کہا اے جوان! واقعی تو یہ بات کہتا ہے؟ وہ بولا ہاں میں یہ بات پورے یقین کے ساتھ کہتا ہوں۔ اگر میں ایک لحظہ بھی اپنے محبوب کو نہ دیکھوں تو میں محجوب رہوں گا اور جب محجوب ہو گیا تو پھر

اس کی عبادت وطاعت نہ کرسکوں گا۔

حضرت معروف کرخی رحمۃ اللہ علیہ کے کسی دوست نے اُن سے پوچھا کہ وہ کون سی چیز ہے جو آپ کو مخلوق اور دنیا سے نفرت کرنے پر مجبور کرتی ہے اور خلوت وعبادت میں مشغول کیے ہوئے ہے۔ کیا موت کا خوف ہے یا قبر اور دوزخ کا عذاب یا بہشت کی امید؟

فرمانے لگے یہ سب کیا چیزیں ہیں۔ جس شہنشاہ کے قبضہ میں یہ سب چیزیں ہیں اگر تو اس کی دوستی کا مزہ چکھے تو سب کچھ فراموش کردے۔ اگر تجھے اُس سے معرفت اور آشنائی حاصل ہوجائے تو ان سب سے عار کرنے لگے۔

بشر حافی رحمۃ اللہ علیہ کو لوگوں نے خواب میں دیکھ کر پوچھا کہ ابونصر تمارؒ اور عبدالوہاب وراق رحمۃ اللہ علیہ کا کیا حال ہے؟ فرمایا میں نے انھیں بہشت میں چھوڑا۔ وہ بہشت کا کھانا کھاتے تھے۔ پوچھا آپ کا کیا حال ہے؟ فرمایا کہ مجھے کھانے پینے کی چیز دل سے رغبت نہیں ہے اس لیے اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنا دیدار عنایت فرمایا۔

علی بن الموفق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے خواب میں بہشت کو دیکھا۔ لوگ کھانا کھاتے تھے اور فرشتے ہر قسم کا پاکیزہ طعام اُن کے منہ میں ڈالتے تھے۔ میں نے ایک شخص کو دیکھا کہ حظیرۃ القدس کے آگے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر اور مبہوت ہو کر دیکھ رہا ہے۔ میں نے داروغۂ بہشت سے پوچھا یہ کون ہے؟ اس نے بتایا یہ معروف کرخی ہے۔ جس نے نہ دوزخ

کے ڈر سے عبادت کی نہ بہشت کی امید پر۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے اپنا دیدار اس پر مباح کر دیا ہے۔

ابو سلیمان دارانی رح کہتے ہیں کہ جو شخص آج اپنی ذات میں مشغول ہے وہ قیامت کے دن بھی ایسا ہی ہوگا۔ اور جو آج اللہ تعالیٰ کی طرف مشغول ہے قیامت کے دن بھی ایسا ہی ہوگا۔

حضرت یحییٰ بن معاذ رح کہتے ہیں میں نے ایک رات بایزید کو دیکھا کہ نماز عشا سے صبح تک ایڑیاں تھامے اور آنکھیں پھاڑے مبہوت تھے آخر سجدہ کیا اور سر اٹھا کر دعا کی۔ اے خدا! ایک گروہ نے تجھ سے طلب کیا تو نے کرامت عطا کی کہ وہ پانی پر چلیں اور ہوا میں اُڑیں میں ان سے تیری پناہ لیتا ہوں۔ تو نے ایک قوم کو رُوئے زمین کے خزانے دیئے اور ایک گروہ کو تو نے وہ بات عطا کی کہ ایک رات کثرت سے سفر کریں اور اس پر خوش ہوں میں ان سے تیری پناہ پکڑتا ہوں۔

پھر میری طرف دیکھا اور کہا اے یحییٰ! تو یہاں ہے؟ میں نے کہا ہاں حضور۔ پھر فرمایا کب سے؟ میں نے کہا دیر سے۔ پھر میں نے عرض کیا کہ ان احوال کے متعلق مجھ سے بھی کچھ فرمائیں۔ فرمایا جو تیرے لائق ہے بتاتا ہوں۔ مجھے ملکوتِ اعلیٰ اور اسفل میں پھرایا گیا۔ عرش۔ کرسی۔ آسمانوں اور بہشتوں میں لے گئے اور فرمایا ان میں سے مانگ جو چاہتا ہے۔ تاکہ تجھے دیا جائے۔ میں نے عرض کیا مجھے ان میں سے کسی چیز کی حاجت نہیں ہے۔ فرمایا تو ہمارا سچا بندہ ہے۔

مزکیؒ، بایزید رحمۃ اللہ علیہ کا ایک دوست تھا۔ ایک دن اس نے کہا میں تیس سال سے نماز پڑھتا ہوں اور روزہ رکھتا ہوں۔ لیکن تجھ میں ہے مجھ میں نہیں۔ کہا اگر تین سو سال بھی کرے تو کچھ حاصل نہ ہو گا عرض کیا کس طرح؟ فرمایا تو اپنی خودی میں محجوب ہے۔ کہا اس کا کیا علاج ہے؟ فرمایا تو نہیں کر سکتا۔ کہا بتائیے میں ضرور کروں گا۔ فرمایا نہیں تو نہیں کرے گا۔ کہا بتائیے تو سہی ضرور کروں گا۔

فرمایا ابھی حجام کے پاس جا۔ اپنی ساری داڑھی منڈا دے ننگا ہو جا۔ کمر میں ازار باندھ لے۔ جوز٭ سے بھرا ہوا توبرہ گردن میں لٹکا لے۔ اور بازار میں منادی کر کہ جو لڑکا میری گردن پر اینٹ مارے گا اس کو ایک جوز دوں گا۔ اور اسی طرح قاضی اور منصف کے پاس جا۔

مزکی بولا۔ سبحان اللہ آپ کیا کہتے ہیں؟

فرمایا سبحان اللہ کہہ کر تو نے شرک کیا۔ کیونکہ تو نے اپنی تعظیم کی وجہ سے یہ کہا۔ کہا کچھ اور بیان فرمائیے میں یہ علاج نہیں کر سکتا۔ فرمایا پہلا علاج یہی ہے۔ جو شخص طلبِ جاہ و تکبر میں مشغول ہو اس کے درد کا یہی علاج ہے۔

اکسیر ہدایت ۶۲۸ و ۶۲۹

٭ اخروٹ

توحید

توحیدِ خالص حاصل کرو اور وہ یہ ہے کہ خدا کے سوا کسی پر نظر نہ کرو۔ کیوں کہ وہ یکتا ہے۔ جب تم نے یا اللہ کہا تو تم نے اللہ کو اسمِ اعظم کے ساتھ یاد تو کیا مگر اُس کی حقیقت و عظمت سے محروم ہو۔ کیونکہ تم نے یا اللہ اپنی شان کے موافق کہا ہے۔ اس نام کی شان کے موافق نہیں کہا۔ سب سے بڑی تونگری اللہ سُبحانہٗ و تعالیٰ سے مانوس ہونا ہے۔ اور سب سے بڑا افلاس یہ ہے کہ ہمیشہ مُردوں سے ہی مانوس رہے۔ "یعنی مخلوق سے اُنسیت مُردوں کے ساتھ اُنسیت ہے۔"

دلوں کے پردوں میں سب سے زیادہ موٹا پردہ مخلوق کی طرف جُھکنا ہے۔

یاد رکھو معرفت کی کان دل ہے اس کو سب سے پہلے درست کرنا چاہیے۔

خدا تعالیٰ کا فرمان ہے:۔

اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَذِکْرٰی	بے شک اس قرآن میں نصیحت ہے
لِمَنْ کَانَ لَہٗ قَلْبٌ	اُس کے لیے جس کے پاس اچھا دل ہو

اور ارشاد ہے:۔

وَمَنْ یُّعَظِّمْ شَعَآئِرَ اللّٰہِ	جو شخص خدائی نشانات کی تعظیم کرتا ہے

فَاِنَّهَا مِنْ تَقْوَی الْقُلُوْب تو یہ اس کے دل کی صلاحیت اور متقی ہونے کی علامت ہے۔

بزرگو! جو شخص اللہ تعالیٰ سے اس طرح ڈرتا ہے کہ اپنے باطن کو اللہ کے ماسویٰ کی طرف التفات کرنے کی آفت سے محفوظ رکھے اللہ تعالیٰ اُس کے لیے حجاباتِ بُعد سے نکلنے کا راستہ پیدا فرما دیتے ہیں۔ (یعنی اس کے لیے وہ پردے اٹھا دیے جاتے ہیں جو اللہ سے دُور کرنے والے ہیں اور قربِ الٰہی کا راستہ کُھل جاتا ہے)

اور اُس کو اپنا مشاہدہ اور قرب و وصال اس طرح عطا فرماتے ہیں کہ اُس کے گمان میں بھی نہیں ہوتا۔

بندہ کے لیے اپنے پروردگار کو پہچاننے کا طریقہ یہ ہے کہ وہ اپنے آپ کو پہچانے مَنْ عَرَفَ نَفْسَہٗ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّہٗ جس نے خود کو پہچان لیا اُس نے اللہ تعالیٰ کو پہچان لیا۔ جس نے یہ جان لیا کہ میں خدا کا ہوں اس نے اپنے کو پہچان لیا۔ پھر وہ اپنا سب کچھ خدا پر قربان کر دیگا ؎

آنکس کہ ترا شناخت جاں را چہ کند فرزند و عیال و خانماں را چہ کند

ہر کسے کو دور ماند از اصلِ خویش
باز جوید روزگارِ وصلِ خویش

؎ حضرت مولانا ظفر احمد صاحب تھانوی سلمہ اللہ تعالیٰ نے اس کی توضیح اس طرح فرمائی ہے:-

اپنے نفس کو پہچاننے کا طریقہ یہ ہے کہ انسان اس بات میں غور کرے (باقی بر ۲۵۳)

اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام کی طرف وحی بھیجی کہ یاد رکھو جس نے مجھے پہچان لیا اُس نے مجھے چاہا اور طلب کیا مجھے پالیا اور جس نے مجھے پالیا وہ میرے سوا کسی کو میرے مقابلہ میں محبوب نہ بنائیگا

(بقیہ حاشیہ ص ۲۵۲) ..... کہ انسان کس چیز کا نام ہے؟ کیا بدن کا نام انسان ہے؟ ہرگز نہیں. کیونکہ آدمی جب کہتا ہے میں ایسا ہوں۔ میں یہ کر سکتا ہوں۔ تو اُس کے بدن کا کوئی حصہ مُراد نہیں ہوتا بلکہ دوسری چیز مراد ہے جو اُس کے بدن کے اندر حکومت کر رہی ہے۔ آدمی پہلے کسی کام کا ارادہ کرتا ہے پھر بدن کو اس کام کے لیے حرکت دیتا ہے۔ یہ ارادہ کرنے والا کون ہے؟ یقیناً بدن نہیں، بلکہ دوسری چیز ہے۔ یہی چیز ہے جو موت کے وقت بدن سے نکل جاتی ہے اور اب اس بدن میں اور بے جان پتھر میں کچھ فرق نہیں رہتا۔ اسی کا نام روح ہے۔ اسی روح انسانی کا نام در اصل انسان ہے۔ اسی روح سے بدن کا حسن و جمال ہے اسی سے جسم کا نشو و نما ہے اسی سے بدن بڑے بڑے کام کرتا ہے۔ اب آدمی غور کرے کیا وہ اپنی روح کی حقیقت سے واقف ہے؟ کیا اُس نے اپنی روح کو دیکھا ہے؟ ہرگز نہیں۔ اس وقت انسان کو معلوم ہوگا کہ جب وہ خود اپنے سے بے خبر ہے تو دوسرے اس سے خبردار کیوں کر ہو سکتے ہیں۔ یقیناً سب لوگ محض اس کی صورت سے آشنا اور صورت سے ہی محبت کرنے والے ہیں خود اُس سے کسی کو محبت نہیں کیونکہ محبت کا مدار معرفت پر ہے جب کسی کو اُسکی معرفت ہی نہیں تو محبت کیوں کر ہو سکتی ہے۔ اب اس کو سمجھنا چاہیے کہ در اصل اس کا چاہنے والا خالق جلّ و علا ہے جس نے اس کو پیدا کیا —— (باقی بر ص ۲۵۴)

عَجِبْتُ لِمَنْ یَّقُوْلُ ذَکَرْتُ رَبِّیْ وَھَلْ اَنْسٰی فَاَذْکُرُ مَا نَسِیْتُ
اَمُوْتُ اِذَا ذَکَرْتُکَ ثُمَّ اَحْیَا وَ لَوْ لَا مَاءُ وَصْلِکَ مَا حَیِیْتُ
فَاَحْیَا بِالْمُنٰی وَ اَمُوْتُ شَوْقًا فَکَمْ اَحْیَا عَلَیْکَ وَکَمْ اَمُوْتُ
شَرِبْتُ الْحُبَّ کَاْسًا بَعْدَ کَاْسٍ
فَمَا نَفِدَ الشَّرَابُ وَمَا رَوِیْتُ

ترجمہ:۔ نمبر۱ مجھے تعجب ہے اُس شخص پر جو میرے متعلق کہتا ہے کہ میں نے خدا کو یاد کیا۔ اور کیا میں اُس کو بھولتا بھی ہوں جو بھولے ہوئے کو یاد کروں۔

نمبر۲ میں تو جب آپ کو یاد کرتا ہوں مر جاتا ہوں پھر زندہ ہوتا ہوں اور اگر آپ کے وصال کا آبِ حیات نہ ہوتا تو میں زندہ نہ ہوتا۔

نمبر۳ میں آرزوئیں لے کر زندہ ہوتا ہوں اور شوق کے غلبہ سے مر جاتا ہوں تو اب کب تک میں آپ پر مرتا اور جیتا رہوں گا۔

نمبر۴ میں نے محبت کے جام پر جام پیے۔ پھر نہ تو یہ شراب ہی ختم ہوئی اور نہ میں ہی سیراب ہوا۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۵۳) ۔۔۔ کیونکہ اُس کو ہی اس کی (روح) معرفت ہے اور خدا کے بعد سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس سے محبت ہے کہ اُن کو خدا تعالیٰ نے دوسروں سے زیادہ روح کی معرفت دی ہے اس کے بعد یہ سمجھنا چاہیے کہ مرنے کے بعد انسان کا جسم تو دنیا میں رہ جاتا ہے کیونکہ وہ دنیا کی چیز ہے۔ اگر روح بھی دنیا کی چیز ہوتی تو موت نہ آتی ۔۔۔ (باقی بر صفحہ ۲۵۵)

حقیقتِ توحید

توحید کیا ہے ؟

توحید یہ ہے کہ اپنے دل میں اللہ تعالٰی کی خاص عظمت کو محسوس کرو جو تعطیل اور تشبیہ دونوں سے تمہارے ذہن کو دور رکھے۔

(بقیہ صفحہ ۲۵۴) موت آنے کا سبب یہی ہے کہ روح دوسرے عالم کی ہے وہ وہاں جانا چاہتی ہے گویا یوں کہیے کہ انسان جو دراصل روح کا دوسرا نام ہے) اس عالم کی چیز نہیں بلکہ دوسرے عالم کی چیز ہے اور جیسے روح نظر نہیں آتی اس وقت وہ دوسرا عالم بھی نظر نہیں آتا جب روح اُس عالم میں پہونچے گی اُس وقت وہ عالم بھی نظر آئے گا اور قسمت نے یاوری کی تو خالق جل وعلا کا دیدار بھی نصیب ہوگا۔ اِس عالم میں جب انسان خود اپنے یعنی اپنی روح کے دیدار سے محروم ہے تو خالق کے دیدار کی جرأت کیوں کر کرسکتا ہے اس حقیقت کو سوچنے کے بعد انسان کو معلوم ہوگا کہ اس کا اصل وطن یہ دنیا نہیں ہے بلکہ دوسرا عالم ہے جہاں پہونچنے کے لیے روح اس بدنِ خاکی کو چھوڑ دیتی ہے اور اس کو افسوس ہوگا کہ اب تک اُس نے جو کچھ کیا خاص اپنے واسطے نہیں کیا بلکہ بدنِ خاکی کی راحت کے لیے کیا۔ دنیا میں گھر بنایا، دکان چلائی یا بڑا عہدہ حاصل کیا محض اس لیے کہ بدن کو غذا ملے، آرام ملے۔ روح سے ایک دن بھی نہ پوچھا کہ تو کیا چاہتی ہے؟ اگر اُس سے پوچھتا تو وہ بھی کہتی کہ میرے واسطے اُس جگہ کا بندوبست کر جہاں میں بدن سے نکل کر جانے والی ہوں — (باقی بر صفحہ ۲۵۶)

تعطیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نسبت یہ اعتقاد کیا جائے کہ اللہ تعالیٰ نے کارخانۂ قدرت فلاں بزرگ یا رسول یا فرشتہ کے حوالے کر دیا ہے۔ اب اللہ تعالیٰ خود کچھ نہیں کرتے جو کچھ کرتے ہیں دوسرے کرتے ہیں۔

اور تشبیہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات کو مخلوق کی ذات و صفات کے مشابہ سمجھے۔ مثلاً خدا کے علم کو مخلوق کے علم کے مشابہ اور خدا کی قدرت کو مخلوق کی قدرت کے مشابہ یا خدا کے رحم کو مخلوق کے

(بقیہ صہ ۲۵۵) نیز انسان کو یہ بھی محسوس ہوگا کہ اب تک اس نے جن لوگوں کے ساتھ دل لگایا دراصل وہ اس کے دوست نہ تھے اس کے بدن کے دوست تھے۔ باپ، ماں، بیوی، اولاد سب کا یہی حال ہے کہ وہ انسان کے دوست نہیں صرف اس کی صورت اور بدن کے دوست ہیں۔ اُن کو روح کی خبر ہی نہیں تو اُس سے اُن کو محبت کیونکر ہو سکتی ہے۔ اور جو انسان کا اصلی چاہنے والا ہے اور اُس کی حقیقت کو جاننے والا اللہ ہے اُس سے اب تک یہ غافل رہا۔ پس انسان اگر اپنی حالت اور حقیقت میں پوری طرح غور کرے تو اللہ تعالیٰ کی معرفت کے لیے راستہ کھل جائے گا اور معلوم ہوگا کہ اللہ تعالیٰ مجھ سے بھی زیادہ میرے قریب ہے کیونکہ مجھے خود اپنی خبر نہیں کہ کیا ہوں اور اُس کو میری حقیقت تک معلوم ہے کیونکہ وہ خالق ہے اَلَا یَعْلَمُ مَنْ خَلَقَ وَھُوَ اللَّطِیْفُ الْخَبِیْرُ ۝ کیا جس نے پیدا کیا اُس کو بھی علم نہ ہوگا وہ تو بڑا باریک بین اور بڑا باخبر ہے۔

رحم کے مشابہ سمجھے۔ یہ دونوں اعتقاد غلط و باطل ہیں۔ قرآن پاک میں ارشاد ہے:۔

لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ ؕ نہیں ہے اُس کے مانند کوئی

اور :۔

وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ ۝ اور نہیں ہے اُس کا ہمسر کوئی

یعنی نہ ذات میں اُس جیسا کوئی اور نہ صفات میں اُس جیسا کوئی اس لیے جو شخص سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت خدا تعالیٰ جیسا عالم الغیب والشہادۃ یا خدا تعالیٰ کے نور کے مانند آپؐ کے نور کا اعتقاد رکھے وہ ہرگز ہرگز اہلِ توحید سے نہیں ہو سکتا بلکہ وہ منکرِ خدا و رسول ہے۔

اللہ تعالےٰ ہم کو اس قسم کے باطل عقائد سے محفوظ رکھیں۔ اور ہم کو صراطِ مستقیم پر چلائیں۔

اتّباعِ سُنّت

اس طریقے کی بنیادوں کو سنت کے زندہ کرنے اور بدعت کے مٹانے سے مضبوط کرو۔

بزرگو! درویش اُس وقت تک طریقت پر ہے جب تک سنت پر جما ہوا ہے۔ اور جس وقت وہ سنت سے ہٹا طریقت سے علیحدہ ہو جائیگا

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:-

قُلْ اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰہُ وَیَغْفِرْ لَکُمْ ذُنُوْبَکُمْ

(اے محمدؐ) کہدو اگر تم لوگ اللہ سے محبت رکھتے ہو تو (بہر صورت) میری (سنت کی) تابعداری کرو۔ اللہ تم کو دوست بنائے گا (یعنی ولایت کا درجہ دے گا) اور تمہاری خطائیں معاف کرے گا۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:-

والذی نفس محمد بیدہٖ لا یومن احدکم حتی یکون ھواہ تبعاً لما جئتُ بہ

قسم ہے اُس ذات کی جس کے قبضہ میں محمدؐ کی جان ہے تم میں کا کوئی شخص صاحب ایمان نہیں بن سکتا جب تک کہ اُس کی کل خواہشات میرے لائے ہوئے طریقہ

(سنت) کے تابع نہ ہو جائیں۔

چنانچہ عارفِ کامل حضرت سید احمد کبیر رفاعی قدس اللہ تعالیٰ سرہ الاقدس فرماتے ہیں :۔

دائمی سعادت کی کنجی

میں تم سے کہہ دینا چاہتا ہوں کہ دائمی سعادت کی کنجی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی ہے۔ تمام افعال ہیں جو آپؐ نے کیے ہیں اور جن سے آپؐ رکے ہیں۔ اسی طرح آپؐ کی وضع قطع اور سنتوں کا۔ کھانے، پینے، اٹھنے، بیٹھنے، سونے، بولنے میں اتباع کیا جائے تاکہ تم کو اتباع کامل نصیب ہو جائے۔ ہم کو ایک بزرگ کے متعلق معلوم ہوا ہے کہ انہوں نے عمر بھر خربوزہ نہیں کھایا کیونکہ اُن کو کسی حدیث سے یہ معلوم نہ ہوا تھا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خربوزہ کس طرح کھایا ہے۔ اسی طرح ایک بزرگ نے بھولے سے موزہ کو بائیں پیر میں پہننا شروع کر دیا تو اس (خلافِ سنت حرکت) کے کفارہ میں گیہوں خیرات کیے۔ ب م ۸۵

سُنت کا چھوڑنا سعادت کے عظیم دروازہ کو بند کرنا ہے

خبردار! یہ مت کہنا کہ یہ باتیں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عادات سے متعلق ہیں عبادات سے متعلق نہیں اور یہ کہہ کر اُن کو چھوڑ دو۔ یاد رکھو۔ ان کا یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں کا چھوڑنا سعادت کے

دروازوں میں سے بہت بڑے دروازے کو بند کر دے گا۔۔۔ باقی عبادات میں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع نہ کرنے کے لیے میرے خیال میں کسی کے پاس کوئی عذر نہیں ہو سکتا۔ سوا اس کے کہ اُس کے دل میں کفر چھپا ہوا ہو یا پورا احمق ہو۔ اللہ ہم کو اور تم کو اس سے بچائے۔ سبام ۸۵

کوئی عاقل سنت کی خوبی سے انکار نہیں کر سکتا

بزرگو! خدا کی قسم، میرے خیال میں تو روئے زمین پر کوئی بھی عاقل جسے بُرے بھلے کی کچھ تمیز ہو ایسا نہ ہو گا جس کے دل میں یہ اعتقاد اور دماغ میں اس بات کا یقین نہ ہو کہ عبادت کی جو صورت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مقرر فرمائی ہے اور عادت کی جو سُنت آپؐ نے اختیار فرمائی ہے وہی پسندیدہ۔ بہتر اور کامل حالت ہے اللہ تعالیٰ کے نزدیک بھی اور مخلوق کے نزدیک بھی۔ اور یہی وہ آداب ہیں جو خالق کے نزدیک مقبول اور مخلوق کے نزدیک محبوب ہیں۔ دل کو اطمینان اور نفس کو سکون ان ہی سے ہوتا ہے۔ کیا نشہ میں مست ہونے والے اور ہوش والے، چوری کرنے والے اور امانت والے، جھوٹ بولنے والے اور سچ بولنے والے، زنا کرنے والے اور عفت و عصمت والے۔ تکبر کرنے والے اور تواضع کرنے والے، سخاوت کرنے والے اور بخل کرنے والے، ظلم کرنے والے اور انصاف کرنے والے، جھوٹا دعویٰ کرنے والے اور سچا دعویٰ کرنے والے

مکر و فریب کرنے والے اور رحم و کرم والے۔ عبادت کرنے والے اور سونے والے عقل والے اور پریشان خیال والے۔ نیک کام کرنے والے اور بُرا کام کرنے والے۔ کافر اور مومن کی حالت میں عقلِ انسانی کچھ فرق نہیں سمجھتی ؟

یقیناً سمجھتی ہے جس کا انکار نہیں ہو سکتا۔ اب دیکھ لو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جن باتوں کا حکم فرمایا اور جن عادات (سُنن) کو اختیار فرمایا ہے وہی کسب سے اچھی ہیں یا نہیں ؟

اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ لِّاُولِی الْاَلْبَابِ — بے شک اس میں بڑے دلائل ہیں عقل والوں کے لیے۔

اللہ، اللہ ! اس رسولِ عظیم صلی اللہ علیہ وسلم کی جو ہمارے پاس تمام عالم کے لیے رحمت، مخلوق پر حجت اور موحدین اہلِ توحید کے لیے نعمت بن کر تشریف لائے ہیں پوری مُتابعت اور کامل پیروی کرو۔ ب م ۸۶

لہٰذا سُنت کی مضبوط رسی کو پکڑے رہو جس کا پکڑنے والا کبھی گمراہ نہیں ہوتا۔

اللہ، اللہ ! حدود پر جمے رہو اور اُس سردارِ عظیم صلی اللہ علیہ وسلم کی۔ سنتوں کو دانتوں سے مضبوط پکڑ لو ؎

مالی دالفاظ زیل — و دھم عمرو و بکر
دجہ الشریعۃ اھکذ — من سرِ ذاک دسری

ترجمہ :- مجھے زید کے الفاظ اور عمرو اور بکر کے وہم سے کیا لینا۔
شریعت (سنت) کا روشن چہرہ اُس کے اسرار اور میرے اسرار سے
زیادہ راہ دکھانے والا ہے۔
سنت کی اہمیت پر حجۃ الاسلام حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے
مندرجہ ذیل مقالہ سپردِ قلم فرمایا :-
انسان کی اصل سعادت مندی یہی ہے کہ وہ اپنی تمام حرکات و
سکنات میں، چال میں ڈھال میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کی سُنتوں اور آپ کے طریقے کا اتباع کرے۔ اور اس کا طرزِ زندگی
نمونہ ہو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کا۔
سیدنا رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے افعال :
آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام افعال کو دو حصوں میں تقسیم کیا
جا سکتا ہے :-
(۱) عبادات۔ نماز۔ روزہ۔ حج۔ جہاد۔ ذکر اذکار وغیرہ۔
(۲) عادات۔ کھانا پینا۔ سونا جاگنا۔ اٹھنا بیٹھنا۔ دوستوں کے
ساتھ میل جول ملاقات۔ دشمنوں کے ساتھ برتاؤ کے طریقے۔ ہمسایوں
اور عزیزوں کے ساتھ سلوک اور مدارات۔ وضع قطع وغیرہ یہ سب
چیزیں عادات میں شامل ہیں۔
پس اُن لوگوں پر لازم ہے جنہوں نے صدقِ دل سے آں حضور صلی اللہ

ے لباس اور صورت مثلاً داڑھی رکھنے میں حضور کا اتباع کیا جائے ۱۲

علیہ وسلم کو خدا کا پیغمبر تسلیم کیا ہے کہ اپنی عبادات میں بھی اور عادات میں بھی اپنے پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اسی طرح اقتدار و اتباع کیا کریں جس طرح مقتدی نماز میں اپنے امام کی اقتدار کرتا ہے۔ کیونکہ جب امام تسلیم کر لیا اور اُس کے پیچھے نماز کی نیت باندھ کر کھڑا ہو گیا تو اب یہ کہاں درست ہے کہ اپنی مرضی کا قیام کرے اور اپنی مرضی کا رکوع یا اپنی مرضی سے قعدہ کرے اور اپنی مرضی سے سلام پھیرے۔ بلکہ اپنی مرضیات کو امام کی مرضیات میں گم کر دینے اور فنا کر دینے کا نام اقتدار ہے۔

مگر امام کی اقتدار صرف نماز پڑھنے تک محدود ہے اور باقی اوقات میں مقتدی آزاد ہے۔ لیکن امام الامۃ اور امام الشریعۃ آقائے نامدار سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتدار و اتباع کا یہ مطلب ہے کہ زندگی کے ہر شعبہ میں صورت میں، سیرت میں۔ اخلاق میں، عادات میں، عبادات میں، موت و حیات کے رسم و رواج میں غرضیکہ زندگی کے ہر نشیب و فراز میں اپنی پسند اور ناپسند کو حضرت امام الامت و امام الشریعت علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پسند اور ناپسند میں فنا اور گم کر دے۔ یعنی جو آں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو پسند ہو وہی اُن کے امتی کو پسند ہو اور جو آں حضرتؐ کو ناپسند ہو وہ امتی کو بھی ناپسند ہو۔

جب نماز امام کی اقتدار و اتباع کے بغیر درست نہیں تو اسلام

بغیر امام الاسلام صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع واقتداء کے کیسے درست ہو سکتا ہے؟

وَمَا اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ	اور پیغمبر جو بھی تم کو دیں اس کو
فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ	لے لو اور جس سے تم کو روکیں
فَانْتَهُوْا (حشر)	اُس سے رُک جاؤ۔

اس فرمان میں حق تعالیٰ شانہ نے یہ قید نہیں لگائی کہ عبادتوں میں تو پیغمبر اور امام الاسلام کا اتباع واقتداء کرو اور عادات و اخلاق میں اُن کا اتباع واقتداء نہ کرو۔

بلکہ آیت کی عمومیت کا تقاضہ ہے کہ جس طرح عبادتوں میں آں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع ضروری ہے اسی طرح عادات میں بھی آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع انتہائی ضروری، اور رحمتِ الٰہی کے خزانوں کی کنجی ہے۔

مبارک ہیں وہ لوگ جنھوں نے اس کی اہمیت کو سمجھ کر سنت کی شاہ راہ پر مضبوطی اور ہمت کے ساتھ چلنا اختیار کیا۔ اور بدعات کی پگڈنڈیوں سے راہِ فرار اختیار کیا۔

اور منحوس و بدبخت ہیں وہ لوگ جنھوں نے دولتِ اسلام کے بعد بھی سنت اور بدعت کے فرق کو نہ جانا۔

یا حضرت امام الامت صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ وسنت کو چھوڑ کر غیر مسلموں کے طریقوں کو پسند کیا۔

حکایت حضرت شیخ محمد بن اسلمؒ نے تمام عمر صرف اس خیال سے کبھی تربوز نہیں کھایا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تربوز کھانے کا طریقہ اُن کو معلوم نہ تھا۔

حکایت ایک اور بزرگ نے ایک مرتبہ موزہ بھول کر اول بائیں پاؤں میں پہن لیا تو اس کے کفارے میں جب تک ایک بوری گندم کی خیرات نہ کر دی، اُس وقت تک چین سے نہ بیٹھے۔

حکایت حضرت مجدد الفِ ثانی رحمۃ اللہ علیہ ایک بار بیت الخلاء میں جاتے وقت بھولے سے دایاں پاؤں داخل کر کے قضاء حاجت کے لیے چلے گئے۔ فرمایا کرتے تھے اس سُنت کے سہواً ترک کرنے کا یہ اثر ہوا کہ فیضانِ الٰہی کی آمد بالکل بند ہو گئی۔ آخر کثرتِ استغفار اور توبہ کے بعد آمدِ فیض شروع ہوئی۔

جب سہواً ترکِ سنت کا یہ اثر ہے تو پھر عمداً سنت کا تارک کیسے فیض یابِ رحمت ہو سکتا ہے؟

معلوم ہوا کہ کامل اتباع اور پوری سعادت مندی یہی ہے کہ تمام عادتوں میں بھی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا پوری طرح اتباع کیا جائے۔ کیونکہ اس میں بے شمار فائدے ہیں اور ذرا سے تساہل میں ایسی نعمتِ عظمیٰ کا کھو بیٹھنا بڑی حماقت اور بے وقوفی ہے۔

کمالِ اتباع کے فوائد :۔

ہمارے قلب کو ہمارے اعضاء سے خاص تعلق ہے۔ اور اعضاء بدن کے تمام افعال اور کاموں کا اثر دل کے اندر پہونچتا ہے۔ لہٰذا جب تک اعضاء کی حرکات و سکنات حدِّ اعتدال پر نہ ہوں گی اُس وقت تک قلب کو صلاحیت اور باطنی نورانیت کبھی حاصل نہ ہوگی۔ کیونکہ انسان کا قلب آئینہ کی طرح ہے۔ اور آئینہ آفتاب کی روشنی سے اُسی وقت روشن ہوسکتا ہے جب کہ اُس میں تین صفتیں موجود ہوں

اول یہ کہ اس کو قلعی یعنی صیقل کیا جائے۔

دوسرے یہ کہ خود آئینہ بھی صاف اور شفاف ہو۔ اس پر کسی قسم کا میل کچیل اور گرد و غبار نہ ہو۔

تیسرے یہ کہ یہ آئینہ آفتاب کے بالکل مقابل ہو۔ یعنی آفتاب کے ساتھ اس کا تقابل صحیح ہو۔ کجی اور ٹیڑھا پن اس میں بالکل نہ ہو پس اسی طرح قلب کے اندر بھی اوپر والی جب یہ تینوں صفات موجود ہوں گی مثلاً :۔

(۱) خواہشاتِ نفسانی کے ترک کر دینے سے اس کی صیقل ہو جائے۔

(۲) ذکرِ الٰہی سے اس میں صفائی مزید ہو جائے۔

(۳) اعضاء کے افعال کو اعتدال پر رکھنے سے اس میں کجی اور ٹیڑھا پن

نہ آنے پائے۔

اُس وقت بے شبہ اِس قلب میں تجلیاتِ باری تعالےٰ کا
عکس پڑے گا۔

اعتدال کے معنٰے :

(۱) اعتدال کے معنٰی یہ ہیں کہ ہر چیز کو اُس کے موقعہ پر رکھا جائے مثلاً چار سمتوں میں سے ایک سمت یعنی جانبِ قبلہ کو اللہ تعالیٰ نے عزت بخشی ہے۔

اس لیے تمام نیک کاموں میں مثلاً ذکرِ الٰہی ہو یا تلاوتِ قرآن مجید۔ وضو ہو یا دعا۔ ان سب کاموں میں قبلہ کی جانب رُخ کیا جائے۔ اور جو افعال گھناؤنے، گھن کرنے کے قابل ہیں یعنی جن سے طبیعت کو کراہت و نفرت آتی ہے۔ مثلاً پاخانہ۔ پیشاب، ناک صاف کرنا، استنجا کرنا۔ جماع اور ہم بستری کرنا۔ ان کاموں کے کرنے کے وقت قبلہ کی جانب سے رُخ پھیر لینا چاہیے۔ قبلہ کی جانب کا اس طرح پر خیال رکھنا چونکہ سمتِ قبلہ کی عزت قائم کرنا ہے۔ لہٰذا یہی اعتدال ہے۔

(۲) یا مثلاً حق تعالیٰ نے داہنی جانب کو بائیں جانب پر شرف بخشا ہے اس لیے تم کو بھی اس شرف کا ہر وقت خیال رکھنا چاہیے یعنی اگر اچھے کام کرنے ہوں مثلاً کلام مجید اٹھانا۔ روٹی کھانا، خیرات کرنا یا کسی کو پانی دینا ہو تو داہنا ہاتھ آگے بڑھاؤ اور یہ سب کام دائیں

ہاتھ سے انجام دو۔

مگر گندے اور میلے کام مثلاً استنجا کرنا۔ ناک صاف کرنا جوتا اٹھانا۔ یا ضرورت کے ساتھ کسی ناپاک چیز کو ہاتھ لگانا ہو تو ان کاموں میں بایاں ہاتھ آگے بڑھاؤ اور اس سے یہ خدمت انجام دو۔

کپڑا پہنو تو اول دائیں طرف۔ جوتا پہنو تو اول دائیں پاؤں ہیں۔ مسجد میں جاؤ تو اول دائیں پاؤں کو داخل کرو۔

اور جب مسجد سے باہر نکلو تو اول بایاں پاؤں نکالو۔ بیت الخلاء میں جاؤ تو بایاں داخل کرو اور جب پاخانہ سے باہر آؤ تو دایاں پاؤں اول نکالو۔

غرضیکہ ہر شے کے مقام اور مرتبے کا خیال رکھنا عدل و انصاف کہلاتا ہے۔ اور اسی ظاہر کے اعتدال سے باطن یعنی قلب بھی معتدل اعتدال والا اور مستوی سیدھا ہو جائے گا۔ یعنی اس میں ٹیڑھا پن نہ رہے گا۔

اگر یہ نکتہ آپ کی سمجھ میں نہیں آتا تو پھر ہماری اس بات کا عملاً تجربہ کر کے دیکھ لو۔ اس کی صداقت خود بخود معلوم کر لوگے۔ بار بار آپ نے اس کا تجربہ کیا ہوگا کہ جو لوگ سچ بولنے کے عادی نہیں ہوتے اُن کے خواب بھی اکثر جھوٹے ہوتے ہیں کیوں کہ سچائی کی عادت اور راست گوئی سے قلب میں اعتدال راستی اور استقامت آجاتی ہے اس لیے ایسے لوگوں کے خواب اکثر سچے

ہوتے ہیں۔

مگر جھوٹ بولنے سے دل میں کجی (اور ٹیڑھاپن) پیدا ہوجاتی ہے اس لیے خواب بھی اکثر جھوٹے نظر آتے ہیں۔ شعر شاعری کرنے والے شاعر لوگ چونکہ اکثر جھوٹے مبالغہ اور بے ہودہ خیالات کے عادی ہوجاتے ہیں اس لیے جھوٹے خیالات کے ذریعہ ان کے قلوب درست اور ٹھیک نہیں رہتے کہ ان میں کجی پیدا ہوجاتی ہے۔ لہذا جہاں تک ہوسکے جھوٹے افکار وخیالات کو دل میں جگہ نہ دو ورنہ دل کا اعتدال ہاتھ سے جاتا رہے گا۔

اعتدال کے دوسرے معنیٰ:

دوائیں دو قسم کی ہوتی ہیں۔ بعض وہ جن کے اثر وتاثیر میں مناسبت ہے جیسے شہد کہ اس کا مزاج گرم ہے اس لیے یہ گرم مزاج والوں کو نقصان دیتا ہے اور سرد مزاج والوں کو نفع پہونچاتا ہے۔

دوسری قسم یہ ہے کہ دوا کی تاثیر میں اور دوا میں کوئی مناسبت معلوم نہیں ہوتی۔ اس کا نام خاصیت ہے۔ اس قسم کی دوائیں بالخاصہ یعنی اپنی خاصیت کے ساتھ اثر دکھاتی ہیں۔

جیسے مقناطیس کی خاصیت ہے کہ وہ لوہے کو اپنی جانب خود بخود کھینچ لیتا ہے۔ یا جیسے سقمونیا مسہل صفرا۔ ہے کہ اسہال کے ذریعہ رگوں سے صفراء کو کھینچ لیتا ہے تو سقمونیا کی یہ تاثیر بالخاصہ ہے — مگر

مقناطیس اور سقمونیا کی یہ تاثیریں صرف تجربے سے معلوم ہوئی ہیں۔ تجربہ کے علاوہ کچھ چیزوں کی خاصیت و تاثیر الہام سے اور کچھ کی وحیٔ الٰہی سے بھی معلوم ہوئی ہیں۔

جو خداوند تعالیٰ کی طرف سے خاص خاص بندوں کو بذریعہ الہام یا بذریعہ وحی بتلادی جاتی ہے۔ مثلاً سودی کاروبار کی خاصیت یہ ہے کہ سودی کاروبار میں خیر نہیں ہوگی۔ اس کی برکات اور مال کے حقیقی.... فائدوں سے محرومی۔ لیکن یہ سودی کاروبار میں بے برکتی کی خاصیت ہم کو بذریعہ وحی الٰہی بتلائی گئی ہے۔

یا حلال جانوروں کا روح اور جسم کے لیے مفید ہونا اور حرام جانوروں کا روح یا جسم کے لیے مضر ہونے کی تفصیل بذریعہ الہام ربانی اور وحی رحمانی ہم کو بتلائی گئی ہے ــــ جو اپنی جگہ قطعی درست اور صحیح ہے اور تجربہ کے بعد یہ خاصیتیں مشاہدہ میں بھی آچکی ہیں۔

دوا کی مانند اعمال کی تاثیر: ـــــــــــــــ

دواؤں کی طرح اعمال و افعال کی تاثیر بھی دو ہی طرح کی ہیں۔

(۱) یعنی بعض اعمال اور اُن کی تاثیریں تو مناسبت کھلی ہوئی موجود ہے مثلاً نفس کی خواہشوں کا پورا کرنا اور دنیوی لذتوں کے پیچھے پڑ جانا مُضر اور نقصان دہ ہے۔ کیوں کہ مرتے وقت دنیا سے جب روانگی ہوگی اور ظاہر ہے کہ ایک نہ ایک دن یہ ضرور ہونا ہے اور اُس وقت یقیناً اِن

لذتوں کو چھوڑتے ہوئے حسرت ہو گی اور جب کچھ بس نہ چلے گا اور بن نہ پڑے گا حسرت بھری نگاہوں سے اپنی کوٹھی بنگلہ جائداد، مال مویشی اور کاروبار کو دیکھتا ہوا اور یہ کہتا ہوا دنیا سے رخصت ہو جائے گا۔ کاش مجھے دنیا میں قرار ہوتا۔ کاش مجھے عمر عزیز ہزار سالہ ملتی یَوَدُّ اَحَدُهُمْ لَوْ يُعَمَّرُ اَلْفَ سَنَةٍ ۚ وَمَا هُوَ بِمُزَحْزِحِهٖ مِنَ الْعَذَابِ اَنْ يُّعَمَّرَ پس دنیاوی لذتوں میں پڑنے اور اُن کے نقصان دہ نتائج میں کھلی ہوئی مناسبت ہے۔

تاثیر ذکرِ الٰہی:۔۔۔۔۔۔۔۔

ذکرِ الٰہی فائدہ مند ہے کیونکہ ذکر کے سبب حق تعالےٰ کی معرفت حاصل ہو گی اور معرفتِ الٰہی کی بدولت محبتِ خداوندی کا ثمرہ اور نتیجہ یہ ہو گا کہ آخرت کی پائیدار لذتوں کے شوق میں دنیا سے جاتے وقت کچھ بھی حسرت نہ ہو گی بلکہ اپنے محبوب اللہ جل جلالہٗ وعم نوالہٗ سے ملنے کے شوق میں ہنسی خوشی اس دنیا سے رخصت ہو گا ؎

نذر کردم کہ گر آید بسر ایں غم روزے
تا درِ مے کدہ شاداں و غزل خواں بروم

اور کہے گا ؎

وقت آں آمد کہ من عریاں شوم
جسم بگذارم سراسر جاں شوم

لہٰذا ذکرِ الٰہی۔ اُس کے ثمرات و اثر میں بھی مناسبت ظاہر ہے۔

اعمال کی دُوسری قسم:

جن کی تاثیر خاصیت کے ساتھ اور بالخاصہ ہوا کرتی ہے۔ جو وحی اور نورِ نبوت کے علاوہ کسی طرح بھی معلوم نہیں ہو سکتی۔ اور اکثر اعمالِ شریعت چونکہ اس قسم میں داخل ہیں، لہٰذا جب تم یہ دیکھو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو مُباح کاموں میں سے باوجود دونوں پر قدرت ہونے کے ایک کو ترجیح دی ہے۔ مثلاً استنجا دائیں ہاتھ سے بھی کر سکتے تھے مگر بائیں ہاتھ کو خاص کر اس کام میں لگایا اور دائیں ہاتھ کو اس کام سے علیحدہ رکھا۔ تو یہ علامت ہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس کی خاصیت معلوم فرما کر ہی ایسا کیا ہے اور ضرور اُس میں کوئی خاص نفع ہے جس کو ہر شخص نہیں سمجھ سکتا۔

تعجب کی بات:

تعجب تو اُس شخص پر ہے جو محمد بن زکریا رازی "حکیم" کی بتلائی ہوئی خاصیتوں کو تو بلا چون وچرا تسلیم کر لیتا ہے اور اس "حکیم" نے پتھروں، اور بوٹیوں کی جو خاصیتیں اپنے تجربے سے بیان کی ہیں اُن کو تو بے سوچے سمجھے صحیح مان لیتا ہے مگر سید البشر حضرت محمد بن عبد اللہ علیہ افضل الصلوٰۃ والسلام نے نورِ نبوت اور وحیِ ربانی سے اعمال

افعال کی جو خاصیتیں بیان فرمائیں اُن کو تسلیم نہیں کرتا اور خلافِ عقل بتلاتا ہے۔ ع

بریں عقل و دانش بباید گریست

یقین جانو کہ حضرت طبیبِ روحانی و طبیبِ نورانی صلی اللہ علیہ وسلم جو کچھ بھی کریں یا تم سے کرائیں ضرور بالضرور اُس میں کوئی نہ کوئی فائدہ اور تمہارا نفع ہوگا اگرچہ اس کے فوائد و منافع اور مصالح کا تمہاری عقلیں ادراک اور تمہارے اذہان شعور نہ کرسکیں۔

اتباعِ سُنت کی تاکید

جو کام کرو سنت کے موافق کرو

انسان کو جانوروں کی طرح آزاد اور بے کار پیدا نہیں کیا گیا، بلکہ اس کو اشرف المخلوق اور شریعت کا پابند بنایا گیا ہے۔ اس لیے ہم کو مناسب ہے کہ جو کام بھی کریں پہلے یہ دیکھ لیں کہ ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کا اس کام میں طریقہ کیا تھا اور پھر اُس کام کو سنت کے موافق بنائیں تاکہ نفس حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا محکوم اور آپؐ کی سنت کا مطیع بنا رہے اور تم فرشتہ خصلت بن جاؤ۔ اس کو اس طرح سمجھو کہ بندگی یعنی بندہ ہونے کا مطلب اپنی رائے اور اپنے خیال کو مالک کے خیال اور رائے کے سامنے قربان کر دینا اور اپنی بے چارگی اور بے نفسی پہ دھیان جمانا ہے۔ اس لیے بندہ کو چاہیے کہ جو بھی حرکت کرے وہ اتباعِ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نیت اور پیغمبر کے حکم کے ماتحت کرے۔ تاکہ بندگی کے آثار اُس سے ہر وقت ظاہر ہوتے رہیں اور ہر وقت ریاضت واطاعت کا اجر ملتا رہے۔

ہمارے حضرت مولانا عبد الغفور العباسی المدنی سلمہ اللہ تعالیٰ فرمایا کرتے ہیں "سب سے بڑا مجاہدہ اور ریاضت یہ ہے کہ بندہ اپنی رائے اور خواہش کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رائے اور خواہش کے تابع کر دے اور اس کی نقل وحرکت حضورؐ والی نقل وحرکت بن جائے" فرمایا کرتے ہیں "یہ کتنی بڑی ریاضت اور کتنا بڑا مجاہدہ ہے کہ اس نے اپنی رائے اور خواہش کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں کے سامنے فنا کر کے رکھ دیا"۔

والذی نفس محمد بیدہ لا یؤمن احدکم حتی یکون ھواہ تبعا لما جئت بہ	قسم ہے اُس ذات کی جس کے قبضہ میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جان ہے تم میں کا کوئی بھی مومن نہیں ہوگا جب تک کہ اُس کی خواہشات اور نفس کے تقاضے میرے لائے ہوئے طریقے کے تابع نہ ہو جائیں۔

یعنی اپنی ماری ہانکی نہ چلائے بلکہ حضور پُرنور سیّد الوجود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سنتوں کا خود کو محکوم اور تابع بنائے۔

الغرض ——— پابندی وہ چیز ہے کہ اگر بالفرض کوئی

شخص اپنی زمامِ اختیار کسی جانور کے
ہاتھ میں بھی دیدے تب بھی یہ شخص اُس
سے بدرجہا بہتر ہوگا جو سرتاپا اپنی خواہش کے
آزاد ہوکر چلتا ہے۔

کفرِ خفی یا حماقتِ جلی

جن عملوں کا عبادات سے تعلق ہے اور اُن کا اثر و ثواب بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمادیا ہو اُس کا عمداً چھوڑ دینا کفرِ خفی ہے۔ یا حماقتِ جلی یعنی کھلی ہوئی حماقت اور پاگل پن ہے۔

مثلاً آپؐ نے بیان فرمایا " باجماعت نماز پڑھنا بہ نسبت تنہا نماز پڑھنے کے ۲۷ درجہ فضیلت رکھتا ہے"۔ یعنی تنہا نماز پڑھنے کے مقابلے میں جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے میں ۲۷ نمازوں کا ثواب ملتا ہے۔ اس حدیث کے سُن لینے کے بعد بھی اگر کوئی شخص بغیر عذر کے جماعت کی نماز ترک کردے تو اُس کا سبب اس کی کھلی ہوئی حماقت اور بے وقوفی کے سوا کیا ہے۔ کیا اگر کوئی شخص دو پیسے چھوڑ کر ایک پیسہ لیلے تو تُو اس کو احمق نہیں سمجھتا؟ پھر خود ستائیس کو چھوڑ کر ایک پر اکتفا کرتا ہے یہ بے وقوفی اور پاگل پن نہیں تو اور کیا ہے؟

یا نعوذ باللہ تیرا یہ خیال ہے کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان محض انتظامی مصلحت کی بنا پر ہے تاکہ لوگ اس رغبت کے ساتھ ایک

جگہ جمع ہو جایا کریں۔

نہیں حاشا کلا نہیں۔ کیونکہ ستائیس کے عدد اور با جماعت نماز پڑھنے میں تو کوئی مناسبت ہی نہیں معلوم ہوتی۔ پس خدانخواستہ اگر تمہارا یہ خیال ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خواہ مخواہ ہی یہ فرما دیا تو یہ کفر ہے۔ اور کفر بھی ایسا خفی کہ اس کی خبر خود تجھ کو بھی نہیں ہے۔

افسوس، صد افسوس ـــــ لوگوں کا یہ حال ہو گیا ہے کہ اگر کوئی حکیم ڈاکٹر۔ نجومی۔ رمل اور ٹونے کرنے والا تم کو کوئی بات بتلائے تو اُس کو فوراً تسلیم کر لیتے ہو۔ لیکن سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرامین میں وجوہات و مناسبت ڈھونڈتے ہو۔ بھلا اگر کوئی نجومی اپنے معتقد کے سامنے یہ کہے کہ ۲۷ دن گذرنے پر تم کو ایک بڑی بھاری مصیبت کا سامنا ہوگا، کیونکہ تمہارے ستارے اور زحل ستارے میں ۲۷ درجہ کا بُعد ہے اور ہر روز ایک درجہ گھٹے گا اور کم ہوگا۔ اس لیے اگر اپنا بھلا چاہتے ہو تو گھر میں بیٹھے رہو اور باہر نہ نکلو۔ اس کو سُن کر بلا تامل اور بغیر کسی شک و شبہ کے تم گھر کے پیوند بن جاؤ گے اور سب کاروبار چھوڑ کر بیٹھ رہو گے اور اگر کوئی سمجھائے بھی کہ میاں! ایک درجہ اور ایک دن کو بھلا کیا مناسبت ہے اور مصیبت سے زحل ستارے کا کیا واسطہ ہے؟ نیز باہر نہ نکلنے اور مصیبت کے ٹلنے میں کیا علاقہ اور کیا مناسبت ہے؟ بلکہ یہ سب فضول اور واہیات باتیں اور نجومیوں کے ڈھکوسلے ہیں تم بالکل کوئی وہم نہ کرو۔ یہ سُن کر تم اپنے اس خیر خواہ کی نصیحتوں پر کان

نہیں دھرتے بلکہ اُلٹا اس کو بے وقوف اور احمق بناتے ہو اور کہدیتے ہو کہ یہ شخص تو علمِ نجوم کا منکر ہے۔

پھر افسوس ہے اُن لوگوں پر جو سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تعلیم فرمودہ اِن اعمال سے منکر اور بداعتقاد بنے جاتے ہیں تم ہی بتلاؤ کیا یہ کفر اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا انکار نہیں ہے؟

حالانکہ ان عبادات کا مؤثر ہونا تجربہ اور مشاہدہ سے بھی معلوم ہو چکا ہے۔ اور یہ کوئی ضروری نہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دی ہوئی خبروں کی مناسبت اور مصلحت سب ہی کو معلوم ہو جایا کریں۔

سوال ——— میں تم سے پوچھتا ہوں کہ اگر طبیب کوئی دوا تم کو استعمال کرنے کی ہدایت کرے اور اس کی خاصیت تم سے بیان نہ کرے یا نجومی کسی آیندہ واقعہ پر کوئی فیصلہ کر کے تم کو بتلائے اور اُس کی مناسبت تم کو نہ بتلائے تو کیا تم اس کی بات اور مشورہ کو تسلیم نہیں کر لیتے؟

مگر کس قدر افسوس کی بات ہے کہ سیدنا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کوئی روحانی علاج تم کو بتلائیں مگر اُس کی مناسبت اور خاصیت تمہارے سامنے ظاہر نہ فرمائیں تو اس کو بے چون وچرا تسلیم نہیں کرتے۔

نبی اور طبیب میں فرق کی وجہ ———

آخر اس کی وجہ کیا ہے کہ ڈاکٹر اور نجومی کی ہدایت اور مشورہ تو بلاچون وچرا تسلیم کر لیا جاتا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی فرمودہ ہدایت اور مشورے میں لِمَ و تلاش کی جاتی ہے اور وجوہات اور حکمتیں پوچھی جاتی ہیں۔ اس کی وجہ اس کے سوائے اور کیا ہو سکتی ہے کہ نجومی اور طبیب موجودہ زندگی کے متعلق علاج اور اس کی تدابیر بتلاتے ہیں اور تم کو اِس زندگی کے ساتھ محبت اور شدید تعلق ہے۔ لہٰذا آنے والی مصیبت یا مرض کی فکر میں طبیب اور نجومی کی بتلائی ہوئی تدابیر کی وجوہات اور مناسبت پوچھنے کا خیال تک نہیں کرتے بلکہ دس دس برس بعد آنے والی مصیبت کا آج ہی سے فکر و انتظام شروع کر دیتے ہو۔ حالانکہ وہ محض موہوم اور ایسے لوگوں کی بتائی ہوئی باتیں ہیں جن کا ہزاروں دفعہ جھوٹ تم خود ہی آزما چکے ہو اور جو ٹکے ٹکے پر ایسی باتیں بناتے اور در بدر مارے مارے پھرتے ہیں۔

مگر سیدنا رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم چونکہ روحانی طبیب ہیں، اس لیے قلب اور روحانی امراض کے علاج اور دائمی صحت کی جو تدابیر تم کو بتلاتے ہیں نہ اُن کی تم کو پروا ہے نہ اُن کے مشورہ اور ہدایت کی تم کو قدر ہے۔

کیوں کہ "آخرت" کی زندگی کا جیسا یقین ہونا چاہیے ویسا تم کو یقین و اذعان حاصل نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ تم حضورِ رسالت مآب علیہ الف الف الصلوٰۃ والسلام کے احکام۔ فرامین۔ ارشاداتِ عالیہ میں مناسبتیں

ڈھونڈتے ہو اور ملیں پوچھتے ہو ـــ مگر ڈاکٹر سے نہیں پوچھتے۔ خدا تعالیٰ ہم کو ایسی غفلتوں سے بچائے جس کی وجہ سے اپنی عبادتوں میں اور عادتوں میں ہم سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سُنتوں کا اتباع نہ ہو سکے۔ حالانکہ مسلمان کی شان یہ ہے کہ جس امر میں بھی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی حکم معلوم ہو جائے تو بے حیل و حجت اُس میں آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع کیا جائے اور بے چون و چرا اُس کو تسلیم کر کے عمل کرنے لگے۔

المختصر ـــــــ طبیب روحانی سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو کچھ بھی ارشاد فرمائیں اُس میں مصلحتیں اور مناسبتیں نہ ٹٹولو بلکہ بے چون و چرا مان لو۔ کیونکہ ان امور میں بے شمار اسرار و رموز اور بے حد حکمتیں بھری ہوئی ہیں جو ہر شخص کی سمجھ میں نہیں آسکتیں۔ ہاں جس کے سینے کو اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے کھول دیں۔ ومن یرد اللہ بہ خیراً یفقہ فی الدین (الحدیث)

آزمودم عقلِ دور اندیش را
بعد ازاں دیوانہ سازم خویش را

(افکار امام غزالیؒ)

بدعت

بدعت یعنی خلافِ سُنت کاموں کے کرنے سے بچتے رہو (جن کی شریعت میں کوئی اصل وسند نہ ہو اُن کاموں کو بدعت کہتے ہیں سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص ہمارے اس دین میں نئی باتیں (نئے طریقے نئی رسمیں) ایجاد کرے وہ مردود ہے۔

معلوم ہوا کہ بدعت کے کام کرنے والا بارگاہِ نبوت میں مردود ہے جب بارگاہِ نبوت میں مردود ہے تو بدعتی بارگاہِ الٰہی میں بھی مردود ہوا حاصل یہ نکلا کہ کوئی بدعتی خدا کا ولی اور اللہ کا مقرب نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ اپنی بدعات کو چھوڑ کر اللہ تعالیٰ کے قرب کو سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کے ذریعے نہ ڈھونڈے۔ اللہ کی راہ میں نفس اور نفسانی خواہشات کے ساتھ نہ چلو۔ جو شخص نفسانیت کو لے کر اس راہ (شریعت ہو یا طریقت) میں چلتا ہے وہ پہلے ہی قدم میں کھویا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے تقویٰ کے ساتھ اور مخلوق سے سچائی اور حسنِ خُلق کے ساتھ اور اپنے نفس سے مخالفت کے ساتھ معاملہ کرو شریعت کی حدود سے آگے نہ بڑھو۔ اللہ سے جب کوئی عہد کرلو اُسکو پورا کرو۔ جو کچھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تم کو حکم دیا ہے یعنی اُن کی سنتوں کو مضبوط پکڑ لو۔ اور جس سے منع فرمادیا ہو اُس سے باز آجاؤ۔ جھوٹ سے بچو نہ خدا پر جھوٹ لگاؤ نہ مخلوق پر۔ اپنی بڑائی کا دعویٰ کرنا خدا پر اور مخلوق پر جھوٹ لگانا ہے۔

مقامِ نبوّت و ولایت

عالمِ نبوت بہت بڑا عالم ہے جو تمام جہانوں کو جامع اور گھیرے ہوئے ہے۔ انبیاء علیہم السلام ہی زمین میں درحقیقت اللہ تعالےٰ کے خلیفہ ہیں ان کی ہمتیں آسمانی ہیں قلوب عرشی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے اسرار ان پر منکشف ہوئے ہیں۔ اغیار (غیر اللہ) سے وہ بالکل الگ ہیں۔ مخلوق کو اللہ کی طرف کھینچنے والے ہیں۔ انبیاء علیہم السلام کے ابتدائی درجات اور صدیقین کے انتہائی درجات کے درمیان تین لاکھ اٹھ ہزار درجے ہیں۔ صدیقین کے لیے انبیاء کے درجات میں سے کسی درجہ پر.... پہونچنے کا کوئی راستہ نہیں۔ اور انبیاء علیہم السلام کے مراتب اور سید المخلوقین سرورِ دوعالم سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے درجے اور مرتبے کے درمیان بہت سے درجات و مراتب ہیں۔ آپؐ کے درجۂ محبوبیت ہی میں اس قدر درجات اور مقامات ہیں جن کی حد اور شمار نہیں ہو سکتی۔ کوئی آن نہیں گذرتی جس میں ہمارے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مرتبہ بلند نہ ہوتا ہو۔ ہر وقت آپؐ کو ایک خاص مقام ملتا ہے جس میں پہلے سے زیادہ اللہ تعالےٰ کا قرب حاصل ہوتا ہے۔ اس مقام کو اسرارِ باطنیہ احاطہ نہیں کر سکتے۔ نہ کسی کا وہم و فکر وہاں تک پہونچ سکے۔ یہ سب کچھ اس لیے ہے تاکہ آپؐ پر نعمت کو تمام کر دیا جائے۔ اور

شرفِ محبت کو کامل کر دیا جائے اور اس کے لیے ہر آن اور ہر لمحہ ترقی کی ضرورت ہے۔ کیونکہ بارگاہِ قربِ الٰہی غیر متناہی بارگاہ ہے ؎

اے برادر بے نہایت در گہیست
ہر چہ بروے میرسی بروے مئیست

اسی لیے اللہ تعالیٰ نے ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا ہے :۔ وَقُل رَّبِّ زِدْنِي عِلْمًا اپنے علم و معرفت کی ترقی کی دعا کرتے رہیے۔

مراتبِ ولایت

صدیقین کے ابتدائی درجات اور اولیاء مقربین کے انتہائی درجات کے درمیان ایک ہزار ایک سو باون ۱۱۵۲ درجے ہیں جن کا راستہ تو اولیاء مقربین کے لیے کھلا ہوا ہے مگر وہ ان کے انتہائی درجات تک کبھی نہیں پہونچ سکتے۔ یعنی اولیاء مقربین، صدیقین کے مقامات کی سیر تو کر سکتے ہیں مگر اُن مقامات میں ٹھیر نہیں سکتے۔

مقامِ قطبیت

قطبیتِ جامعہ کے اٹھاسی ہزار سولہ ۸۸۰۱۶ درجے ہیں۔ ہر درجہ کسی عالم کے ساتھ تعلق رکھتا ہے۔ اولیاء زمانہ کے تمام درجے، قطبِ

جامع (کامل) کے مرتبہ کے سامنے گویا زمین پر ٹھیرے ہوئے ہیں اور اس کا درجہ آسمانوں کے دروازوں میں چڑھا چلا جاتا ہے۔ اولیاء کے درجات اور امامت کے ان صلحاء کے درجات میں جن کا شمار اولیاء میں نہیں ہے ایسا فاصلہ ہے جیسا زمین و آسمان میں۔ صلحاء کے مراتب اور عام امتِ محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کے درجات کے درمیان ۲ دو درجے ہیں۔ ایک توبہ دوسرے نیک عمل۔ ان دونوں کو اختیار کر کے عام مسلمان صلحاء کے درجہ میں داخل ہو سکتے ہیں۔ پھر عمل میں اخلاص اور احسان کا درجۂ کاملہ حاصل کر کے اولیاء کے درجے پر پہونچ جاتے ہیں پھر عبدیت و اتباعِ سنت میں کمال حاصل کر کے اولیاء مقربین بن جاتے ہیں۔

خلاصہ یہ کہ صلحاء کمالِ عبدیت و اتباعِ سنت میں کمال حاصل کر کے ہی ولایتِ مقربین کے مقام کو حاصل کر سکتے ہیں۔

مقامِ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم :

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں :-

اَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ ۝ وَوَضَعْنَا عَنْكَ وِزْرَكَ ۝

کیا ہم نے آپ کی خاطر آپ کا سینہ کشادہ نہیں کر دیا اور ہم نے آپ سے آپ کا وہ بوجھ اتار دیا۔

سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے شرح صدر کا مطلب دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا وہ ایک نور ہے جو اللہ تعالیٰ دل میں

ڈال دیتے ہیں۔ عرض کیا گیا یا رسول اللہ! اُس نور کی علامت کیا ہے؟ فرمایا دھوکہ کے گھر (دنیا) سے دُور ہو جانا اور دائمی گھر (آخرت) کی طرف متوجہ ہونا اور موت کے آنے سے پہلے موت کے لیے تیاری کرنا۔ اُسی نورانی شرح صدر سے دلوں کے دروازے کھلتے ہیں اور رحمت (نبوت) بھی اللہ سبحانہ کے دروازوں میں سے ایک دروازہ ہے جس کے دل پر چاہتے ہیں اس کو کھول دیتے ہیں۔

مَا يَفْتَحِ اللّٰهُ لِلنَّاسِ مِنْ رَّحْمَةٍ فَلَا مُمْسِكَ لَهَا	اللہ تعالٰے جس رحمت کو لوگوں کے لیے کھول دے اُس کو روکنے والا کوئی نہیں۔

اور سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو مجسم رحمت ہیں۔

وَمَا اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ۝	اور ہم نے تو آپ کو تمام جہان والوں کے لیے سراپا رحمت ہی بنا کر بھیجا ہے

پس جس طرح آسمان کے دروازے بارانِ رحمت سے کھل جاتے ہیں اسی طرح وحی کے دروازے ہمارے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے کھل گئے۔ جو تمام جہان والوں کے لیے سراپا رحمت اور پرہیزگاروں کے لیے بارگاہِ الٰہی میں داخل ہونے کے لیے دروازہ ہیں۔ اب سمجھو کہ قدرتِ الٰہی کا جو حصہ بھی کسی ظاہری مخلوق میں ظاہر ہوا ہے اُس کے پردے میں ظاہر کرنے والا دوسرا یعنی حق سُبحانہ وتعالیٰ ہے۔ تو جو شخص ظاہر سے آگے بڑھ کر پردہ والے تک پہونچ گیا اُس کے اوپر ملکوت کے

اسرار منکشف ہو جاتے ہیں اور یہ اُن لوگوں میں داخل ہو جاتا ہے جو پاکیزہ میدان میں سیر کرنے والے ہیں۔

اُولٰٓئِكَ هُمُ الْوٰرِثُوْنَ الَّذِيْنَ يَرِثُوْنَ الْفِرْدَوْسَ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ	یہی وہ لوگ ہیں جو جنت الفردوس کے وارث ہوں گے یہ اُس میں ہمیشہ رہیں گے۔

چراغِ وجود سرتاج دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس جنت الفردوس کی وراثت کی طرف مخلوق کو دعوت دی ہے۔ ہمارے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہ عجیب اسرار اور نادر باتیں فصیح زبان عمدہ استعارے ٹھیک ٹھیک مثالیں، مناسب اشارے، باریک راز، واضح کشف، کامل احکام، وسیع سیاسیات، جامع آداب اور پاکیزہ اخلاق لائے ہیں جو آپؐ کے سوا کوئی دوسرا نہیں لایا۔

اب جس کی آنکھیں کھلی ہوئی ہیں (یعنی اندھا نہیں ہے) وہ صورتِ محمدیہ کے باطن اور روحانی جمالِ اقدس پر نظر کرتا ہے اور آپؐ کے روحانی انوار کو ناسوتی جسمانی آفاق کے تمام جوانب پر خاص عزت و وقار اور ہیبت و سکون اور تبسم و شادمانی کے ساتھ پھیلا ہوا دیکھتا ہے اور ان تمام ظاہری و باطنی صفات کو آپؐ کی ذاتی صفات نہیں سمجھتا بلکہ ان صفات کے عطا کرنے والے خدا کی طرف سے قائم سمجھتا ہے۔

تاکہ اُن لوگوں کے درجے سے نکل کر آگے بڑھ جائے جو ظاہر پر ٹھیر کر

پیدا کرنے والے خدا تعالیٰ سے محجوب اور دور رہ گئے ہیں۔ یہ شخص سمجھتا ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ظاہر و باطن اور تمام حرکات و سکنات میں محض ظاہری انتظام کرنے والے ہیں۔ آپ کے اندر اپنی کوئی طاقت نہیں بلکہ آپ تو سراسر اُس ذات میں مٹے ہوئے ہیں جس نے دینی و دنیاوی انتظامات کے لیے آپ کو قائم کیا ہے کیا تم نہیں دیکھتے کہ اللہ تعالیٰ کس طرح صاف صاف حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے فرماتے ہیں:۔

وَمَا رَمَيْتَ إِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى

اور جب آپ نے (جنگِ بدر میں) ایک مٹھی بھر کنکریاں پھینکی تھیں تو وہ آپ نے نہیں پھینکی تھیں بلکہ اللہ نے پھینکی تھیں۔

سوچو۔۔۔! کہ اللہ تعالیٰ نے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک فعل میں اس کام سے آپ کو کیوں کر الگ رکھا ہے۔ یہ بھی فرماتے ہیں کہ آپ نے پھینکا اور ساتھ ہی یہ بھی فرماتے ہیں کہ آپ نے نہیں پھینکا بلکہ اللہ نے پھینکا۔

مطلب ظاہر ہے کہ لوگوں کی نظروں میں تو آپ کا فعل تھا، مگر حقیقت میں اس کا فاعل (کرنے والا) حق تعالیٰ سُبحانہٗ تھا۔ اور اس بات کے بتلانے کی اس لیے ضرورت تھی تاکہ کسی کو آپ کے جسمِ مبارک ناسوتی پر جو خدا کا تابع ہے اور ظاہری شکل و صورت پر

جو خدا کی بنائی ہوئی ہے ـــــ ذاتی قدرت وطاقت کا گمان نہ ہو جائے اور کوئی آپؐ ہی کو صاحبِ تصرف نہ سمجھنے لگے۔ حالانکہ آپؐ صرف منتظم اور ظاہری مدبر ہیں۔ پس اگر کوئی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس نظر سے دیکھے کہ اللہ تعالےٰ آپؐ سے کام لے رہے ہیں آپؐ خود تصرف نہیں کرتے اور اس بات کی حقیقت سمجھ لے کہ ظاہر ہونے والی کیا چیز ہے ؟ ظاہر کرنے والا کون ہے ؟ پھر ہر ایک کو اُس کے درجے پر رکھے تو حق کھلم کھلا بدون کسی شبہ اور تاویل کے اس پر واضح ہو جائے گا اور مکرر بات کو صحیح سے الگ ممتاز پائے گا یہ شخص اللہ کی ہدایت سے سرفراز ہوگا آدمیوں کی ہدایت سے نہیں اور اُن لوگوں میں سے ہوگا جو تقدیر کے راز پر مطلع ہو چکے اور سُنی سنائی باتیں ماننے سے جن میں دھوکہ کا احتمال ہے علیحدہ ہو چکے ہیں کہ سُنی سُنائی باتوں پر جمنا اور مشاہدہ سے آنکھیں بند کر لینا غلطی ہے۔

قُلْ اَوَلَوْ جِئْتُكُمْ بِاَهْدٰى مِمَّا وَجَدْتُّمْ عَلَيْهِ اٰبَآءَكُمْ	کہا کیا اگر میں اس بات سے جس پر تم نے اپنے باپ دادا کو پایا زیادہ سیدھا راستہ بتلاؤں کیا پھر بھی تم اسی پر رہو گے۔

اس آیت میں بتلایا گیا کہ مشاہدہ کے ہوتے ہوئے سُنی سُنائی بات پر اعتماد نہ کرنا چاہیے۔

آپ کا قلبِ مبارک کتاب ہے:

جنابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قلبِ مبارک کتاب ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک اسی طرح لکھ دیا جس طرح لکھنے والا تختی یا کتاب میں حروف والفاظ لکھا کرتا ہے صرف اتنا فرق ہے کہ ظاہر میں تختی پر قلم سے لکھا جاتا ہے اور قرآن کریم سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دل کی لوح پر جبریل علیہ السلام کے ذریعے سے جمایا گیا۔ یہاں جبریلؑ بمنزلہ قلم کے تھے اور جو کچھ لکھا گیا وہ قدیم اور خدا تعالیٰ کا کلام ازلی ہے۔ لیکن قلم اور تختی یعنی جس نے ظاہر میں لکھا اور جس جگہ لکھا گیا وہ دونوں مخلوق ہیں کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دل بھی مخلوق ہے اور جبریل علیہ السلام بھی مخلوق ہیں اور جو کچھ جبرئیلؑ کے واسطہ سے اللہ تعالےٰ نے لکھا وہ قدیم ہے یعنی غیر مخلوق ہے پس خوب سمجھ لو کہ قرآن پاک قدیم ہے اور یہی اللہ کا علم ہے۔

تعظیم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم:

اپنے نبیؐ کی شان کو بہت بڑا سمجھو۔ آپؐ کی ذاتِ مقدس واسطہ ہے مخلوق اور خالق کے درمیان۔ آپؐ نے ہی خالق و مخلوق کا فرق بتایا۔ سمجھو کہ آپؐ اللہ کے بندہ ہیں۔ اللہ کے محبوب ہیں۔ اللہ کے رسول ہیں۔ مخلوقِ الٰہی میں سب سے زیادہ کامل ہیں۔ اللہ کے پیغمبروں میں

سب سے افضل ہیں۔ اللہ کی طرف راستہ بتلانے والے۔ اللہ کی طرف سب کو بُلانے والے ہیں۔ اللہ کی خبریں سُنانے والے اور اللہ کی باتیں معلوم کرنے والے ہیں۔ آپؐ ہی سب کے لیے بارگاہِ رحمانی کا... دروازہ اور دربار صمدیت میں سب کا وسیلہ ہیں۔

جو آپؐ سے مل گیا وہ اللہ سے مل گیا۔ جو آپؐ سے ٹوٹ گیا وہ اللہ سے ٹوٹ گیا۔ آپؐ کا ارشاد ہے "کوئی شخص اُس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ اُس کی خواہش اُس شریعت کے تابع نہ ہو جائے جس کو میں لے کر آیا ہوں"

اور خوب سمجھ لو کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت وفات کے بعد بھی اسی طرح باقی ہے جس طرح آپؐ کی حیات میں تھی اور قیامت تک باقی رہے گی یہاں تک کہ اللہ تعالےٰ اس زمین کا وارث ہو جائے۔ تمام مخلوق قیامت تک آپؐ ہی کی شریعت کی مکلف ہے جس نے تمام شریعتوں کو منسوخ کر دیا اور آپؐ کا معجزہ یعنی قرآن پاک بھی ہمیشہ باقی رہنے والا ہے۔

صحیح احادیث کا انکار کلام اللہ کا انکار ہے:

جس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی حدیثوں کو رد کیا یہ ایسا ہی ہے جیسا کسی نے کلام اللہ کو رد کیا۔ ہم اللہ پر ایمان لائے اور کتاب اللہ پر اور اُن تمام باتوں پر، جو ہمارے پیغمبر حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وسلم لائے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :۔

وَمَنْ يَّتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ وَسَآءَتْ مَصِيْرًا ۝

اور جو شخص رسول اللہ کی مخالفت کرے بعد اس کے کہ اُس پر ہدایت واضح ہو چکی اور مسلمانوں کا راستہ چھوڑ کر دوسرا راستہ اختیار کرے ہم اُس کو اُسی کی حالت پر چھوڑ دیں گے اور جہنم میں داخل کریں گے اور وہ بُری جگہ ہے۔

صحابہؓ کے مراتب

صحابہؓ میں سب سے افضل سیدنا ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ ہیں پھر سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ پھر حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ پھر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ۔

صحابہؓ کے درمیان جو اختلافات و نزاعات ہوئے ہیں اُن کے تذکرہ سے زبان کو روک لینا واجب ہے۔ اس کی بجائے اُن حضرات کے محاسن و کمالات دخوبیاں بیان کرنا چاہییں۔ اُن سے محبت رکھنا چاہیے اُنکی تعریف کرنا چاہیے۔ صحابہ کرامؓ سے محبت رکھو۔ اُن کے ذکر تذکرہ سے برکت حاصل کیا کرو اور اُن جیسے اخلاق حاصل کرنے کی کوشش کرو۔

سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہؓ سے ارشاد فرمایا تھا کہ میں تم کو اللہ سے ڈرنے اور امام کی اطاعت اور اس کی بات سننے کی وصیت کرتا ہوں۔ اگرچہ ایک غلام حبشی ہی تم پر حکومت کرنے لگے کیونکہ جو میرے بعد زندہ رہے گا وہ بہت کچھ اختلاف دیکھے گا۔ تم میری سنت اور خلفاء راشدین اصحاب ہدایت کی سنت کو مضبوطی کے ساتھ دانتوں سے پکڑے رہنا اور نئی نئی باتوں (بدعتوں) سے بچتے رہنا کیونکہ ہر بدعت (نئی بات) گمراہی ہے۔

فرقہ بندی نہ کرو

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :-

اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰہِ الْاِسْلَامُ ط — اللہ کے نزدیک دین ایک ہی ہے اور وہ اسلام ہے۔

اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کے مصداق نہ بنو :-

یُرِیْدُوْنَ اَنْ یُّطْفِئُوْا نُوْرَ اللّٰہِ بِاَفْوَاہِھِمْ — وہ اللہ کے نور کو اپنے منہ سے بجھانا چاہتے ہیں۔

تم اللہ کے دین کو ٹکڑے ٹکڑے نہ کرو۔ تم کو چاہیے کہ تم سب مل کر اسلام کے خادم بنو۔ دین رسول اللہ کی خدمت کرو۔ تم میں جو عالم ہو وہ جاہل کو نرمی کے ساتھ نصیحت کرے۔ جو کامل ہے وہ ناقص کو کمال کی طرف کھینچے۔ تم کو چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد پر عمل کرو :-

تَعَاوَنُوْا عَلَی الْبِرِّ وَالتَّقْوٰی — ایک دوسرے کی مدد کرو نیکی اور پرہیزگاری پر۔

مگر سختی کے ساتھ نہیں۔ دھوکہ کے ساتھ نہیں۔ ظلم اور تکبر و بڑائی کے ساتھ نہیں بلکہ نرمی۔ خیرخواہی اور شفقت کے ساتھ نصیحت کرو۔ تدبیر و حکمت کے ساتھ راستے پر لاؤ ——— اس کا مضائقہ نہیں کہ تم جس بات کا

حکم کرنا چاہو تو سید نا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان بن کر صاف صاف کہو۔ مگر صاف کہنے سے پہلے مخاطب کو سمجھا دو کیونکہ سمجھی ہوئی بات خود ایک مقناطیس ہے جو اپنی طرف کھینچنے والی ہے۔ ب م ۱۱۶

تم سب مسلمان ہو۔ یہ نام خدا کا دیا ہوا ہے۔ حضرت خلیل اللہ کا دیا ہوا ہے هُوَ سَمّٰىكُمُ الْمُسْلِمِيْنَ ـــــ اس نام کو چھوڑ کر دوسرے نام اپنے لیے تجویز نہ کرو کہ شیطان کو اسی سے تفرقہ اندازی کا موقعہ ملا ہے ؎

منفعت ایک ہے اس قوم کی نقصان بھی ایک
ایک ہے اس کا نبی دین بھی ایمان بھی ایک
حرمِ پاک بھی اللہ بھی قرآن بھی ایک
کچھ بڑی بات تھی ہوتے جو مسلمان بھی ایک
فرقہ بندی ہے کہیں اور کہیں ذاتیں ہیں
کیا زمانے میں پنپنے کی یہی باتیں ہیں

حاشیہ ب م ۱۱۶

حقیقتِ تصوّف

تصوف کے مینار کو بلند کرو۔ اور تصوف نام ہے "ترکِ اختیار" کا۔ یعنی صوفی وہ ہے جو اپنی تجویز و ارادہ کو رضائے حق میں فنا کر دے۔

(ا) عبودیت، غلامی کے راستے کو مضبوطی سے پکڑے رہو جس کی حقیقت ہے دنیا[۱] کو چھوڑ دینا۔ دعویٰ[۲] نہ کرنا۔ مشقت[۳] کو اللہ کی راہ میں برداشت کرنا۔ مولیٰ[۴] سے محبت کرنا۔

(ج) قرب کے راستے کو سنوارتے رہو۔ جس کی حقیقت اللہ کے سوا ہر چیز سے الگ ہو جانا ہے۔ یعنی ماسوی اللہ کو جس قدر ترک کرتے جاؤ گے اُسی قدر تم قربِ الٰہی کے راستے کو ہموار کرتے چلے جاؤ گے۔

تعلق حجاب است و بے حاصلی
چو پیوند ہا بگسلی واصلی

(ترجمہ) غیر اللہ کے ساتھ کا تعلق اللہ اور اس کے بندے کے درمیان حجاب ہے اور بے حاصل و بے نتیجہ ہے۔ جب بندھنوں اور تعلقات کی گرھوں کو توڑ دو گے تو اللہ تک پہونچو گے۔

تو در و گم شو وصال این ست و بس
گم شدن در او کمال این ست و بس

ترجمہ :- تم اُس کی ذات میں گم ہوجاؤ یہی تو وصال ہے۔ ذاتِ حق میں گم ہوجانے کا نام کمال ہے اور بس۔

(س) صدق سے پوری طرح آراستہ ہوجاؤ۔ جس کی حقیقت ظاہر و باطن کی باہمی موافقت ہے۔ یعنی ظاہر و باطن ایک ہوجائے اور ان دونوں میں تضاد و تباین نہ رہے۔

(ص) عافیت کی بڑی قدر کرو جس کی حقیقت یہ ہے کہ سانس بدون تکلیف کے آتا رہے۔ رزق بدون مشقت کے ملتا رہے اور عملِ صالح بدون ریا کے ہوتا رہے۔

(ط) استقامت کی حد پر ٹھیرے رہو جس کی حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ پر کسی چیز کو ترجیح نہ دے۔ حلال روزی تلاش کرتا رہ اور حلال روزی وہ ہے جس کے کھانے والے کو دنیا میں تاوان نہ دینا پڑے اور آخرت میں اس کی وجہ سے مواخذہ نہ ہو۔

(ع) طاعت کے راستے پر سیدھے جمے رہو۔ جس کی حقیقت یہ ہے کہ اپنے تمام اقوال و افعال و احوال میں اللہ کی رضا طلب کرتے رہو۔

(ف) صبر کے راستے کو مضبوطی کے ساتھ پکڑے رہو۔ جس کی حقیقت یہ ہے کہ دل کو اللہ تعالیٰ کے حکم پر جمائے رکھو۔ عزلت و خلوت گوشہ نشینی اور تنہائی کو پاکیزہ بناؤ۔ یعنی اہلِ دنیا سے دور رہو اور اُن سے کسی قسم کی طمع نہ رکھو۔ لوگوں سے میل جول اور ہر قسم کے دنیاوی تعلقات

توڑلو۔ یعنی دل اُن کے ساتھ مشغول نہ ہو اگرچہ بظاہر تم ان کے درمیان بیٹھے رہو ؎

از بروں شو آشنا و زدروں بے گانہ وش
ایں چنیں زیبا صفت کم می بود اندر جہاں

عزیز من! صوفی صافی (سچے صوفی) بنو۔ منافق صوفی نہ بنو کہ تباہ ہو جاؤ گے۔ تصوف غیر اللہ سے منہ پھیر لینے کا نام ہے اور اللہ کی ذات میں غور نہ کرنا۔ اللہ تعالیٰ کی ذاتِ عالی پر بھروسہ کرنا اور ہر حالت کی باگ تسلیم و رضا کے دروازے پر ڈال دینا اور دروازہ کرم کے کھلنے کا منتظر رہنا۔ اللہ کے فضل پر اعتماد کرنا۔ ہر وقت اللہ سے ڈرتے رہنا اور تمام حالات میں اللہ تعالیٰ سے نیک گمان رکھنا تصوف کی حقیقت ہے۔

صراطِ مستقیم

بزرگو! حقیقت کا راز ظاہر ہے۔ معرفت کا جھنڈا بلند ہے۔ اللہ تک پہونچنے کا دروازہ کھُلا ہوا ہے۔ مگر آپ کو ان نفیس چیزوں کے دیکھنے سے دنیا کی محبت اور موت سے غفلت نے روک رکھا ہے جو شخص یہ جانتا ہے کہ ایک دن ضرور مرے گا تعجب ہے وہ موت کو کیسے بھولتا ہے۔

جو شخص یہ جانتا ہے کہ ایک دن دنیا سے ضرور جدا ہونے والا ہے تعجب ہے وہ دنیا پر کیسے گرتا پڑتا ہے۔

جو شخص یہ جانتا ہے کہ ایک دن اللہ تعالیٰ کے پاس ضرور جانا ہے تعجب ہے وہ خدا سے کیوں کر ہٹتا اور دوسروں کی طرف کیسے متوجہ ہوتا ہے؟

خدا کی قسم! تمہاری یہ غفلت بڑی مصیبت ہے لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ۔ تم دل کھول کر جھوٹی باتیں بناتے ہو اور جہالت کے باغوں میں چرتے پھرتے ہو۔ رزق کے معاملے میں تو حیلہ اور تدبیریں کرتے ہو اور عذاب سے بالکل بے فکر ہو۔ شاید تم نے یہ آیت نہیں پڑھی

أَفَحَسِبْتُمْ أَنَّمَا خَلَقْنَاكُمْ عَبَثًا وَأَنَّكُمْ إِلَيْنَا لَا تُرْجَعُونَ ۝

کیا تم نے یہ سمجھ لیا ہے کہ ہم نے تم کو بے کار پیدا کیا ہے اور تم ہمارے پاس لوٹ کر نہ آؤ گے۔

یا شاید تم نے یہ آیت نہیں سُنی :-

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ ۝ مَا أُرِيدُ مِنْهُمْ مِنْ رِزْقٍ وَمَا أُرِيدُ أَنْ يُطْعِمُونِ ۝ إِنَّ اللّٰهَ هُوَ الرَّزَّاقُ

میں نے جنوں کو اور انسانوں کو صرف اس لیے پیدا کیا کہ میری عبادت کریں۔ نہ میں ان سے رزق مانگتا ہوں اور نہ یہ چاہتا ہوں کہ مجھے کھانا کھلائیں۔ بے شک روزی دینے والے تو اللہ ہیں۔

مگر پھر بھی روزی کے حاصل کرنے کی تدبیروں اور اس کے حیلے میں لگے ہوئے ہو اور جنت کی ذمہ داری اللہ تعالیٰ نے کسی کے لیے نہیں لی، بلکہ اس کا ذمہ دار خود تم کو بنایا ہے اور تمہارے اعمال کو اس کا ذمہ دار ٹھیرایا ہے۔ مگر تم وہ کام نہیں کرتے جن پر جنت کی بشارت دی گئی ہے۔ تم نے کھیل اور بھول چوک میں اوقات برباد کر دیے غفلت اور گناہ میں دن گنوا دیے۔ تمہاری دل لگی پشیمانی سے بے فکر ہونے والی کیسی دل لگی ہے۔ تمہارا کھیل اُن لوگوں جیسا کھیل ہے جن کے کانوں نے قیامت کے دن کی بات ہی نہیں سُنی۔ شاید تم نے قبروں کو نہیں دیکھا جو لوگ اُن میں جا بسے اُن سے بھی تم کو عبرت نہیں — بتلاؤ!

تمہارے باپ دادا کہاں ہیں؟ جو تم سے پہلے یہاں آباد تھے۔ وہ لوگ کہاں ہیں جنہوں نے تم سے زیادہ مال جمع کیا تھا اور تم سے زیادہ جہالت میں ڈوبے ہوئے تھے؟ کیا تم اللہ کے منکر ہو گئے یا اللہ کے مقابلے میں تکبر کرتے ہو؟

دوستو! جس نے اپنا فنا ہونا اور اللہ تعالےٰ کا ہمیشہ ہمیشہ باقی رہنا معلوم کر لیا وہ اپنے کو دنیا سے ہٹا لیتا ہے۔ اللہ تعالےٰ کا ارشاد ہے:۔

وَاَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى ۝ فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَاْوٰى ۝	جو اپنے پروردگار کے سامنے کھڑا ہونے سے ڈرتا رہا اور نفس کو اُس کی خواہشوں سے روکتا رہا اُس کا ٹھکانا جنت ہے۔

اللہ تعالیٰ اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم سے جو جواہر اسرار الٰہیہ مخفیہ کے معدن ہیں یوں خطاب فرماتے ہیں:۔

اِنَّكَ مَيِّتٌ وَّاِنَّهُمْ مَّيِّتُوْنَ ۝	یقیناً آپ بھی مرنے والے ہیں اور یہ لوگ بھی مرنے والے ہیں۔

دوستو! موت سے کوئی نہیں بچ سکتا۔ پس اپنی ہمتوں کو پچھلے بزرگوں کے درجوں پر پہونچنے کے لیے جمع کر لو تاکہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کا مصداق نہ بنو:۔

فَخَلَفَ مِنْ بَعْدِهِمْ	ان نیک بندوں کے بعد

خَلْفٌ اَضَاعُوا الصَّلٰوۃَ وَاتَّبَعُوا الشَّھَوٰتِ فَسَوْفَ یَلْقَوْنَ غَیًّا ۝

ایسے ناخلف پیدا ہوئے جنہوں نے نماز کو ضائع کر دیا اور شہوتوں کے پیچھے پڑ گئے یہ لوگ عن قریب جہنم کے طبقے میں پہونچیں گے۔

کریم کے دروازے کو بے چینی اور احتیاج کے ہاتھوں سے کھٹکھٹاتے رہو اور ذلت و انکسار کے راستے سے اللہ تعالیٰ کے پاس پہونچ جاؤ کیونکہ خدا کی قسم مجھے اور تم کو سب کو دارِ آخرت کی طرف کوچ کرنا ضروری ہے۔ میرا اور تمہارا مٹ جانا اور قبروں میں رکھا جانا یقینی ہے۔

فَمَنْ یَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّۃٍ خَیْرًا یَّرَہٗ ۝ وَمَنْ یَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّۃٍ شَرًّا یَّرَہٗ ۝

پھر جو ذرہ برابر بھلائی کرے گا اُسکو اپنے سامنے دیکھ لے گا اور جو ذرہ برابر بُرائی کرے گا اُس کو بھی سامنے دیکھ لے گا۔

پس نجات پانے والا وہ ہے جس نے اللہ سے تقویٰ کا معاملہ کیا اور زندگی میں اُس سے ڈرتا رہا

سب سے بڑی مصیبت :

دوستو! محبوبوں سے جدائی اور دشمنوں کی معیت سب مصیبتوں سے بڑھ کر مصیبت ہے اور دشمنوں سے جدائی دوستوں کی ہمراہی تمام چیزوں سے زیادہ شیریں ہے۔

پس تم بُرے کاموں سے الگ ہو جاؤ — تاکہ قبروں میں اپنے نیک اعمال کی رفاقت میں رہو۔ کیونکہ خدا کی قسم —! قبر کی گہرائی میں نیک عمل کے سوا آدمی کا کوئی دوست ساتھ نہ دے گا۔

دوستو —! اگر تم کو حکام اور بُرے لوگوں کا لباس اُن کی زیب زینت، اُن کے ہتیار۔ اُن کے ساز و سامان للچانے لگیں اور تمہارا دل اُن کے ٹھاٹھ اور عیش و عشرت دیکھ کر تنگ ہونے لگے تو قبرستان میں چلے جاؤ۔ اپنے اور اُن کے باپ دادوں کو دیکھو سب کو مٹی میں ملا ہوا پاؤ گے۔ مٹی میں مل جانے کے بعد امیر و غریب سب برابر ہو گئے اور اس کی خبر اللہ ہی کو ہے کہ کون راحت میں ہے اور کون عذاب میں — یوں ہی تم بھی ایک دن اِن امیروں اور حاکموں کے برابر ہو جاؤ گے۔

وَسَيَعْلَمُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا اَيَّ مُنْقَلَبٍ يَّنْقَلِبُوْنَ ○	اور ظالموں کو جلد ہی معلوم ہو جائیگا کہ اُن کی حالت میں کیا زبردست انقلاب ہو گیا۔

فضول باتیں اور فضول کام چھوڑ دو: —

برخوردارمن —! لایعنی ـ فضول باتیں اور فضول کاموں میں مشغول ہونے سے بچو — اپنے نفس کو غفلت کے راستے سے ہٹاؤ اور بیداری کے دروازہ یعنی ذکر کے راستے سے پہونچو۔ ذاتِ

انکسار کے میدان میں جمع ہو جاؤ ــــ بڑائی، تکبر کے میدان سے نکل آؤ کیونکہ تمہاری ابتدا خون کی ایک بوٹی اور انجام ایک بے جان لاشہ ہے پس اپنی ابتدا، وانجام کے درمیانی زمانے میں اس طرح رہو جیسا ان کے درجے کے مناسب ہے۔

برخوردار من ـــــ ! حسد سے بچو کیونکہ حسد تمام گناہوں کی جڑ ہے۔ شیطان نے جب آدم علیہ السلام سے حسد کیا تو اُن کے مقابلہ میں تکبر اختیار کیا، اُن کو سجدہ کرنے سے انکار کیا۔ اور اُن کو نقصان پہونچانے کے لیے جھوٹ بولا کہ آدم وحوا، کے سامنے قسم کھا کر کہہ دیا اِنِّیْ لَکُمَا لَمِنَ النّٰصِحِیْنَ (خدا کی قسم! میں تم دونوں کا پورا خیر خواہ ہوں) آخر کار اللہ کی رحمت سے دور ہو گیا۔ پس جھوٹ۔ تکبر اور حسد بندے کو اللہ کے دروازے سے دور کرنے کے اسباب ہیں تم اپنے نفس کو ان خصلتوں کا ہرگز عادی نہ بنانا۔ اپنے کو سب سے الگ کر کے اللہ کی طرف متوجہ ہو جاؤ۔

اور خوب جان لو ـــ کہ رزق مقدر ہو چکا ہے۔ جب اس کو اچھی طرح ذہن نشین کر لوگے تو کسی سے حسد نہ کرو گے۔

خوب جان لو ـــ کہ تم مرنے والے ہو۔ جب اس بات کو پیش نظر رکھو گے تو کسی پر تکبر نہ کرو گے۔

اور خوب سمجھ لو ـــ کہ تم سے حساب لیا جائے گا۔ جب اس مضمون کو دل میں جما لو گے تو جھوٹ کبھی نہ بولو گے۔

لوگوں کے عیوب سے آنکھیں بند کر لو

لوگوں کی عزت و ناموس سے بھی اپنی نگاہ ہٹا لو۔ بُرے کام تو الگ رہے۔ کیوں کہ تم جیسا کرو گے ویسا بھرو گے۔ اگر تمہاری ایک آنکھ ہے تو دوسروں کی بہت سی آنکھیں ہیں۔ جیسے تم ہو گے ویسا ہی افسر تمہارے اوپر ہو گا۔

اپنی زبان مخلوق کو بُرا کہنے سے روک لو۔ کیونکہ اگر تمہاری ایک زبان ہے تو مخلوق کی بہت سی زبانیں ہیں۔

اپنے عیبوں کے اندر نظر کرنا تم کو بس ہے۔ جیسا تم دوسروں کی نسبت کہو گے ویسا ہی تمہاری نسبت وہ کہیں گے۔

محاسبہ :

ہر دن اپنے نفس کے اعمال کا حساب لو۔ اور اللہ تعالیٰ سے بکثرت استغفار کرو۔ اپنے نفس کے طبیب بنو، اس کے رہنما بنو کیونکہ جب تک تم کو خود اپنی اصلاح کا فکر اور صراطِ مستقیم کی طلب نہ ہو گی کوئی مرشد اور طبیبِ روحانی کچھ نہیں کر سکتا۔ وَمَنْ یُّضْلِلْ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ وَلِیًّا مُّرْشِدًا ۝

اپنے نفس کا حساب لینے سے غفلت نہ کرو اور حظِ نفس میں مشغول ہونے سے بچو۔

اللہ تعالیٰ سے اُنس پیدا کرنے کا طریقہ :

اللہ تعالیٰ سے اُنس اُسی بندے کو حاصل ہوتا ہے جس کی طہارت کامل اور ذکر صاف ہو گیا ہو۔ جو چیز اللہ سے غافل کرتی ہو اُس سے وحشت ہونے لگے۔ طہارتِ کامل یہ ہے کہ کھانے پینے میں حرام اور مشتبہ مال سے بچ جائے۔

ذکر کا صاف ہونا یہ ہے کہ دل پر اللہ کی یاد ایسی غالب ہو جائے کہ دل بے تکلف اللہ کی طرف متوجہ ہونے لگے اور ذکر کے وقت دوسری چیزوں کی یاد سے کسی قسم کا الجھاؤ پیدا نہ ہو۔ بلکہ دل جمعی اور یکسوئی کے ساتھ ذکرِ الٰہی میں مشغول رہے۔

اللہ سے اُنس کی علامت

افضل ترین عبادت بعد فرائض و واجبات کے یہ ہے کہ ہمیشہ ہر وقت اللہ تعالیٰ کا دھیان رکھو۔ اللہ تعالیٰ سے اُنس و محبت کی علامت یہ ہے کہ تمہارے دلوں کے درمیان اور علّام الغیوب کے درمیان سے پردے اٹھ جائیں۔ محبت کی شاخیں دلوں میں پھیلتی ہیں پھر عقل کے موافق پھل دیتی ہیں۔ شہرت کا طالب بدبخت کے سوا کوئی نہیں ہوتا۔ تصوف اس کا نام نہیں کہ صوفی، لوگوں سے یہ کہے کہ مجھ سے محبت کرو۔ میری تعظیم کرو۔ میری زیارت کرو۔ جو صوفی ہوگا وہ ہرگز

لوگوں سے ملنے ملانے کا مشتاق نہ ہوگا۔ جس شخص کو کامل معرفت حاصل ہے وہ دنیاداروں کے دروازے پر کھڑا نہیں ہوتا۔ مخلوق سے مانوس ہونا حق تعالیٰ سے جدا ہونا ہے۔ جو اللہ کے سوا کسی اور سے عزت حاصل کرے گا، ذلیل ہوگا۔ جو درجۂ یقین سے محروم ہے وہ متقیوں کے درجہ سے گر گیا۔ جو اللہ کے واسطے سب سے الگ ہو گیا اللہ تعالےٰ اُس کو سب سے ملادے گا۔

گر با ہمہ چو بے منی بے ہمہ
ور بے ہمہ چو با منی با ہمہ

ترجمہ:۔ اگر تو سب کے ساتھ ہے جب میرے ساتھ نہیں تو کسی کے ساتھ نہیں۔ اور اگر کسی کے ساتھ نہیں جب میرے ساتھ ہے تو سب کے ساتھ ہے۔

اللہ کی طرف یکسو ہو جانا اہلِ حال کی خاص حالت ہے جو اللہ کے ساتھ اُن کو حاصل ہے۔ (ب م ۱۰۷ تا ۱۱۱)

صراطِ مستقیم اور اُس کا سفر :

سچائی کی سواری پر مضبوطی کے ساتھ سوار ہو کر ہمت کے لشکروں سے وسوسے اور وہم کی صفوں کو چیرتا ہوا مخلوق کے گھیرے سے نکل کر خالق کے دھیان میں لگتا ہوا اُس کی رسّی (قرآن کریم) کو مضبوط تھامے ہوئے احتیاج کا جھنڈا اٹھا کر اس کے سامنے اپنی ذلت کا نقارہ بجاتا ہوا

بیوی بچوں، مال اور اپنی ہستی، اپنی عبادت، اپنی بیداری اور اپنی غفلت کی دیواروں کو پھاندتا ہوا بارگاہِ قرب کی طرف توجہ کر۔ تیرا اپنے آپ کو بیدار سمجھنا بڑی غفلت ہے۔ تیرا اپنے آپ کو منوّر سمجھنا گھری تاریکی ہے۔ جو چیز تجھے بارگاہِ قرب سے حاجب اور روکنے والی ہو تو اُسی میں سے مقصود کا ایک دروازہ کھول لے۔ اور جو مقصود تیرے اور تیرے مولیٰ کے درمیان آڑ بننے لگے تو اُس سے الگ ہو کر معبود کی طرف راغب ہو جا --- بیوی کا غلام، دنیا کا غلام، درہم اور دینار اور کرامات کا غلام برباد ہو گیا۔ مخلوق کا غلام اور وہ شخص جو بارگاہِ قرب میں گھٹیا ارادہ اور پست ہمت سے چلنا چاہتا ہے تباہ ہو گیا۔ ؎

سِرْ لِلْجَنَابِ بِھِمَّۃٍ مَرْفُوعَۃٍ عَنْ عَالَمِ التَّفْصِیْلِ وَالْاِجْمَالِ
وَارْفَعْ جَنَابَکَ عَنْ عِبَادَۃِ غَیْرِہٖ بِحَقِیْقَۃِ الْاَفْعَالِ وَالْاَقْوَالِ

اس بارگاہ میں ایسی ہمت کے ساتھ چلو جو عالَمِ تفصیل و عالَمِ اجمال یعنی دنیا و آخرت دونوں سے بلند ہو اور اپنے آپ کو افعال و اقوال کی حقیقت میں غیر خدا کی عبادت سے بلند رکھو یعنی کوئی کام اور کوئی بات جس کی تہ میں غیر خدا مطلوب ہو ——— ! عبرت لیتے ہوئے چلو ———

اپنی بھوک پیاس اور انقلابِ زمانہ اسی طرح تمام مخلوق کے احوال سے اور حالات کے انقلاب سے عبرت حاصل کرتا رہ — اپنی

زبان دانی اور زورِ بیان سے خوش نہ ہو جب کہ تو اللہ کو چھوڑ کر غیرِ دل کی طرف مائل ہے۔ اپنے علم کی آفت سے بے فکر نہ ہو جب کہ تو روپیہ پیسے کا شکار کرنے کے لیے اس پہ جھکا ہوا ہے ــــ اپنے فلسفہ پر ناز نہ کر جب کہ تو اللہ کی محبت سے خالی ہے۔ اپنے تصوف کے گھمنڈ میں نہ رہ جب کہ تو اللہ سے دور پڑا ہوا ہے۔ ؎

كُلُّ الْعُلُوْمِ اِذَا اتَّخَذْتَهَا السِّوٰى

هَادِتٌ لِدَاعِي الْاِنْفِصَالِ مَعَالِمًا

یہ تمام علوم جب اس میں غیر خدا گھسا ہوا ہو اللہ سے جدا ہونے کی علامات ہیں۔

اللہ کے راستے کی مثال: ــــــــ

بزرگو ــــ! اللہ تک پہونچنے کا راستہ ایسا ہی ہے جیسا ایک شہر سے دوسرے شہر تک جانے کا راستہ ہوتا ہے۔ اس میں بلندی بھی ہوتی ہے نشیب بھی۔ سیدھا راستہ بھی ہوتا ہے اور ٹیڑھا بھی۔ نرم زمین بھی ہوتی ہے اور پہاڑی راستہ بھی۔ پانی اور آبادی سے خالی چٹیل میدان بھی ہوتا ہے۔ آبادی، درخت، پانی کے چشموں سے تر و تازہ سر سبز زمین بھی۔ اور منزلِ مقصود ان سب سے آگے ہے۔ اب اگر کوئی شخص بلندی پر چڑھ کر اس کی بہار میں رہ گیا یا اُتار کی تکلیف سے گھبرا گیا یا ہموار زمین سے راحت لینے میں لگ گیا ــــ

یا ٹیڑھے راستے کی پریشانی سے پریشان ہوگیا۔ یا نرم زمین کی سہولت کو دیکھ کر اسی میں رہ پڑا۔ یا پہاڑوں کی دشوار گذار گھاٹیوں سے ہٹ گیا یا چٹیل میدان اور پیاس کی شدت اور بے چینی سے گھبرا گیا ــ یا درختوں اور چشموں کی تر و تازگی اور سر سبزی سے مزے لینے لگا (اور چلنا چھوڑ دیا) یا راستے کی آبادی سے دل لگا بیٹھا، ایسا شخص مقصود سے رہ جائے گا۔ اور جو اِن چیزوں میں سے کسی پر بھی التفات نہ کرے بلکہ راستے کی مصیبتوں کو جھیلتا ہوا، اس کی لذتوں سے منہ موڑتا ہوا مقصود کی دُھن میں برابر چلتا رہا وہ منزلِ مقصود تک پہونچ جائیگا۔

اسی طرح اللہ کے راستے میں چلنے والے کو اگر درمیانی حالات کی دشواریوں نے اِن حالات کے بدلنے والے (اللہ) سے پھیر دیا تو اُس کی غرض فوت ہو جائے گی ــــ مقصود سے رہ جائے گا۔ اور اگر راستے کی تمام گھاٹیوں کو خواہ مزے دار ہوں یا تلخ، پسِ پشت ڈال کر آگے بڑھتا رہا تو اعلیٰ درجے پر کامیاب ہوگا۔ (ب م ۹۹ و ۱۰۰)

منزلِ مقصود یعنی اللہ تک پہونچنے کا راستہ ــــ

بزرگو ــــ!

میں نے میدانِ عرفات میں اللہ تعالیٰ سے اپنی غرض۔ نفس یعنی خواہشاتِ نفسانی اور مال کو چھوڑ دینے کا عہد کر لیا ہے۔ اگر تم بھی کامیاب ہونا چاہتے ہو تو ان تینوں سے الگ ہو جاؤ۔ یعنی ان کی

محبت دل سے نکال دو ـــــ کسی بزرگ کو خواب میں اللہ تعالیٰ سے بات چیت کا موقعہ ملا۔ عرض کیا اے پروردگار! مجھے اپنے تک پہونچنے کا طریقہ بتلائیے۔ ارشاد ہوا "اپنے نفس[ء] کو الگ کر دو اور آجاؤ"۔

بزرگو ـــــ!

آپ کا میدان مسجد ہے۔ جب مسجد میں قدم رکھو تو اجنبیت کی جُوتیاں الگ کر دیا کرو۔ یعنی غیر اللہ کو دل سے نکال کر مسجد میں جایا کرو۔ کیونکہ بندہ نماز میں اپنے پروردگار سے مناجات (عرضِ معروض) کرتا ہے۔ پس خود ہی دیکھ لو کہ تم کیوں کر اپنے پروردگار سے عرض کرتے اور کس طرح اُس کے دربار میں ہم کلامی کے لیے کھڑے ہوتے ہو ـــ یہ دربار ـــ دربارِ احسان ہے جس کے دروازے پر قلمِ قدسی نے یہ حدیث لکھی ہے:-

اُعبدُ اللّٰہَ کَاَنّکَ تراہ	اللہ تعالےٰ کی عبادت اس طرح
فَاِن لَمْ تَکُن تراہ	کرو گویا کہ تم اُس کو دیکھ رہے ہو
فَاِنَّہٗ یَراکَ	کیونکہ اگر تم اُس کو نہیں دیکھتے تو وہ
	تو تم کو دیکھ رہا ہے۔

اور اُس کے دیکھنے کا بھی تقاضا وہی ہے جو تمہارے دیکھنے کا ہوتا اس لیے عبادت اچھی طرح سنوار کر کرنی چاہیے۔

ء یعنی نفس کی تجویز اور خواہش کو فنا کر دو۔ ظ

کیونکہ آقا کے سامنے کوئی بھی بُری طرح کام نہیں کیا کرتا۔

ماسوی اللہ کو چھوڑنے کا مطلب :

تمہارا اپنے نفس اور اہل وعیال میں مشغول رہنا تمہاری جہالت کی علامت ہے۔ میں یہ نہیں کہتا کہ اُن کو چھوڑ کر بے فکر ہو جاؤ اور اپنے لیے پہاڑوں میں عبادت کی جگہ بنا لو۔ بلکہ میں تو تم سے یہ کہتا ہوں کہ اپنے بال بچوں کی خدمت سے اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرو اپنے نفس کی لذت کے لیے اُن کی خدمت نہ کرو بلکہ اللہ کو راضی کرنے کے لیے اُن کی خبر گیری کرو۔ اپنے نفس کو راحت دو اور سب سے الگ ہو کر اللہ تعالیٰ کی خوشی حاصل کرو۔ کسی کام میں اپنی یا کسی دوسرے کی خوشی کو مقصود نہ بناؤ بلکہ اللہ تعالیٰ کو خوش کرنے کا قصد کرو۔ کیوں کہ شانِ خداوندی ہر حالت میں شرک سے پاک اور برتر ہے۔ پس کسی کام میں اللہ کی رضا کے ساتھ دوسروں کی... رضا کو مقصود نہ بناؤ۔ اعمالِ شرک مشرکین کی طرف لوٹا دیے جاتے ہیں اور اُن کے منہ پر مار دیے جاتے ہیں۔ اور موحدین کے اعمالِ توحید قبول کیے جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:۔

اَلَا لِلّٰہِ الدِّیْنُ الْخَالِصُ ط — سُن لو! اللہ کے ہاں خالص عبادت مقبول ہے۔

جس میں اُس کے سوا اور کسی کی شرکت نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں

فَمَنْ كَانَ يَرْجُوا لِقَاءَ رَبِّهٖ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَّلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖٓ اَحَدًا ۝

جو شخص اپنے پروردگار سے ملنا چاہتا ہو اُس کو چاہیے کہ نیک کام کرے اور اپنی عبادت میں کسی کو شریک نہ کرے۔ (پ ۱۶ م ۱۰۱)

میں یہ نہیں کہتا کہ تم تجارت وصنعت وغیرہ جملہ اسباب سے الگ ہو جاؤ۔ بلکہ میں تو یہ کہتا ہوں کہ ان کاموں میں غفلت اور حرام سے بچتے رہو۔ میں یہ نہیں کہتا کہ تم بیویوں کو چھوڑ دو، اچھے کپڑے نہ پہنو۔ بلکہ میں تو یہ کہتا ہوں کہ خبردار! بیوی بچوں میں ایسے مشغول نہ ہو کہ خدا کو بھول جاؤ۔ قیمتی کپڑے پہن کر اللہ کی غریب مخلوق کے سامنے نہ اتراؤ۔ نیز میں یہ کہتا ہوں کہ ضرورت سے زیادہ اس طرح زینت وآرائش کا اظہار نہ کرو کہ فقراء کے دل ٹوٹ جائیں۔ مجھے اندیشہ ہے کہ ایسی زینت سے تمہارے دلوں میں عُجب اور غفلت پیوستہ ہو جائے گی۔ میں یہ بھی کہتا ہوں کہ کپڑوں کی صفائی کے ساتھ ساتھ اپنے دلوں کو بھی پاک وصاف رکھو۔ کیونکہ یہ کپڑوں کی.... صفائی سے مقدم ہے۔ ب م ۸۱

اصلاحِ قلب اور اُس کے مراتب

بزرگو ۔۔۔! جب دل کی اصلاح ہو جاتی ہے تو کبھی وحی کے لیے منزل بن جاتا ہے جیسے انبیاء علیہم السلام کے قلوب۔ اور کبھی اسرار و انوار اور فرشتوں کا گہوارہ بن جاتا ہے جیسے اولیاء اللہ کے قلوب اور جب بگڑ جاتا ہے تو تاریکیوں اور شیطانوں کا گھر بن جاتا ہے۔ جب دل درست ہوتا ہے تو آدمی کو آگے پیچھے سے خبردار کر دیتا ہے اور وہ باتیں بتلا دیتا ہے جو کسی اور ذریعے سے معلوم نہیں ہو سکتی تھیں اور جب بگڑتا ہے تو ایسی بے ہودہ باتیں کرنے لگتا ہے جن میں نہ بھلائی کا پتہ ہوتا ہے نہ کامیابی کا نام و نشان۔ اس لیے میرے نزدیک درویش کو لازم ہے کہ اپنے ہر سانس کو کبریتِ احمر بلکہ اس سے بھی زیادہ قیمتی سمجھے۔ ہر سانس کو عمدہ سے عمدہ حالت میں خرچ کرے جو اس کے مناسب ہے تاکہ اس کا کوئی سانس برباد نہ ہو۔ معاملہ تمہارے گمان و وہم سے کہیں زیادہ سخت اور سنگین ہے اس لیے عمر کو فضول باتوں میں اور بے ہودہ کاموں میں برباد نہ کرو۔ اس قیمتی عمر سے اللہ کی رضامندی اور جنت کی سلطنت خرید لو۔

عقلِ کامل اور اس کی نشانی

عزیز من ــ! اگر تیرے پاس عقلِ کامل ہے تو تُو دنیا کی طرف نہ جھکے گا۔ اگرچہ وہ تیری طرف کتنا ہی جھکے۔ کیونکہ وہ خیانت کرنے والی ہے۔ جھوٹی ہے مکارہ ہے۔ اپنے چاہنے والوں کا مضحکہ اڑاتی ہے۔ جو اُس سے الگ رہا بچا رہا۔ اور جو اس کی طرف مائل ہوا تباہ ہوگیا۔ حدیث میں ہے:-

حبُّ الدنیا راس	دنیا کی محبت تمام گناہوں کی
کل خطیئۃ	جڑ ہے۔

تو جیسا اس کی محبت گناہوں کی جڑ ہے اسی طرح اس سے نفرت اور بے رُخی کرنا تمام نیکیوں کی جڑ ہے۔

دنیا کی مثال ــــــ سانپ جیسی ہے کہ چھونے میں تو نرم ہے مگر اس کا زہر ہلاک کرنے والا ہے۔ دنیا کی لذتیں جلدی زائل ہونے والی ہیں اور اس کے دن خیال ہی خیال میں گذر جاتے ہیں بس اپنے کو دنیا میں پرہیزگاری اور خوفِ خدا میں لگائے رکھو۔ اللہ تعالےٰ کی یاد سے کسی وقت غافل نہ ہو اگر ذرا بھی کسی وقت غفلت طاری ہو جائے فوراً اللہ تعالیٰ سے استغفار اور توبہ کرو۔ اور یادِ الٰہی کے دروازے پر فوراً لوٹ آؤ۔ اللہ کو یاد کرو۔ اُس سے شرماؤ۔ تنہائی میں، مجلسوں میں اُس کا خیال رکھو۔ تنگی د

فراخی میں اللہ کی حمد اور شکر کرو۔ غیروں کو چھوڑ دو۔ کیونکہ اللہ کے سوا کوئی رہنے والا نہیں۔

عزیزِ من! جب تم کوئی علم حاصل کرو یا اچھی حکایت سُنو تو اس پر عمل کرو۔ اُن لوگوں میں داخل نہ ہو جو جانتے ہیں اور عمل نہیں کرتے۔

عزیزِ من! عالم (جاننے والے) کی نجات اس میں ہے کہ اپنے علم پر عمل کرے۔ عمل نہ کرنا اس کی تباہی ہے۔

حدیث میں آیا ہے قیامت کے دن سب سے زیادہ عذاب اُس عالم کو ہوگا جس نے اپنے علم سے فائدہ حاصل نہیں کیا اور اس پر عمل نہیں کیا۔ پس اپنے اوقات کو کھیل کود۔ گانے بجانے اور ہنسانے والوں کی باتیں سننے میں برباد نہ کرو۔ خوش ہونا چھوڑ دو۔ کیونکہ دنیا میں خوش ہونا جنون ہے۔ اس میں تو غمگین رہنا ہی عقل مندی ہے۔ جب یہاں ہمیشہ رہنا محال ہے تو پھر دنیا پر گرنا پڑنا اور اس کی نعمتوں پر ریجھنا نادانی اور حماقت ہی۔

عزیزِ من! اُن لوگوں میں خیال دوڑاؤ جو تم سے پہلے گذر چکے جن میں انبیاء و مرسلین بھی ہیں اور بڑے بڑے سلاطین و بادشاہ بھی، سب مر گئے گویا تھے ہی نہیں۔ وہ پہلے گذر گئے ہم اُن کے بعد جانے والے ہیں۔ پس نیک بندوں کے راستے پر چلتے رہو تا کہ اُن کی جماعت میں شامل کر لیے جاؤ اور اُن کی پارٹی میں داخل ہو جاؤ۔ یہی اللہ کا لشکر ہے۔ یاد رکھو کہ اللہ کا لشکر ہی فلاح پانے والا ہے شیطان کا لشکر کبھی کامیاب نہ ہوگا۔

(ب م ۱۰۶ تا ۱۰۷)

وسیلہ اور توسُّل کی حقیقت

بزرگو! جب تم اللہ تعالیٰ کے خاص بندوں یعنی اولیاء اللہ سے مدد مانگو تو اس مدد اور فریاد رسی کو اُن کی طرف سے مت سمجھو نہ اُن سے فریاد کرو۔ کیونکہ یہ تو شرک ہے بلکہ اللہ تعالیٰ سے اپنی حاجتیں مانگو اُس محبت کے وسیلے سے جو اللہ کو ان بندوں سے ہے۔

رُبَّ اشعث اَغْبَرَ ذِی طمرین مدفوع علی الابواب لو اقسم علی اللہ لَاَ بَرَّہٗ

بعضے بال بکھرے غبار آلود، پھٹے پرانے کپڑے پہننے والے جنکو دروازوں سے دھتکار دیا جاتا ہے ایسے مقبولِ بارگاہ ہیں کہ اگر اللہ تعالےٰ کے بھروسے پر کسی بات پر قسم کھائیں تو اللہ تعالےٰ اُن کی قسم کو ضرور پورا کر دیتے ہیں۔

ایسے لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے مخلوقات میں تصرّف عطا فرمایا ہے اُن کے لیے حقائق کو بدل دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے ان اولیاء کو ایسا مرتبہ دیا ہے کہ جب وہ اللہ کے اذن سے کسی چیز کو کہتے ہیں ہو جا تو وہ فوراً ہو جاتی ہے۔ عیسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے حکم سے مٹی کا پرندہ بنا کر اس میں پھونک مارتے تو سچ مچ زندہ جانور ہو جاتا۔ کام تو خدا کا تھا

مگر ظاہر میں عیسیٰ علیہ السلام بناتے تھے۔ انہوں نے اللہ کے حکم سے مُردوں کو بھی زندہ کیا۔ ہمارے نبی، ہمارے محبوب، تمام انبیاء کے سردار حضرت محمد علیہ افضل الصلوٰۃ والسلام کی طرف کھجور نے اشتیاق ظاہر کیا اور آپؐ کے فراق میں بلند آواز سے ایسا رو دیا... جیسے بچہ رویا کرتا ہے. کیونکہ آپؐ اُس ستون سے کمرِ مبارک لگا کر خطبہ دیا کرتے تھے۔ جب منبر بن کر تیار ہوا اور آپؐ ستون کو چھوڑ کر منبر پر خطبہ دینے کے لیے تشریف لے گئے تو ستون سے رونے کی آواز زور شور کے ساتھ بلند ہوئی۔ پھر آپؐ کے تسلی دینے سے اُس کا رونا موقوف ہوا۔ اور پہاڑوں نے آپؐ کو سلام کیا۔ اللہ تعالیٰ نے آپؐ میں وہ تمام معجزات جمع فرما دیے جو انبیاء و مرسلین میں متفرقاً موجود تھے۔ اور آپؐ کے معجزات کے نمونے آپؐ کی امت کے اولیاء میں بھی جاری ہیں جو ظاہر میں تو اولیاء کی کرامات ہیں اور حقیقت میں حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وسلم کے دائمی معجزات ہیں. کیونکہ آپؐ کے بعد کوئی نبی پیدا نہیں ہو سکتا۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے مخلوق کی ہدایت کے لیے آپؐ کے معجزات کے نمونے اولیاء امتِ محمدیہ میں ظاہر فرمائے جن کو دیکھ کر لوگ قیاس کر لیں کہ جب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرنے والے اس شان کے ہیں تو حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وسلم خود کس شان کے ہوں گے اور اس طرح قیامت تک آپؐ کی رسالت پر حجت قائم ہوتی رہے. پھر اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم

کے ایک معجزے کو جو سب سے بڑا معجزہ یعنی قرآن کریم ہے قیامت تک کے لیے محفوظ رکھا جس سے اہلِ عقل کو رسالتِ محمدیہ کی حقانیت واضح طور سے معلوم ہو سکتی ہے۔ اس کے بعد سُن — اور غور سے سُن۔

صاحبزادے — اے میرے عزیز!

جب تم نے یوں کہا "اے اللہ! میں آپ کی رحمت کے وسیلہ سے یہ سوال کرتا ہوں۔" تو گویا تم نے یوں کہا کہ "اے اللہ! میں آپ کے بندے شیخ منصورؒ اور اُن کے سوا دوسرے اولیاء کی ولایت کے وسیلے سے سوال کرتا ہوں۔" کیوں کہ ولایت بھی ایک قسم کی خاص رحمت ہے۔

یَخْتَصُّ بِرَحْمَتِهٖ مَنْ يَّشَاۤءُ ؕ — اللہ جس کو چاہتا ہے اپنی رحمت سے یہ خصوصیت عطا فرماتا ہے۔

پس اب خبردار! رحمٰن کی قدرت مرحوم کو نہ دینا۔ وسیلہ حقیقت میں اللہ کی وہ رحمت ہے جس سے مقبول بندہ

---

۷۰ جب وسیلہ کی حقیقت یہ ہے تو بھلا اس قسم کے توسل کو کون حرام کہہ سکتا ہے؟ یقیناً جن علماء نے توسل کو حرام کہا ہے اُن کو اس کی حقیقت معلوم نہیں ہوئی۔ محض عوام کی حالت سے انہوں نے خود اس کی ایک حقیقت تصنیف کر لی اور اس کو حرام کہہ دیا۔ توسل حرام وہی ہے جس میں بزرگوں کو معین و فریادرس سمجھا جائے۔ اور یہی ابن تیمیہؒ نے توسل کے لفظ سے سمجھا (باقی بر صفحہ ۳۱۹)

نوازا گیا ہے۔ پس کسی کے وسیلے سے دعا کرنے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ کی خاص رحمت کو جو اِس بندے پر ہے وسیلہ بنایا گیا ہے خود اِس بندے کو وسیلہ نہیں بنایا گیا ـــ اب تم اللہ کی رحمت و محبت و عنایت کو جس سے خاص بندے نوازے گئے ہیں اپنی حاجت کے وقت وسیلہ بنا سکتے ہو۔ مگر ہر کام میں اللہ کی توحید کو ملحوظ رکھو بندہ یعنی اس ولی کو فاعل اور مؤثر یعنی کام بنانے والا نہ سمجھو کیونکہ اللہ تعالیٰ بہت غیرت والے ہیں۔ شرک سے ان کو بڑی غیرت آتی ہے اور شرک سے زیادہ ان کو کسی چیز سے نفرت نہیں۔

بزرگو! جو شخص عاجزی کے ساتھ دروازے پر پہونچا اُس کے لیے دروازہ کھل جاتا ہے اور اس کو قبول کر لیا جاتا ہے اور جو شخص انکسار کے ساتھ دربار میں داخل ہوتا ہے وہ عزت کی جگہ میں بیٹھتا ہے۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ)

مگر محققین اس توسل کے ہرگز قائل نہیں۔ وہ جس توسل کے قائل ہیں اس کی صورت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سے حاجت مانگی جائے اللہ تعالےٰ ہی کو معین اور فریاد رس سمجھا جاوے اور بزرگوں سے جو اللہ تعالیٰ کو محبت اور خاص تعلق ہے اس کے وسیلہ سے دعا کی جائے۔ (مولانا ظفر احمد تھانوی سلمہ اللہ تعالیٰ)

۹۹

ایک کم سو نصیحتیں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ولی کامل غوث الاعظم شیخنا المعظم حضرت محی الدین ابوالعباس مولانا سید احمد کبیر رفاعی الحسینی الشافعی قدس سرہ العزیز کی کتاب البرہان المؤید کے ترجمہ بنیان المشید سے منتخب کر کے ۹۹ نصائح و وصایا ایک جگہ جمع کر دی ہیں تاکہ سالکین اور ہر اُس مسلمان کے لیے مشعلِ راہ بنیں جو اپنی زندگی کو سرمایۂ آخرت بنانا چاہے۔

جامع

محمد ادریس الانصاری

۹۹. نصائح

عزیزِ من ...۔ ا

ا۔ شریعت کی پابندی اختیار کرو۔ ظاہری احکام میں بھی اور باطنی احکام میں بھی۔ ۲۔ اپنے دل کو اللہ کی یاد بھلا دینے سے بچاؤ۔

۳۔ درویشوں اور غریبوں کی خدمت کو لازم سمجھو۔ ۴۔ نیک کاموں میں ہمیشہ جلدی اور سبقت کرو سستی اور ملال کو راہ نہ دو ۵۔ اللہ کی مرضی پر جمے رہو اور خدا کے دروازے پر کھڑے رہو ۶۔ اپنے نفس کو... رات میں عبادت کرنے کا عادی بناؤ۔۔۔ اور اعمال میں ریا، سے اپنے نفس کو بچاؤ ۷۔ اپنی خلوتوں اور مجلسوں میں پچھلے گناہوں پر روؤ۔

۸۔ جھوٹے دعوے نہ کرنا ۹۔ توحید کے دریا میں غوطہ لگانے کا قصد نہ کرنا۔ (یعنی فلاسفہ اور معتزلہ کی طرح توحید میں باریکیاں نہ نکالنا، ورنہ شیطان بہت سے وساوس اور شبہات میں مبتلا کردے گا۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات میں گفتگو کرنے سے شریعت نے منع کیا ہے کیونکہ اس کی کنہ تک انسان نہیں پہونچ سکتا) ۱۰۔ اپنا اعتقاد ثبوتی رکھو اور اور ایسا پختہ جس میں تغیر نہ ہو سکے۔ ۱۱۔ اپنے ذہن کو شیطانی وساوس سے

پاک رکھو۔ ۱۲۔ اپنے آپ کو بُرے دوست کی صحبت سے بچاؤ۔ کیونکہ اس کی دوستی کا انجام قیامت کے دن پشیمانی اور افسوس ہے۔

برخوردار من ۔۔! ۱۳۔ جو تم نے کھالیا فنا کر دیا۔ جو پہن لیا اُس کو پُرانا کر دیا۔ ان میں سے کوئی چیز تمہارے ساتھ نہ رہے گی۔ ۱۴۔ جو کام تم نے کیے وہ تمہارے سامنے آئیں گے۔ ۱۵۔ اللہ کے پاس پہنچنا یقینی اور پختہ ہے۔ دوستوں سے جدا ہو جانا اٹل بات ہے۔ ۱۶۔ دنیا کی ابتداء ضعف اور فتور ہے اور اس کی انتہا موت اور قبر ہے۔ اگر دنیا کے رہنے والوں کو بقا ہوتا تو یہ بہت سے گھر ویران نہ ہوتے۔ پس اللہ سے دل لگاؤ۔ ماسوی اللہ سے رُخ پھیر لو اور اپنی تمام حالتوں میں اللہ کے سامنے گردنِ تسلیم خم کر دو۔ ۱۷۔ درویشوں کے طریقوں کو تواضع کے ساتھ طے کرو اور شریعت کے قدم بقدم اُن کی خدمت میں جمے رہو ۱۸۔ اپنی نیت کو وساوس کے میل کچیل سے محفوظ رکھو اور اپنے دل کو لوگوں کی طرف مائل ہونے سے روکے رکھو۔ ۱۹۔ اللہ کے دروازہ سے سُوکھی روٹی اور نمک ملا ہوا پانی ملے تو خوشی سے کھالو۔ دوسروں کے دروازے سے تازہ گوشت اور شہد بھی ملے تو ہرگز نہ کھاؤ۔ ۲۰۔ اپنی معاش کے لیے شریعت کے موافق حلال کمائی کا کوئی طریقہ اختیار کر لو اور اسبابِ معاش کے لیے حیلہ یعنی اہتمام اور فکر کرنا چھوڑ دو۔

۲۱۔ خبردار! درویشوں (اللہ والوں) کا دل نہ توڑنا۔ یعنی اُن کو رنج اور تکلیف پہونچانے سے بچتے رہنا۔ ۲۲۔ صلہ رحمی کرتے رہو

قرابت داروں کی خاطر مدارات میں کمی نہ کرنا۔ ۲۳۔جو تم پر ظلم کرے اس کو معاف کرنا۔ جو تمہارے مقابلے میں تکبر کرے تم اس کے سامنے تواضع اور عاجزی اختیار کرنا۔ ۲۴۔ وزیروں اور حاکموں کے دروازوں پر آمد و رفت نہ رکھنا۔ ۲۵۔ درویشوں اور قبروں کی زیارت زیادہ سے زیادہ کیا کرو تاکہ دنیا سے دل سرد ہو جائے۔ ۲۶۔ مخلوق سے نرمی کے ساتھ گفتگو کرو اور اُن کی عقل کے اندازے کے مطابق کلام کرو۔ یعنی جو بات اُن کی سمجھ سے باہر ہو اُن کے سامنے بیان نہ کرو۔ ۲۷۔ اپنے اخلاق کو سنوارو۔ ۲۸۔لوگوں سے اچھی طرح ملو اور جاہلوں سے کنارہ کرو۔ ۲۹۔یتیموں کی حاجتیں پوری کرنے میں لگے رہو۔ ان کی خاطر مدارات میں کوتاہی نہ کرو۔ ۳۰۔ جن غریبوں کو لوگوں نے چھوڑ دیا ہے اُن کے پاس زیادہ آمد و رفت رکھو۔ ۳۱۔ بیواؤں کی خدمت کے لیے سبقت کرو۔ تم مخلوق پر رحم کرو، خدا تم پر رحم کرے گا۔ ۳۲۔ اللہ کے ساتھ رہو، تم اللہ کو اپنے ساتھ پاؤ گے۔ ۳۳۔ اپنے تمام اقوال و افعال میں اخلاص کو اپنا ساتھی بناؤ۔ ۳۴۔ مخلوق کو حق تعالےٰ کا راستہ بتلانے کی کوشش میں لگے رہو۔ ۳۵۔ کرامات اور خوارقِ عادات کی طرف رغبت نہ کرو کیونکہ (سچے) اولیاء کرامات کو ایسا چھپاتے ہیں جیسے عورت حیض کو چھپاتی ہے۔ ۳۶۔ اللہ کے دروازے سے چمٹے رہو اور اپنے دل کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف متوجہ

(یہ فیض) رکھو اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہِ عالی سے اپنے شیخ کے وسیلہ سے رابطہ و تعلق قائم رکھو۔ ۳۷۔ اپنے شیخ کی خدمت میں اخلاص کے ساتھ (یعنی محض رضائے حق کے لیے) بدون کسی غرض اور دنیاوی حاجت کے جُٹے رہو۔ اُس کے گھر کا کام زیادہ کرو۔ اس کے سامنے باتیں کم کرو۔ تعظیم و وقار کے ساتھ شیخ کو دیکھو۔ تحقیر و تذلیل کی نگاہ سے کبھی نہ دیکھو۔ ۳۸۔ دوستوں کی خیر خواہی میں لگے رہو اُن کے دلوں میں الفت پیدا کرو۔ ۳۹۔ لوگوں کے درمیان صلح کراتے رہو۔ ۴۰۔ سچائی اور خلوص کے ساتھ لوگوں کو درویشوں کے دروازے پر جانے اور صوفیہ کرام کی جماعت کا راستہ اختیار کرنے کی ترغیب دیتے رہو۔ ۴۱۔ اپنے دل کو ذکرِ الٰہی سے آباد رکھو اور ظاہر کو فکر سے آراستہ کرو۔ اپنے ارادہ اور نیت میں اخلاص کا نور پیدا کرو۔ ۴۲۔ صرف اللہ سے ہی مدد چاہو اور اللہ کی طرف سے جو مصیبتیں آئیں اُن پر صبر کرو۔ اللہ سے راضی رہو اور ہر حالت میں الحمد للہ کہتے رہو۔ ۴۳۔ سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود زیادہ بھیجو۔ ۴۴۔ اگر تمہارے نفس میں شہوت یا تکبر کی حرکت پیدا ہو تو اللہ کے لیے نفل روزے رکھو کہ اس سے شہوت و تکبر میں کمی ہو جاتی ہے بشرطیکہ معقول مقدار میں روزے رکھے جائیں اور ایک دو پر بس نہ کی جائے۔ ۴۵۔ اللہ کی رسّی یعنی قرآنِ کریم کو مضبوطی سے پکڑے رہو۔ یعنی اپنی زندگی میں قرآنی احکام کو ہمہ وقت جاری و

ستاری کرنے کی فکر وکوشش میں لگے رہو۔ ۴۶۔ اپنے گھر میں بیٹھو بازاروں اور سیر گاہوں میں بلا ضرورت نہ جایا کرو جس نے سیر سپاٹا چھوڑ دیا اُس نے کامیابی حاصل کرلی[1] ۴۷۔ مہمان کی خاطر کرو ۴۸۔ اپنی بیوی بچوں، گھر والوں، خادموں، نوکروں کے ساتھ ہمدردی کرتے رہو۔ ۴۹۔ ہر حال میں اللہ کو یاد رکھو۔ ظاہر و باطن میں اللہ تعالیٰ کے لیے اخلاص کا اہتمام کرو۔ ۵۰۔ آخرت کے لیے اچھے اچھے کام کرو اور دنیا کے کاموں کو بھی نیت کی درستی کے ساتھ آخرت کے کام بنادو۔ ۵۱۔ قُلِ اللّٰہُ ثُمَّ ذَرْھُمْ فِیْ خَوْضِھِمْ یَلْعَبُوْنَ اور کہو اللہ۔ پھر لوگوں کو اُن کے مشغلوں میں کھیلتا ہوا چھوڑ دو۔ یعنی تم اللہ ہی کے لیے کرو جو کچھ کرو۔ اُسی کو ہر کام میں مطلوب و مقصود سمجھو۔ ۵۲۔ دوسروں کی حرص نہ کرو اُن کو اُن کے خیال میں مست رہنے دو۔ ۵۳۔ علماء شریعت کے محافظ ہیں۔ اگر عوام کو اُن سے نفرت ہوگئی تو شریعت کی حفاظت دشوار ہوجائے گی اور بدون شریعت کے تصوف کا وجود بھی قائم نہیں رہ سکتا۔ ۵۴۔ غیب سے جو کچھ آئے اور آسمان سے جو حادثہ نازل ہو اُس کو خوشی اور فراخ دلی سے لو اور اللہ تعالیٰ سے ہر حال میں خوش رہو۔ ۵۵۔ تم سے جہاں تک ہوسکے مخلوقِ خدا کی حاجتیں پوری کرنے میں لگے رہو۔ یعنی

---

[1] اگر سالک کو تفریح کی ضرورت ہو تو جنگل کی طرف یا مناظر قدرت کے دیکھنے کے لیے تنہا یا اپنے ہم مشرب ایک دو آدمی کو ساتھ لے کر نکل جائے۔

خدمتِ خلق کرتے رہو۔ کیوں کہ جو شخص اپنے بھائی کی ایک حاجت پوری کرے گا اللہ تعالےٰ آخرت میں اس کی ستّر حاجتیں پوری فرمائیں گے
۵۶۔ کسی قوم کا معزز آدمی ذلیل ہوگیا ہو یا مال دار محتاج ہوگیا ہو تو اُس پر خاص طور سے رحم کیا کرو۔ ۵۷۔ کثرت سے صدقہ کیا کرو۔ کیونکہ اللہ تعالےٰ اس کے سبب سے بلاؤں کو دور کر دیتے ہیں
۵۸ علماء سے میل جول قطع نہ کرو۔ اُن کی مجالس میں بیٹھا کرو اُن سے علم حاصل کرو۔ یہ مت کہو کہ فلاں عالم تو بے عمل ہے ہم اُس سے کیوں ملیں۔ تم اس سے علم کی باتیں لے لو اور خود اُن پر عمل کرو۔ اُس کو اور اس کے عمل کو اللہ کے حوالے کرو۔ ۵۹۔ اولیاء کرام کام کی بات ہر جگہ سے لے لیتے ہیں۔ کچھ پروا نہیں کرتے خواہ وہ کیسی زبان سے نکلی ہو۔ یا کسی پتھر پر لکھی ہوئی ہو۔ یا کسی کافر کے ذریعے پہونچی ہو۔
۶۰ علماء کا دامن پکڑ لو۔ میں یہ نہیں کہتا کہ تم فلسفہ سیکھو۔ بلکہ یہ کہتا ہوں کہ فقہ حاصل کرو، دین سیکھو۔ اللہ تعالےٰ جس کی بھلائی چاہتے ہیں اُس کو دین کی سمجھ عطا فرما دیتے ہیں۔ ۶۱۔ ایک دوسرے کے ساتھ مل کر شیطان سے جنگ کرو۔ کوئی نصیحت سے، کوئی اخلاق کے ذریعے سے، کوئی اپنے حال سے۔ کوئی اپنے کلام سے۔ غرضیکہ ہر کوئی شیطان کی طاقت توڑنے میں لگا رہے۔ ۶۲۔ درویش کی زندگی کا ہر سانس کبریتِ احمر (سرخ گندھک) سے زیادہ قیمتی ہے۔ وقت کو برباد کرنے سے بچو۔ وقت ایک تلوار ہے اگر درویش اُس کو ضائع کرتا ہے

تو وہ اُس کو کاٹ ڈالتا ہے۔ یعنی قربِ الٰہی کے درجے سے کاٹ کر الگ کر دیتا ہے۔

انسان کا جو سانس خدا کی یاد سے غفلت میں گزرتا ہے اس وقت اس کے اوپر شیطان مسلط ہو جاتا ہے۔

۶۳۔ مشائخِ طریق کا ادب کرو۔ کیونکہ جو شخص اُن کے دلوں کی تکدر اور کلفت سے حفاظت نہیں کرتا اللہ تعالیٰ اُس کے اوپر ایسے کُتّے مسلط کرتے ہیں جو اُس کو تکلیف دیتے رہتے ہیں۔ ۶۴۔ مخلوق کے ساتھ خیر خواہی سے رہو۔ نفس کے ساتھ مخالفت سے رہو۔ اور شیطان کے ساتھ دشمنی وعداوت سے رہو۔ ۶۵۔ اللہ کی نعمت کا شکر بقول جنیدؒ یہ ہے کہ اللہ کی نعمت سے اس کی نافرمانی میں مدد نہ لے (یعنی مال و دولت کو شراب، سنیما، سُود اور جُوے میں خرچ نہ کرے۔ اولاد بھی نعمت ہے۔ اس کا شکر یہ ہے کہ ان کو ایسی تعلیم نہ دے جس سے وہ خدا کی نافرمان بن جائے۔ ولایت ونسبتِ باطنی بھی ایک نعمت ہے اس کا شکر یہ ہے کہ اس سے تکبر وغرور نہ کرے لوگوں کے مال و دولت پر نظر نہ کرے۔ علم بھی ایک نعمت ہے اس کا شکر یہ ہے کہ اس سے جھگڑا وفساد میں مدد نہ لے اور اس کو اپنی قابلیت ولیاقت جتلانے کا ذریعہ نہ بنائے[ع] ۶۶۔ دنیا اور اہلِ دنیا سے نظر اٹھاؤ۔ کسی کے قبضہ میں نفع ونقصان نہیں سوائے خدا کے۔ پھر تم

ع مولانا ظفر احمد عثمانی سلمہ اللہ تعالیٰ۔

خدا کو چھوڑ کر دوسروں پر کیوں نظر کرتے ہو؟ - ۶۷ - ہمت کی تلواریں وہ کام کرتی ہیں جو کسی کے وہم میں بھی نہیں آتے۔

۶۸ - دلوں کے پردے دلوں کے تیروں سے ہی چاک ہوتے ہیں۔ بس اپنے دل کو کسی خدا رسیدہ کے حوالے کر دو کہ وہ اپنے دل کے تیروں سے تمہارے دل کے پردے چاک کر دے گا۔

۶۹ - اسلام نام ہے شریعت کی پیروی اور تقاضائے طبیعت سے بے رخی کرنے کا۔ ۷۰ - سچی معرفت حاصل کرو۔ جس کی حقیقت یہ ہے کہ اللہ کی ذات کو بھی واحد جانو اور اس کی صفات کو یکتا و بے نظیر پہچانو۔ اور مطلوب و مقصود بھی صرف اسی کو بناؤ۔ فاعلِ حقیقی بھی صرف اسی کو سمجھو۔ ۷۱ - وعظ میں اختصار کی رعایت رکھو۔ اور وعظ نام ہے غفلت والوں کو راستہ بتلانے کا۔

۷۲ - نصیحت پوری طرح کرو جس کی حقیقت زہد کی حفاظت کا طریقہ بتلانا ہے۔ ۷۳ - محبت میں سچائی پیدا کرو۔ اور محبت نام ہے محبوب کے ماسوا کو بھول جانے کا۔ ۷۴ - حلال روزی تلاش کرو۔ اور حلال وہ ہے جس کے کھانے والے کو دنیا میں تاوان نہ دینا پڑے اور آخرت میں اس کی وجہ سے مواخذہ نہ ہو۔

۷۵ - طاعت کے راستے پر سیدھے جمے رہو۔ اور طاعت یہ ہے کہ تمام اقوال و افعال و احوال میں رضائے الٰہی کو طلب کرے۔

۷۶ - صبر کے رستے کو مضبوط پکڑے رہو اور صبر یہ ہے کہ

دل کو اللہ تعالیٰ کے حکموں پر جمائے رکھے۔ ۷۷۔ عزلت و خلوت کو پاکیزہ بناؤ۔ اور ان کی حقیقت یہ ہے کہ اہلِ دنیا سے دور رہے۔ یعنی اُن سے طمع نہ رکھے۔ ۷۸۔ لوگوں سے ملنا جلنا چھوڑ دو۔ یعنی دل اُن کے ساتھ مشغول نہ ہو۔ اگرچہ بظاہر اُن کے درمیان ہی بیٹھا ہوا ہو۔ ۷۹۔ قانع وہ ہے جو تقدیر پر راضی ہو اور قدرِ ضرورت پر کفایت کرے۔ زیادہ کی ہوس نہ کرے۔ ۸۰۔ تم یہ کیا کہتے ہو کہ ابویزید بسطامیؒ نے یہ کہا۔ ابن منصور حلاجؒ نے یہ کہا۔ یہ تمہاری کیا حالت ہے؟ صوفیاء کی ان باتوں سے پہلے یہ کہو امام شافعیؒ نے یوں فرمایا۔ امام مالکؒ نے یوں فرمایا۔ امام احمدؒ نے یہ فرمایا۔ امام ابوحنیفہؒ نے یہ فرمایا۔ حارثؒ اور بایزیدؒ کا قول نہ تم کو گھٹا سکتا ہے نہ بڑھا سکتا ہے۔ کیونکہ وہ محض اسرار و احوال و مواجید اور کیفیات ہیں۔ جو ہر شخص کو جدا جدا پیش آتی ہیں۔ ان کے حاصل ہونے میں کسی کے ارادہ و اختیار کو دخل نہیں۔ اور امام شافعیؒ۔ امام مالکؒ۔ امام احمدؒ۔ امام ابوحنیفہؒ ائمہ شریعت کے اقوال کامیاب طریقے بتلاتے ہیں اور نزدیک کے راستے سے تمہیں لے جاتے ہیں۔ پہلے علم و عمل سے شریعت کے ستونوں کو مضبوط کر لو۔ اس کے بعد علم و عمل کی باریکیوں اور اسرار کو معلوم کرنے کے لیے ہمت بلند کرو۔ علم کی ایک مجلس ستر برس کی نفل عبادت سے افضل ہے۔

(ب م ۳۴۷)

شیخ کی وصیت اپنے خدام کو ـــــــــــ

۸۱۔ مجھے بھیک مانگنے والوں کا ڈھول نہ بنانا کہ جس طرح وہ ڈھول بجا کر لوگوں کو اپنی طرف متوجہ کرتے ہیں۔ اسی طرح تم میری (جھوٹی) تعریفیں کرکے لوگوں کو میری طرف مائل کرو ــــ!

۸۲۔ میری خانقاہ کو حرم شریف (کعبہ) کی طرح زیارت گاہ نہ بنانا۔ ۸۳۔ مرنے کے بعد میری قبر کو بُت نہ بنانا (کہ اس سے مُرادیں مانگنے لگو) ۸۴۔ اللہ سبحانہ کے تعلق کو لازم سمجھو۔ اللہ کے حق کی قسم اس کے سوا نہ کوئی ضرر دے سکتا ہے نہ نفع۔ نہ جدا کر سکتا ہے نہ ملا سکتا ہے۔ نہ دے سکتا ہے نہ روک سکتا ہے۔

۸۵۔ اس کا انکار نہیں ہو سکتا کہ اللہ تک پہونچنے کے لیے کچھ وسیلے ضرور ہیں۔ مثلاً اعمالِ صالحہ وغیرہ۔ اور کچھ واسطے بھی ہیں جن کی ناشکری نہیں کی جا سکتی۔ مثلاً سلسلہ کے مشائخ۔ مگر بڑی چیز ایک ہی بات ہے جس کو تم نے کہا اور واصل ہو گئے۔ وہ ہے آمنتُ باللہ الخ۔ جب تم اللہ پر ایمان لے آؤ گے تو اُس کی کتاب اور رسول اور ان تمام باتوں پر بھی ایمان لے آؤ گے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لائے ہیں۔

۸۶۔ بس آج کل سب سے زیادہ قابلِ رشک وہ مومن ہے جو اپنے زمانے کے حال سے واقف ہو اور زبان کی حفاظت رکھے اور اپنے کام میں لگا رہے اور نیک بندوں کے اعمال اختیار کیے رہے۔

میں نے سید عبدالملک الحربونی قدس اللہ سرہٗ سے عرض کیا مجھے کچھ وصیت کیجیے۔ فرمایا:-

۸۷۔ اے احمد! اِدھر اُدھر دیکھنے والا واصل نہیں ہوتا۔ مقصود تک پہونچنا اُسی کو نصیب ہوتا ہے جو سب طرف سے نگاہ ہٹا کر مقصود کی طرف ہمہ تن متوجہ ہو جائے۔ ۸۸۔ شک کرنے والا کامیاب نہیں ہوتا۔ کامیابی کا بڑا مدار یقین پر ہے کہ یہ سمجھ لے کہ میرا شیخ اللہ تک پہونچانے کا راستہ خوب جانتا ہے اور مجھے پہونچا سکتا ہے۔ جس کو شیخ پر اعتماد نہیں وہ محروم ہی رہتا ہے۔ ۸۹ جس شخص کو اپنے اندر نقصان نہ معلوم ہوتا ہو اور اپنے نقائص پر اس کی نظر نہ ہو اس کے تمام اوقات نقصان میں ہی گذر رہے ہیں۔

دوسرے سال مجھے یہ وصیت فرمائی:-

۹۰۔ اے احمد! طبیبوں کے لیے بیمار ہونا بہت بُرا ہے اور عقل مند کے لیے جاہل ہونا اور دوستوں کے لیے بے مروّت ہونا۔ انتہیٰ۔ ۹۱ ایسے علوم و حقائق بیان نہ کرو جس پر علماء گرفت کریں۔ نیز علماء ظاہر کے عیوب بھی بیان نہ کرو۔ اس سے وہ تمہارے پیچھے پڑ جائیں گے۔ ۹۲۔ اپنی نظر کا منتہیٰ اور نگاہوں کا مرکز مخلوق کے دیدار کو نہ بناؤ اور ان کی حالت کو دیکھ کر حرص نہ کرو کہ یہ لوگ بڑے آرام و راحت میں ہیں۔ کیونکہ مخلوق میں بادشاہ ہوں یا درمیانہ درجے کے لوگ یا ادنیٰ درجہ کے لوگ، عاجزی۔ احتیاج۔ ذلت و

مسکنت میں سب کی حالت برابر ہے۔ مگر آنکھوں پر پردے پڑے ہوئے ہیں۔ اگر تحقیق کیا جاوے تو جس کو تم نے بڑی راحت میں سمجھ رکھا ہے تم سے زیادہ تکلیف میں نظر آئے گا۔ ۹۳۔ لمبی عمر کی امید میں جوانی کو برباد کرنا اور قوت کے زمانے میں کام نہ کرنا سخت نادانی ہے۔ ۹۴۔ ہمت اس کا نام نہیں کہ آدمی پردے کے پیچھے کھڑا ہو جائے۔ ہمت اس کا نام ہے کہ پردہ کی آڑ توڑ کر نشست گاہ تک پہونچ جائے۔ مخلوق کے ہاتھ سے جو نفع نقصان پہونچتا ہے یہ محض پردہ ہے۔ جو اس سے خوف یا امید رکھے وہ ابھی تک پردے کے پیچھے ہے۔ آگے بڑھو تو تم کو نظر آئے گا کہ دوسری طاقت کام کر رہی ہے۔ مگر اس کے لیے ہمت کی ضرورت ہے۔ ب م ۷۴۔

۹۵۔ جس نے سب کو چھوڑ دیا سب کو پالیا۔ اور جس نے سب کو چاہا اُسے کچھ بھی نہ ملا۔ تم جن چیزوں کے طالب ہو اُن کے حاصل کرنے کا طریقہ یہی ہے کہ ان کو چھوڑ کر پیچھے کھڑے ہو جاؤ — ایک کو مطلوب بناؤ۔ تمہارے سب مطلوب ایک میں داخل ہو جائیں گے۔

۹۶۔ سچی عبودیت اور غلامی یہ ہے کہ بندہ اپنے کو آقا کے حوالے کر دے۔ درویش جب اپنے نفس کے لیے کسی سے انتقام لیتا ہے تو مشقت میں پڑ جاتا ہے۔ اور جب اپنا معاملہ مولیٰ کے سپرد کر دیتا ہے تو وہ خود اس کی مدد کرتا ہے۔ خاندان اور برادری کی —

اس کو ضرورت نہیں رہتی- چنانچہ ہم نے ایسا ہی کیا ہے۔ اپنے معاملات کو خدا کے سپرد کر دیا ہے۔ ۹۷ گھاٹے میں وہ ہے جس نے اپنی عمر اللہ کی نافرمانی میں گزار دی۔ زاہد وہ ہے جس نے اُن تمام چیزوں کو چھوڑ دیا جو اللہ تعالیٰ سے غافل کرنے والی ہیں۔ صاحبِ اقبال وہ ہے جو اللہ کی طرف متوجہ ہو گیا۔ اور جواں مرد وہ ہے جو اللہ سے نیچے نہ اُترے یعنی اللہ کے سوا کسی چیز پر توجہ نہ کرے اور اللہ ہی کی طرف لَو لگائے رکھے۔ ۹۸- عزیز من! کیا تم نہیں دیکھتے کہ بچہ جب دنیا میں آتا ہے تو حرص کے مارے مٹھی بند کیے ہوئے پیدا ہوتا ہے۔ اور جب یہاں سے جاتا ہے ہاتھ پھیلائے ہوئے نکلتا ہے اور زبانِ حال سے اقرار کرتا ہے کہ جس عارضی سامان پر اس نے حرص کی تھی اس سے خالی ہاتھ جا رہا ہے۔ نصیحت کے لیے موت کافی ہے۔ عبرت حاصل کرنے کو موت بس ہے۔ ۹۹ میں نے کوئی مشکل راستہ اور سہل طریقہ نہیں چھوڑا جس کے دروازے نہ کھولے ہوں اور لشکر ہمت کے ہاتھوں سے اس کے بادبان نہ اٹھا دیے ہوں۔ میں نے ہر دروازہ سے اللہ تعالیٰ کے پاس پہونچنا چاہا مگر ہر دروازے پر بہت زیادہ ہجوم پایا تو میں ذلت و انکسار کے دروازے سے پہونچا اُس کو میں نے خالی پایا اور اُسی سے واصل ہو کر اپنے مطلوب کو پالیا۔ دوسرے طالب دروازوں ہی پر کھڑے تھے مجھے میرے پروردگار نے اپنے فضل و عطا سے وہ دیا جس کو اس زمانے میں نہ کسی آنکھ نے دیکھا نہ کسی کان نے سُنا نہ کسی

بشر کے دل پر اس کا خیال گزرا۔ نصائح کے اخیر میں حضرت غوث الاسلام نے فرمایا :-

یہ ہے میری نصیحت تم کو اور ہر اُس شخص کو جو میرے طریقے پر چلے اور اپنے دوستوں کو اور تمام مسلمانوں کو اور اپنے چاہنے والوں کو اللہ تعالےٰ اُن کا شمار بڑھائے۔ اور میں خدائے عظیم سے تمام گناہوں کی خواہ پوشیدہ ہوں یا ظاہر۔ چھوٹے ہوں یا بڑے مغفرت چاہتا ہوں اور اُس کی بارگاہ میں توبہ کرتا ہوں کیونکہ وہی توبہ قبول کرنے والے بڑے مہربان ہیں —!

فخر اور بڑائی

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:-

إِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُوْرٍ

بے شک اللہ تعالیٰ پسند نہیں کرتا ہر اِترانے والے شیخی اور بڑائی مارنے والے کو۔

عزیز من — !

تم اپنے باپ دادا پر فخر کرتے ہو۔ کہ وہ بڑا عالم یا بزرگ تھا۔ سُنو — ! آدم علیہ السلام کی اولاد اور اسی طرح بہت سے پیغمبروں کی اولاد کافر ہو گئی۔ اُن کے لیے آدم علیہ السلام یا اور کسی نبی کی اولاد میں ہونا کچھ بھی باعثِ فخر نہ ہوا۔ اسی طرح یہ کیا ضروری ہے کہ تیرا باپ لائق ہو تو تُو بھی لائق ہو۔ ممکن ہے وہ لائق ہو اور تو نالائق ہو۔

یا تُو اپنے علم پر فخر کرتا ہے۔ سو ابلیس نے علم کی ہر گتھی کو سُلجھا لیا۔ دنیا کے تمام صحیفوں اور کتابوں کو پڑھا اور حل کر لیا۔ مگر تنہا علم سے اُس کو کچھ نفع نہ ہوا۔

تو اپنے مال پر فخر کرتا ہے سو قارون کو اُس کے مال نے ہی تباہ کیا۔

تو اپنی بادشاہت وحکومت پر فخر کرتا ہے مگر فرعون کو اُس کی بادشاہت اللہ کے عذاب سے ذرا نہ بچا سکی۔

عزیزمن ــ! ان چیزوں پر فخر کرنا چھوڑ دے اور ذلت و عاجزی اختیار کر کے اللہ کی طرف رجوع کر۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے سب سے یکسو ہو کر اللہ کی طرف رجوع کیا تو وہ ہلاک نہیں ہوئے۔ موسیٰ علیہ السلام نے اپنی ذلت کا بستر بچھا دیا تو وہ ذلیل نہیں ہوئے۔ یونس علیہ السلام نے جب سچی التجا سے لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ اِنِّیْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ (الٰہی! تیرے سوا کوئی معبود نہیں آپ تمام عیبوں سے پاک ہیں میں ہی خطاوار تھا) کہا تو اُن کی شان میں ذرہ برابر کمی نہ آئی۔ جب یوسف علیہ السلام نے اپنے کو تقدیرِ الٰہی کے حوالے کر دیا اور اللہ ہی پر بھروسہ کیا تو وہ ناکام نہیں ہوئے۔ نبی ایسے ہی ہوتے ہیں۔ رسولوں کا یہی طریقہ ہے۔ صدیقین اور صلحاء کا یہی طرز ہے۔ یہ حضرات فخر و تکبر سے پاک ہوتے ہیں۔ تواضع و خاکساری ان کا شعار ہے ــ اللہ کی باتیں بدل نہیں سکتیں۔ پس جو شخص بھی انبیاء و مرسلین علیہم السلام اور صدیقینؒ و صالحینؒ کے طریقے پر چلے گا وہ کبھی ناکام نہ ہوگا۔

ب م

مراقبۂ موت

بزرگو! انجام کو سوچو۔ بار بار سوچو۔ دنیا کی حقیقت، اس کی فنا اور اس کے انجام کے فکر میں دن گذارو۔ عزیزو! ہم سب فنا کے راستوں پر چل رہے ہیں اور وہ عن قریب ہم کو فنا یعنی موت کے گڑھوں میں گرا دیں گے جو ہماری نگاہوں سے اس وقت غائب اور چھپے ہوئے ہیں۔ ہم سب اپنی موت کی کشتیوں کو حرص کی ہواؤں اور طمع و لالچ کے پردوں سے آرزو اور امیدوں کے سمندروں میں چلا رہے ہیں۔ اور ہم کو عن قریب موت کی گہرائیوں میں غوطہ دیدیں گے۔ ہمارے افکار و خیالات دنیا کی ضرورتوں کے پورا کرنے میں لگے ہوئے ہیں حالانکہ زمانے کے حوادث کے ہاتھ ہم کو تھپیڑے دے رہے ہیں۔ اور موت کے منادی ہم کو پکار پکار کر کہہ رہے ہیں ؎

النَّاسُ فِی غَفَلَاتِہِم ‍ وَرَحَی الْمَنِیَّۃِ تَطحَنُ

مَا دُونَ دَائِرَۃِ الرَّحَی ‍ حِصْنٌ لِمَن یَتَحَصَّنُ

ترجمہ۱ لوگ غفلتوں میں پڑے ہوئے ہیں اور موت کی چکی برابر چل رہی ہے اور پیس رہی ہے۔

ترجمہ۲ اس چکی کے چکر سے پناہ ڈھونڈنے والے کے لیے کوئی پناہ نہیں اور موت کا فرشتہ ہر دن ہمارے آگے پیچھے پکارتا رہتا ہے۔

اَیۡنَمَا تَکُوۡنُوۡا یُدۡرِکۡکُّمُ الۡمَوۡتُ وَلَوۡ کُنۡتُمۡ فِیۡ بُرُوۡجٍ مُّشَیَّدَۃٍ ؕ	تم جہاں بھی ہو گے موت تم کو پکڑلے گی۔ اگرچہ تم مضبوط قلعوں میں کیوں نہ ہو۔

قبروں کی تاریکیاں ہمارے بدن کے وہاں پہونچنے کی منتظر ہیں اور ہم غفلتوں کے طوفان میں غرق اور شہوتوں کے نشے میں مست ہیں — اے عقل مند! تو کب تک اپنے نفس کو نجات کے راستے سے ہٹا کر ہلاکت و بربادی کے راستے پر ڈالتا رہے گا۔ کب تک طاعات کے کھلے میدان سے ہٹ کر گناہوں کی تنگ گھاٹیوں میں پھنسا رہے گا۔ تو اپنے کو خطاؤں کی شراب اور گناہوں کی گندگی پلا کر فتنوں اور آفتوں کے دریا میں غوطے دے رہا ہے۔ اور اگلی مصیبتوں کے لیے تیار کر رہا ہے۔

خوب سمجھ لے۔ تیری عمر تھوڑی ہے۔ بہت تھوڑی ہے اور پرکھنے والا بڑا بصیرت والا ہے اُس سے تیرا کوئی کھوٹ چھپا ہوا نہیں۔ آخر اللہ ہی کی طرف لوٹنا ہے ؎

یا ایها المعدودة انفاسه ۔۔۔ لابد یوماً ان یتم العدد

لابد من یوم بلا لیلة ۔۔۔ ولیلة تاتی بلا یوم غد

۱؎ اے انسان! جس کے سانس گنے ہوئے ہیں ایک نہ ایک دن یہ گنتی ضرور پوری ہو گی۔

۲؎ ایک دن ایسا بھی ضرور آئے گا جس کے بعد رات نہ آئے گی اور

ایک رات ایسی بھی آئے گی جس کے بعد اگلا دن نہ ہوگا۔
بڑے بڑے پہلوان بڑے بڑے امیر اور بادشاہ موت کا شکار ہوگئے اور کسی کے بنائے کچھ بھی نہ بنا۔ ب م ، ۵۱

طریقۂ مراقبہ :

موت کے مراقبے کا طریقہ یہ ہے کہ کسی وقت خلوت میں بیٹھ کر سارے خیالات دل سے نکال کر قلب کو پوری طرح فارغ کر کے توجہ اور عزم کے ساتھ موت کا دھیان کرو۔

اوّلاً اپنے اُن دوستوں اور عزیز و اقارب کا تصور کرو جو دنیا سے گذر گئے۔ اور ایک کے بعد دوسرے کا، پھر تیسرے کا پھر چوتھے کا غرضیکہ باری باری ہر ایک کا تصور کرتے جاؤ کہ ان کی یہ صورتیں کہاں چلی گئیں۔

یہ لوگ کتنی اور کیسی کیسی آرزوئیں اپنے ساتھ لے گئے عزت اور اقتدار کی ہوس اور مال کی حرص سب ان کے دلوں میں رہ گئی اور خود چلتے بنے، خاک کا ڈھیر ہوگئے، منوں مٹی کے نیچے دبے پڑے ہیں کہ ان کا کبھی کوئی نام بھی نہیں لیتا۔

ثانیاً —— ان مرنے والوں کے بدن اور جسم کا دھیان کرو کہ کیسے حسین اور نازک بدن تھے مگر اب ریزہ ریزہ ہوگئے۔ گل گئے۔ سڑ گئے پھٹ گئے۔ کیڑے مکوڑوں کی غذا بن گئے۔

ثالثاً — ان مرنے والوں کے اعضاء میں سے ایک ایک عضو کا دھیان کرو کہ وہ زبان کیا ہوگئی جو کسی وقت چُپ ہونا جانتی نہ تھی۔ وہ ہاتھ کہاں گئے جو حرکت سے تھکتے نہ تھے۔ اُن کی آنکھیں اور پتلیاں کس کیڑے کی خوراک بن گئیں۔ ان کی نرم و نازک ناک جو کبھی بدبو برداشت نہ کرتی تھی اور پھولوں کی بھینی بھینی خوشبوؤں کے سونگھنے کی عاشق تھی آج قبر کے اندر مُردہ لاش کی عفونت کس طرح برداشت کر رہی ہوگی۔ وہ پاؤں کیا ہوئے جو جان بچانے اور بدن کی روزی حاصل کرنے کے لیے ہمہ وقت دوڑتے پھرتے تھے اور آج قبر میں پڑے ہوئے جسم کی شکست و ریخت کا حسرت ناک منظر دیکھتے ہوئے بھی اس کی حفاظت کے لیے ایک قدم بھی نہیں اُٹھاتے۔ غرضیکہ اس طرح پر اگر فکرِ موت اور مراقبۂ موت کرو گے تو سعید بن جاؤ گے۔ کیوں کہ رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں :-

السعید من وُّعظ بغیرہٖ — سعید وہ ہے جو دوسروں کے ذریعے نصیحت حاصل کرے

افسوس — کہ ہم موت جیسی ہول ناک چیز سے غافل ہیں۔ اس زمین پر کہ جس کو ہم پاؤں سے روندتے ہیں ہم سے پہلے سیکڑوں آئے اور چل دیے مگر ہم سمجھتے ہیں کہ ہمیشہ یہیں رہیں گے۔ موت کا خطرناک سفر درپیش ہے مگر ہمیں کچھ پروا نہیں۔

ترمذی کی روایت ہے۔

کہ رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ کو نصیحت فرمائی تھی صبح ہو تو شام کا فکر نہ کرو اور شام ہو تو صبح کا خیال نہ لاؤ۔ اور دنیا میں آئے ہو تو زندگی میں موت کا سامان کرو۔ صحت کے زمانے میں مرض کا فکر کرو۔ کیوں کہ اے عبداللہ! کیا خبر ہے کل کو تمہارا کیا نام ہو گا۔ یعنی زندہ ہو گا یا مُردہ۔ جس چیز کے آنے کا کوئی وقت مقرر نہیں اس کا فکر تو ہر وقت ہونا چاہیے۔ پس اپنی امیدوں پہ خاک ڈالو اور آرزوؤں کو بڑھنے نہ دو۔ خدا جانے گھنٹہ کے بعد کیا ہوتا ہے۔

حضرت اُسامہؓ نے سَو دینار میں دو مہینے کے وعدہ پر ایک کنیز خریدی۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اُسامہ کی حالت پر تعجب کرو زندگی کا بھروسہ ایک دن کا بھی نہیں اور دو مہینے کے وعدہ پر باندی خرید لی ہے یہ طولِ امل ہے۔ خدا کی قسم ہے کہ میں نوالہ منہ میں رکھتا ہوں اور یقین نہیں کرتا کہ حلق سے نیچے اُترے گا ممکن ہے کہ نوالہ کھاتے ہی پھندا لگ جائے اور دم نکل جائے۔ لوگو! اگر تم کو عقل ہو تو اپنے کو مُردوں میں شمار کرو۔ قسم ہے اُس ذات کی جس کے قبضے میں محمد کی جان ہے جو کچھ وعدہ کیا گیا وہ اٹل ہے ضرور آنے والا ہے اور جو آنے والا ہے وہ بہت قریب ہے۔ اگر تم کو جنت کی خواہش ہو تو دنیا کی امیدوں کو کم کرو۔ موت کو ہر وقت پیشِ نظر رکھو۔ اللہ سے شرماؤ جیسا کہ شرمانے کا حق ہے۔ انشاء اللہ جنت میں داخل ہو جاؤ گے۔ (روایت ابن ابی الدنیا)

افکار امام غزالیؒ

ع لقمہ۔

دنیا کی حقیقت

بزرگو — !

اللہ کے پاس جانا ہے اُسی کی طرف لوٹنا ہے۔ ہر شخص اپنے ٹھکانے پر پہونچے گا۔ اور اُس کی عمر ایک نہ ایک دن پوری ہو جائے گی۔ پھر اس کے متعلق باز پرس ہوگی کہ عمرِ عزیز کو کس کام میں صرف کیا۔ اللہ تعالےٰ فرماتے ہیں :۔

مِنْهَا خَلَقْنٰكُمْ وَفِيْهَا	ہم نے تم کو مٹی سے پیدا کیا اور اُسی
نُعِيْدُكُمْ وَمِنْهَا نُخْرِجُكُمْ	میں تم کو لوٹا دیں گے پھر اُسی سے
تَارَةً اُخْرٰى ○	دوبارہ زندہ نکال کر کھڑا کر دیں گے۔

یہ غلہ گندم وغیرہ جو تم کھا رہے ہو تمہارے ہی جیسے آدمیوں کی مٹی سے اُگا ہے۔ کیونکہ زمین کے اندر بے شمار مخلوق دفن ہے جن کے بدن مٹی میں مل گئے ہیں - اُن میں قوت بھی تھی اور سخت جنگ جو بھی تھے مگر سب چل دیے۔ اور دنیا سے ایسے جُدا ہو گئے گویا کبھی تھے ہی نہیں ؎

هذا ترابٌ لو تامّل الفتیٰ	لرأیٰ علیہ من الجباہ بساطا
وکأنما ذراتہ لو میّزت	صیغت لالسنۃ الاولیٰ اسفاطا

ترجمہ :۔ اس مٹی میں اگر کوئی غور کرے ، تو اُس پر بہت سی پیشانیوں کو

بچھا ہوا پائے گا اور اگر اس کے ذرّوں کو الگ الگ کیا جائے تو یہ معلوم ہوگا کہ ان ذرات کو لوگوں کی زبانوں کے لیے غلاف بنا دیا گیا ——
صاحبو ——! ہم بہت سی زبانوں، پیشانیوں، رخساروں اور لبوں کو روندتے پھرتے ہیں
اے آنکھ والو!
عبرت حاصل کرو۔ یہ دنیا ہے اور یہ ہے اس کی حالت۔ یہ اس کے مکانات ہیں اور یہ ہیں اس کے آدمی، جن کا انجام سوا اس کے کچھ نہیں کہ سب مٹی میں مل جائیں گے۔ تم کو خدا کی قسم! کیا اس غور و فکر اور اس عبرت کے بعد بھی دنیا اور اس کے مکانات کی اور اُن کے بنانے سنوارنے کی کچھ طمع ہو سکتی ہے؟ بتلاؤ ——!
کیا میں اس خانقاہ میں اس لیے تعمیر لگاؤں کہ اس میں میری اولاد صالح۔ ابراہیم۔ ابوالقاسم اور کچھ مستورات رہیں گی۔
یا اُس گھر کو تعمیر و آباد کروں جس میں دوستوں سے جدا ہو کر مٹی سے کمر لگا کر مجھے خود رہنا ہے۔ کیا اس خانقاہ کو میرے باپ نے اپنے سواروں اور پیادوں کی مدد سے بنایا تھا اور بنا کر میرے لیے اپنے بعد چھوڑ گئے تھے؟
نہیں خدا کی قسم نہیں۔ بلکہ مجھے اللہ تعالیٰ نے اپنے احسان سے عطا فرمائی۔ خدا کی مہربانی اور کرم سے سب کچھ ہوا۔ اور کیا یہ احسان میرے ساتھ ہی مخصوص ہے؟ نہیں خدا کی قسم نہیں۔ بلکہ دنیا تو اللہ

تعالیٰ ہر شخص کو دیتے ہیں جس سے اُن کو محبت ہے اُس کو بھی اور جس سے محبت نہیں اُس کو بھی۔ ہاں ۔! آخرت کی نعمت صرف اُس کو دیں گے جس سے اُن کو محبت ہے۔ خدا تعالیٰ نے میرے باپ کو بھی گھر دیا۔ جگہ دی۔ کپڑا دیا۔ کھانے پینے کو دیا۔ اسی طرح مجھے بھی سب کچھ دیا اور میرے اہل وعیال کے لیے بھی اللہ کے علم میں رزق ہے جو لوح محفوظ میں مقدر ہو چکا ہے۔ اسی طرح تمام مخلوق کا حال ہے۔ یعنی سب کے واسطے رزق مقدر ہے۔ پھر یہ فضول خیالات اور گمراہی کے راستے میں بھٹکنا کس لیے؟ لوگ ساری عمر اہل وعیال کے لیے مکان بنانے، جائداد وغیرہ حاصل کرنے میں ضائع کر رہے ہیں۔ اور اپنے واسطے کچھ نہیں کرتے۔

ہوشیار، عقل مند وہ ہے جو اپنے پروردگار سے ڈرے۔ اپنے آپ کو عبادت میں لگائے رکھے اور مابعد الموت، مرے پیچھے کے لیے کام کرے۔

حق تعالیٰ کا ارشاد ہے:-

وَلَقَدْ كَتَبْنَا فِي الزَّبُورِ مِنْ بَعْدِ الذِّكْرِ أَنَّ الْأَرْضَ يَرِثُهَا عِبَادِيَ الصّٰلِحُوْنَ ○	اور ہم نے زبور میں نصیحت کے بعد لکھ دیا کہ زمین کے وارث میرے لائق بندے ہوں گے۔

پس لائق اولاد کے لیے تو فکر کی حاجت نہیں اور نالائقوں کو تمہارے فکر سے کچھ نفع نہیں۔ وہ تو تمہارا جمع کیا ہوا خزانہ اور جائیداد چار دن میں

ختم کر کے مفلس ہو جائیں گے۔

آیت کی تفسیر : ——

اس آیت کی تفسیر میں اختلاف ہے کہ زمین سے مُراد یہی زمین ہے یا جنت کی زمین۔ اور لائق لوگوں سے مراد نیک کام کرنے والے ہیں یا وہ سیاست اور حکومت کے لائق ہیں۔ اور میراث سے مراد باطنی میراث ہے یا ظاہری حکومت۔ بعض نے کہا ہے کہ اس سے مراد باطنی میراث ہے جس کے ذریعے بندے کو اللہ تعالیٰ کا قربِ کامل حاصل ہوتا ہے جب کہ وہ زمین سے لگتا ہے۔ حاصل یہ ہوا کہ اس زمین کے اصل مالک وہ ہیں جو زمین سے لگ کر اللہ کی عبادت کرتے ہیں۔ کیونکہ انسان کو زمین پر اسی لیے بھیجا گیا ہے۔ اس کو مٹی سے اسی لیے بنایا گیا تاکہ زمین سے لگ کر اپنی ذلت وعاجزی کا اظہار کرے۔ بس یہی لوگ زمین سے وہ کام لیتے ہیں جس کے لیے اُن کو اور زمین کو بنایا گیا۔ بس یہی لوگ زمین کے اصل مالک ہیں اور جو لوگ زمین سے یہ کام نہیں لیتے وہ اصل مالک نہیں بلکہ غاصب ظالم ہیں ——! اور بعض نے کہا ہے اُس سے مراد ظاہری میراث یعنی حکومت وسیاست مُراد ہے۔ یعنی زمین کے وارث یعنی حاکم وہ لوگ ہیں جو مخلوق کے استحقاق کے موافق زمین کی حکومت وسیاست اور انتظام کے لائق ہوں۔ کیونکہ لوگوں کے اعمال ہی حقیقت میں حکام ہیں

اس لیے سب کے سب یکساں سیاست کے مستحق نہیں بلکہ بعض نرمی کے مستحق ہیں بعض سختی کے۔ تمہارا سب سے بڑا حاکم خود تمہارا عمل ہے جیسے تم خود ہوگے ویسے ہی حاکم تمہارے اوپر مسلط کیے جائیں گے۔

اس تفسیر کی تائید اس آیت سے بھی ہوتی ہے:۔

اِنَّ الْاَرْضَ لِلّٰہِ یُوْرِثُھَا مَنْ یَّشَاءُ مِنْ عِبَادِہٖ	زمین اللہ کی ہے اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتا ہے وارث کر دیتا ہے۔

اس آیت میں یقیناً زمین سے مراد یہی زمین ہے اور میراث سے مراد حکومت و سلطنت ہے۔ کیونکہ یہ موسیٰ علیہ السلام کا قول ہے جس میں آپ نے بنی اسرائیل کو تسلی دی ہے اور اس میں یہ قید نہیں ہے کہ زمین کی حکومت صرف نیک بندوں کو ملے گی بلکہ عاقبت یعنی کامیابی آخرت کو متقین کے لیے خاص کیا گیا اور قرآن کریم کی آیات میں تعارض نہیں ہو سکتا۔ پس اِنَّ الْاَرْضَ یَرِثُھَا عِبَادِیَ الصّٰلِحُوْنَ میں اگر زمین سے دنیا کی زمین اور میراث سے حکومت مراد ہے تو "صالحون" کی تفسیر نیک بندوں سے نہ کی جائے گی بلکہ لائق اور قابل لوگ مراد لیے جائیں گے یعنی جن میں حکومت و سیاست اور انتظامی صلاحیت ہو خواہ مسلمان ہوں یا کافر نیک ہوں یا فاسق اور بے دین۔

تیسری تفسیر:۔۔۔۔۔۔

بعض لوگوں نے اس آیت کی تفسیر جنت کی زمین سے کی ہے۔ اور اس صورت میں مطلب یہ ہوگا کہ جنت کی زمین کے مالک میرے نیک بندے ہوں گے اور یہ سب کے سب ہدایت پر ہیں۔ ہر ایک کی تفسیر صحیح ہے کیونکہ قواعد شرعیہ کے خلاف کوئی نہیں۔ بہر حال یہ آیت بتلا رہی ہے کہ اگر اولاد قابل اور صالح ہو گی تو خود بخود زمین کی وارث ہو جائے گی اور نا قابل ہو گی تو باپ دادا کے ترکے کو بھی برباد کر دے گی۔ جب یہ بات ہے تو پھر اولاد کے لیے دنیا میں انہماک اور اس قدر فکر کیوں ہے؟

حضرت امام غزالیؒ فرماتے ہیں:۔

دنیا صرف مال و جاہ ہی کی محبت کا نام نہیں بلکہ موت سے پہلے جس حالت میں بھی تم ہو وہ سب دنیا ہے اور دنیا کی محبت تمام گناہوں کی جڑ ہے۔ دنیا کے تمام بکھیڑوں، مخلوقات اور موجودہ چیزوں کے ساتھ تعلق رکھنے کا نام دنیا کی محبت ہے۔ البتہ علم دین اور معرفتِ الٰہی اس نیک کام جن کا ثمرہ مرنے کے بعد ملنے والا ہے اگرچہ اُن کا وقوع دنیا میں ہوتا ہے مگر درحقیقت وہ دنیا سے مستثنیٰ ہیں اور اُن کی محبت دنیا کی محبت نہیں ہے بلکہ آخرت کی محبت ہے۔!

یاد رکھو۔! آدمی کو جاہ و عزت اور مال کے علاوہ اِن پانچ چیزوں سے بھی محبت ہوتی ہے:۔

(۱) زمین کی محبت ہوتی ہے کہ اس پر مکان بنائے۔ یا اُس میں کھیتی

کرے۔

(۲) نباتات کی محبت ہوتی ہے کہ سبزی، ترکاری، غلہ جات باغات وغیرہ کاشت کرے کہ اُن کو کھائے اور مزے اُڑائے۔

(۳) معدنیات کی محبت ہوتی ہے کہ برتن، زیورات اور اوزار وغیرہ بنائے یا سونا چاندی جمع کرے۔

(۴) حیوانات کی محبت ہوتی ہے مثلاً شکار کرے اُن کو کھائے یا اُن پر سواری کرے اور اپنی زینت بڑھائے۔

(۵) آدمیوں کی محبت ہوتی ہے۔ مثلاً یہ کہ عورتوں کو اپنے نکاح میں لائے یا مردوں کو غلام، نوکر اور خدمت گار بنائے انہی چیزوں کی محبت کا نام ہوائے نفس یعنی خواہشاتِ نفسانی ہے پس جس نے اپنے نفس کو ان خواہشاتِ نفسانی سے روک لیا اُس کا ٹھکانا جنت ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:-

وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَاْوٰى

یاد رکھو—! دنیا کی زندگی محض کھیل تماشہ ہے اور اس سے اکثر باطنی امراضِ مہلکہ مثلاً غرور۔ نخوت۔ کینہ۔ حسد۔ ریاء۔ تفاخر اور بڑھوتری کی حرص پیدا ہوتی ہے اور جب کسی آدمی کو دنیاوی زندگی کی درستی و آرائش کا شوق پیدا ہوتا ہے تو تجارت، زراعت صنعت حرفت کے ناپائدار مشغلوں میں ایسا پھنس جاتا ہے کہ آگے پیچھے، مبدأ و معاد کی اس کو کچھ خبر نہیں رہتی اور ظاہر و باطن دونوں دنیا کے ہی

ہو رہتے ہیں۔ اس کا قلب دنیا کی محبت میں مشغول ہو جاتا ہے اور بدن اس کی اصلاح و تدبیر میں مصروف ہو جاتا ہے۔ حالانکہ دنیا توشۂ آخرت ہے اور اس سے مقصود یہی ہے کہ مسافرانِ آخرت بآسانی اپنا سفر ختم کر سکیں مگر بے وقوف اور احمق لوگوں نے اسی کو مقصودِ اصلی سمجھ لیا اور طرح طرح کے کاموں اور قسم قسم کی خواہشوں میں ایسے پڑے کہ آنے والے وقت کو بالکل بھول گئے۔

دنیا داروں کی مثال ________

ان لوگوں کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی شخص حج کی نیت سے روانہ ہو اور جنگل میں پہونچ کر گھانس دانہ کو دیکھ کر سواری کے جانور کو موٹا کرنے کی فکر میں لگ جائے اور ہمراہیوں سے پیچھے رہ جائے۔ اس کی حالت پر افسوس ہے کہ تن تنہا جنگل میں رہ گیا اور قافلہ کوچ کر گیا۔ جس نیت سے چلا تھا یعنی حج وہ بھی گیا گذرا ہوا اور انجام یہ ہوا کہ جنگلی درندوں نے موٹی تازی سواری کو بھی چیر پھاڑ ڈالا۔ اور سواری والے کو بھی اپنے منہ کا نوالہ بنا گئے۔

یاد رکھو کہ دنیا آخرت کی کھیتی اور منزل کا پڑاؤ ہے اور تم اپنے جسمِ خاکی پر سوار ہو کر سفرِ آخرت کر رہے ہو۔ اس لیے تم کو چاہیے کہ اپنی سواری کا گھانس، دانہ بقدرِ کفایت اٹھاؤ اور سفری ضرورتوں میں کام آنے والا سامان مہیا کر کے وہ بیج بوؤ جس کو آخرت میں کاٹو اور پھر

دائمی زندگی آرام سے گذار سکو گے۔ اور اگر اس کے بجائے سواری یعنی جسم کی پرورش اور فربہی میں مشغول ہو جاؤ گے تو قافلہ کوچ کر جائیگا، اور تم منزلِ مقصود پر نہ پہونچ سکو گے۔

حق تعالیٰ کی محبت کے بغیر آخرت کی دائمی نعمتیں ہرگز نہیں مل سکتیں
—— مَنْ عَرَفَ نَفْسَہٗ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّہٗ۔

جو شخص اپنے نفس کی ماہیت سے واقف ہو گیا، معرفتِ الٰہی حاصل کر لی اور جس نے کمینی دنیا کی حقیقت سمجھ لی وہ خوب سمجھ سکتا ہے کہ حق تعالیٰ کی محبت کے بغیر آخرت کی جاوید نعمتیں ہرگز نہیں مل سکتیں اور حق تعالیٰ کی محبت کے ساتھ دنیا کی محبت کا جمع ہونا ایسا ہی ناممکن ہے جس طرح ایک برتن میں آگ اور پانی کا جمع ہونا ناممکن ہے اور جب تک انسان دنیا سے منہ نہ پھیرے گا اور ان فانی تعلقات کو منقطع کر کے بقدرِ ضرورت دنیا پر قناعت کر کے باطمینان ہر لحظہ فکر و ذکرِ الٰہی میں مشغول نہ ہو جائے گا اُس وقت تک حق تعالیٰ کی محبت پیدا نہ ہوگی ——!

اگر تمہاری ایسی حالت ہو جائے اور نورِ بصیرت کے مشاہدہ کر یہ اسرار منکشف ہو جائیں تب تو کسی کے سمجھانے اور بتلانے کی ضرورت ہی نہیں۔ ورنہ شریعت کے تابع بن کر دیکھو کہ اللہ تعالیٰ نے دنیا کی کس قدر مذمت فرمائی ہے۔ تقریباً تہائی قرآن اس دل فریب سبزہ زار زہرِ قاتل لاعلاج کی بُرائیوں سے بھرا ہوا ہے۔

ابن ابی الدنیا کی مُرسل روایت ہے :۔
آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا " تعجب ہے اُن بندوں پر جو عالمِ آخرت کو سچا سمجھیں اور پھر اس ناپائدار پر فریفتہ ہوں ۔"
(انتہٰی)

خوب سمجھ لو — ! جو لوگ دنیا کو مقصود سمجھ کر اس کے کمانے میں مشغول ہو جاتے ہیں وہ سدا پریشان رہتے ہیں کیوں کہ اُن کی طلب کبھی ختم نہیں ہوتی — اُن کا فکر کبھی رفع نہیں ہوتا — ! اُن کی آرزو کبھی پوری نہیں ہو سکتی — اُن کا رنج و غم کبھی دور نہیں ہو سکتا۔

حضرت عیسٰی علیہ السلام کا مکاشفہ : ——————

حضرت عیسٰی علیہ السلام پر ایک دن دنیا کی حقیقت منکشف ہوئی۔ انہوں نے دیکھا کہ ایک بد صورت بڑھیا بناؤ سنگار کیے ہوئے زیور و پوشاک پہنے بنی ٹھنی بیٹھی ہے۔ آپ نے پوچھا، اری بڑھیا! تو کتنے لوگوں سے نکاح کر چکی ہے؟ دنیا نے جواب دیا کہ بے شمار آدمیوں سے۔ آپ نے فرمایا کہ اُن شوہروں کا انتقال ہو گیا، یا تجھ کو طلاق دے گئے۔ دنیا نے جواب دیا کہ طلاق دینے کی ہمت تو کس کو ہوتی — میں نے سب کو مار ڈالا۔ یہ سُن کر حضرت عیسٰی علیہ السلام نے فرمایا کہ تیرے موجودہ شوہروں پر افسوس ہے کہ اُن کو گذشتہ شوہروں کی حالت سے عبرت نہیں ہوتی۔

مسلمانو۔۔۔! ہوشیار ہو۔ سنبھلو۔ دنیا بڑی بے وفا ہے اس سے بچو۔ اس کا جادو ہاروت و ماروت کے جادو سے زیادہ اور جلد اثر کرتا ہے۔ (کیوں کہ ہاروت و ماروت کا جادو عورت اور مرد کے درمیان جدائی اور تفریق کرا دیتا تھا اور دنیا کا جادو بندہ اور اُس کے رب کے درمیان جدائی کرا دیتا ہے۔)

اس مقالہ کے بعد امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:-

"اگر جو کی روٹی نمک کے ساتھ کھا کر اور ٹاٹ پہن کر زندگی گذار دو گے تب بھی زندگی گذر جائے گی۔۔۔ خدارا۔۔۔ آخرت کا فکر کرو کہ وہاں کی رتّی برابر نعمت کا نہ ملنا بھی بڑی تکلیف اور مصیبت کا سبب ہے۔

ایک شیطانی وسوسہ :۔۔۔۔۔۔۔

بعض لوگ دھوکہ کھائے ہوئے ہیں۔ وہ سمجھتے ہیں کہ ہمارا بدن دنیا میں خواہ کتنا ہی مصروف رہے مگر ہمارا قلب دنیا سے فارغ اور خالی رہتا ہے۔

یاد رکھو۔۔۔! کہ یہ شیطانی وسوسہ ہے۔ بھلا۔۔۔! کوئی شخص دریا میں چلے اور پاؤں نہ بھیگے یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ اگر تم کو دنیا کی

ے یہ وجہ میرے حضرت الشیخ مرشدنا مولانا عبدالغفور صاحب المدنی سلمہم اللہ تعالیٰ اپنی مجالس میں اکثر بیان فرماتے رہتے ہیں۔ محمد ادریس

طلب ہوگی اور ضرورت سے زیادہ دنیا کمانے کی تدبیروں میں لگو گے تو ضروری بات ہے کہ پریشان رہو گے اور دین کو ہاتھ سے کھو بیٹھو گے یہ بھی یاد رکھو کہ دنیا کی یہ طلب کبھی ختم نہ ہوگی اور اس کی حرص ہمیشہ ہمیشہ بڑھتی ہی رہے گی۔ کیوں کہ دنیا کی مثال سمندر کے کھاری پانی کی سی ہے کہ جتنا پیو گے اسی قدر پیاس زیادہ لگے گی۔ بھلا جو چیز تم سے ایک دن چھوٹ جانے والی ہے اُس میں مصروف ہونا اگر اپنے رنج کا سامان کرنا نہیں تو اور کیا ہے؟

دنیا کی مثال ——— سانپ کی مانند ہے کہ چھونے میں نہایت نرم مگر منہ میں قاتل و مہلک زہر لیے ہوئے ہے اس بے وفا کی مفارقت یقینی ہے۔ لہٰذا اس کے ہاتھ آجانے پر خوش ہونا اور ہاتھ نہ آنے پر رنج و ملال کرنا دونوں فضول ہیں۔ دنیا کے زر و مال کو اپنے اطمینان کا ذریعہ سمجھنا بڑی حماقت ہے۔ جہاں ہمیشہ رہنا نہیں، وہاں اطمینان کیسا؟

دنیا کی مثال (۲) ———

دنیا کی مثال ایسی ہے جیسے کسی مہمان نواز نے اپنا مکان آراستہ کیا اور شیشہ وغیرہ کے سامانِ آرائش سے سجا کر مہمانوں کو بُلایا اور اُس میں بٹھا کر عطر، خوشبوؤں اور پھولوں سے بھرا ہوا طباق اُن کے سامنے رکھ دیا۔ ظاہر ہے کہ صاحبِ مکان کا مطلب اس سے یہ ہے کہ طباق میں

رکھے ہوئے پھولوں کو سونگھو اور پاس والوں کے آگے سرکا دو کہ وہ بھی اسی طرح نفع اٹھائیں اور خوشی برابر والوں کے سامنے کر دیں یہ مطلب نہیں کہ سارے طباق پر تم ہی قبضہ کر بیٹھو۔ پس اگر کوئی شخص آداب مجلس سے واقف نہ ہو اور طباق کو اپنا نذرانہ سمجھ کر اپنی بغل میں دبا لے تو اس کی حماقت پر حاضرین مجلس مذاق اڑائیں گے اور اس کے بعد یہ نتیجہ ہوگا کہ مالک مکان زبردستی اُس سے طباق چھین کر دوسروں کے سامنے رکھ دے گا۔ تم ہی سوچو کہ اُس وقت اس کو کیسی ندامت ہوگی۔ اسی طرح دنیا حق تعالیٰ کی میزبانی کی جگہ ہے اس سے حق تعالیٰ کا یہ مقصود ہے کہ آخرت کے مسافر آئیں اور بقدر ضرورت اس طرح نفع اٹھائیں جس طرح مُستعار اور مانگی ہوئی چیزوں سے نفع اٹھاتے اور اپنی حاجتیں رفع کیا کرتے ہیں۔ اس کے بعد بخوشی خاطر اس کو دوسروں کے حوالے کر کے اپنا راستہ لیں اور آخرت میں آپہونچیں۔ پس مستعار (عارضی) چیزوں سے دل کا لگانا حقیقت میں چلتے وقت اپنے آپ کو شرمندہ و رنجیدہ بنانا ہے۔

التفهيماتُ الربّانيّة

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

"فیض الغفور" کے پیش نظر حصہ میں دو اُوپر ساٹھ وارِدات وکیفیات اس امید پہ قلم بند کر دیے ہیں کہ شاید کسی مسافر کا زادِ راہ اور اللہ تعالیٰ شانہٗ، محض اپنے فضل سے اپنے کسی بندے کی ہدایت اور رہ نمائی کا ذریعہ اور اس ناچیز کے لیے وسیلہ مغفرت بنا دیں۔

وَمَا كُنَّا لِنَهْتَدِيَ لَوْلَآ اَنْ هَدٰنَا اللّٰهُ

مگر؛

قال را بگذار مردِ حال شو
پیشِ مردِ کاملے پامال شو

واقف کار حضرات اگر کوئی تسامحِ شرعی ملاحظہ فرمائیں تو برائے ترمیم واصلاح ناچیز کو مطلع فرمائیں، کیونکہ اصل شریعت ہے وارِدات وکیفیات اس کے تابع ہیں۔

ناچیز

مرتب

التفہیماتُ الربّانیہ

(۱) **طلبِ شہرت وجاہ** شہرت وجاہ کا طالب محروم ہے، دنیا میں انوارِ ولایت سے، اور عقبیٰ میں عنایاتِ رب سے۔ حق تعالےٰ کا فرمان ہے:-

تِلْكَ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ نَجْعَلُهَا لِلَّذِيْنَ لَا يُرِيْدُوْنَ عُلُوًّا فِي الْاَرْضِ وَلَا فَسَادًا ؕ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ ○

یہ آخرت کا گھر دیں گے ہم اُن کو جو خواہش نہیں رکھتے بڑے بننے کی دنیا میں، اور نہ بگاڑ چاہتے ہیں (اُس کا) اور اچھا انجام پرہیزگاروں کا ہے۔

چنانچہ مولانا رومیؒ فرماتے ہیں ؎

اشتہارِ خلق بندِ محکم ست
بندِ ایں از بندِ آہن کے کم ست

شہرت کی خواہش وطلب مضبوط بیڑی ہے جو اللہ تک نہیں پہونچنے دے گی۔ اس بیڑی اور زنجیر کو توڑ دو تو خدا تک پہونچو۔

(۲) **ذکر وفکر کا طریقہ** ذکر اور مراقبہ شروع کرنے سے پہلے زبانِ حال یا زبانِ قال سے کہے الٰہی! میں اپنے بے ڈھنگے

قلب کے ساتھ تیری نگاہِ کرم کا سوال لے کر تیرے حضور حاضری کے لیے آیا ہوں۔

(۳) خواہش خلافت خلافتِ شیخ کی خواہش مند مرید اللہ کی خلافت و نیابت سے محروم رہتے ہیں۔ کیونکہ جس سالک کے دل میں غیر اللہ کی خواہش و طلب ہو گی وہ دل فیضانِ الٰہی کا ظرف و مقام نہ بنے گا۔ غیر اللہ کو دل سے نکال کر ہی اُس کو بسا سکتے ہو۔

(۴) اللہ کی ایک نظر حافظ شیرازی فرماتے ہیں ؎

آناں کہ خاک را بہ نظر کیمیا کنند
آیا بود کہ گوشۂ چشمے بہ ما کنند

خاک سے مراد بدن کا عنصرِ خاکی ہے۔ یعنی حضرات اولیاء اللہ کی نظر انسان کے جسمِ خاکی کو کیمیا بنا دیتی ہے کہ پھر اس کی صحبت و فیضِ نظر سے ہزاروں انسان کندن بن جاتے ہیں۔ جب اہلِ نظر کی ایک نظر کیمیا بنا دے، تو اللہ تعالےٰ کی ایک نگاہِ کرم و رحمت کیا کچھ نہ بنا دے گی۔ ؏

؏ اللہ تعالیٰ کو۔ ؏ اہلِ نظر و خالقِ اہلِ نظر کا یہ تقابل سمجھانے کے لیے ہے ورنہ جس طرح حق تعالیٰ کی ذاتِ عالی بے مثل و بے مثال ہے اسی طرح اُس کی جملہ صفات بھی بے مثل و بے مثال ہیں اور جس طرح اُس کی ذات کا ادراک نہیں ہو سکتا اسی طرح اُس کی صفات بھی ناقابلِ ادراک ہیں۔

(۵) خلافِ شرع پیر کور باطن یعنی خلافِ شرع پیر مانند اُس عطر کی شیشی کے ہے جس پر عطر کا لیبل تو لگا ہوا ہو مگر اندر سے خالی ہو۔ ایسے خلاف شرع پیر سے دھوکہ تو لگ سکتا ہے مگر روح کو فائدہ نہیں پہونچ سکتا ہے۔[۵]

(۶) پیر منزل نہیں نشانِ منزل ہے شیخ منزل نہیں بلکہ نشانِ منزل ہے۔ اسی طرح نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ عالی بھی منزل نہیں بلکہ نشانِ منزل ہے۔ سالک اور مرید کی منزل ذاتِ حق سبحانہٗ و تعالیٰ ہے۔[۶]

(۷) رابطۂ شیخ اور اس کے متعلقات رابطۂ شیخ سلوک کی ابتدا۔ اور رابطۂ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اُس کا درمیانی درجہ اور رابطۂ حق سُبحانہٗ وتعالےٰ اس راہ کی انتہا ہے — ! رابطۂ شیخ شیشہ کی طرح نازک ہے اور رابطۂ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نازک تر۔ مگر رابطۂ حق تعالےٰ انتہائی قوی اور بے خطر ہے۔ یہاں پہونچ کر بھٹکنے کا احتمال نہیں رہتا۔

(۸) رابطۂ شیخِ کامل موصل الیٰ رابطۂ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہو جاتا ہے۔ اور رابطۂ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم موصل الیٰ رابطہ حق

---

[۵] بلکہ ایسے پیروں کی صحبت واختلاط روحِ اسلامی کے لیے زہر قاتل ہے جہاں تک ممکن ہو خود کو اِن کے سایہ سے بھی بچاؤ۔

[۶] صبح ۱۴؍ دسمبر ۱۹۶۱ء

ہوا کرتا ہے۔

رابطۂ شیخ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم کا دروازہ ہے۔ جب مرید کو شیخ کامل سے صحیح رابطہ پیدا ہو جائے تو اللہ تعالیٰ کا شکر کرے کہ اُس نے اپنے فضل کا دروازہ اس کے لیے کھولنے کا ارادہ فرمایا اور اپنی رحمت کے پاور ہاؤس (Power House) سے اس کو کنکشن (Connection) دے دیا۔ اس کنکشن کی حفاظت کرو کہ تار ٹوٹنے نہ پائے اور دروازے کی حفاظت کرو کہ بند نہ ہو جائے۔

(۹) آدابِ مجلسِ شیخ شیخ کی مجلس میں پہونچ کر نمایاں بننے کی کوشش کرنا بھی نفس کے عقباتِ[۱] میں سے ایک عقبہ ہے۔ اس عقبہ سے خود کو نکالنا سالک کے لیے ازبس ضروری ہے شیخ کی مجلس میں پہونچ کر لاشئے اور گم نام بننے کی کوشش کرو۔

(۱۰) قربِ حق طاعات، عبادات اور دعاؤں کے ذریعے اللہ تعالیٰ کا دروازہ کھٹ کھٹاتے رہو۔ تا آنکہ وہ تمہارے لیے اپنی توفیق کا دروازہ کھول کر فرمائیں اندر آ، اور نزدیک آ یہی قربِ حق ہے اور اسی کو کہتے ہیں وصالِ حق۔

(۱۱) اشغالِ سُلوک سالک کو چاہیے کہ حسنِ اخلاق۔ نظمِ معمولات۔ سُننِ نبوی سے والہانہ لگاؤ،[۲]

---

[۱] عقبات جمع ہے عقبہ کی بمعنی گھاٹی۔ [۲] فرائض وسُنن کی ادائیگی میں باقاعدگی۔

فکرِ آخرت، خشیۂ[1] الٰہی۔ انبیاء و اولیاء کرام کے ادب، علماء و اہلِ بیت کے اکرام، تواضع و انکسار، حلم و عفو، سخاوت، شفقت علی الخلق، اور کثرتِ دعا کے ساتھ اپنی مدد کرے۔ مرید کے اصل اشغال اور وظائف یہی کچھ ہیں۔

(۱۲) کمزور اور فانی سہارے کمزور اور فانی سہاروں پر تکیہ اور بھروسہ کرنے والا ہر وقت خطرے میں ہے۔ تکیہ اُس ذات پر کرو جو قوی بھی ہے اور باقی بھی۔ یہ سب سہارے ٹوٹ بھی جائیں گے اور چھوٹ بھی جائیں گے۔ اللہ کی ذاتِ عالی پر تکیہ کرو اور اُس کا سہارا لو جو نہ کبھی ٹوٹے گا اور نہ کبھی چھوٹے گا۔[2]

(۱۳) شیخ مطلوب نہیں شیخ کو قربِ الٰہی کا ذریعہ سمجھو۔ مقصود اور شیخ نہیں بلکہ ذاتِ حق سُبحانہٗ وتعالیٰ ہے۔ سالک پر ایک وقت آتا ہے جب کہ وہ لَآ اِلٰہَ کی نفی سے شیخ کی ذات کی بھی نفی کرتا ہے۔ اور اُس کا مطلوب محض ذاتِ حق اور اُس کا دھیان ذاتِ بحت پر ہوتا ہے۔

(۱۴) لطائف پر فیض آنے کا مطلب لطائف پر فیضِ الٰہی (ذاتی یا صفاتی) آنے کا یہ مطلب ہے کہ خدا تعالیٰ نے اِن لطائف کو جن وظائف کے لیے

---

[1] مراد خوف و خدا ترسی
[2] صبح ۲۱ر دسمبر ۱۹۶۱ء

خلق یا امر فرمایا وہ وظائف اِن لطائف سے انجام پانے لگیں۔ کوئی نُور میں اٹک گیا کوئی سُرور میں۔ مگر مقصد نہ نور ہے نہ سرور بلکہ دونوں سے دُور ـــــ ہے۔

(۱۵) علمِ شریعت و طریقت کی غرض

عالمو ـــ! علم سیکھو، رضاء الٰہی اور اُس کی معرفت میں گم ہونے کے لیے۔ صوفیو ـــ! سُلوک سیکھو۔ اُس کی ذات و صفات میں گم ہونے کے لیے۔ یہاں تک کہ اپنی ذات سے بھی گم ہو جاؤ۔ جس طرح کوئیں میں غوطہ لگانے والا سب سے گم ہو جاتا ہے تم معرفت کے دریا میں غوطہ لگاؤ اور سب سے گم ہو جاؤ۔

(۱۶) فنا اور اس کی دعا

میرے مولیٰ ـــ! مجھے اپنی ذات و صفات میں گم فرما۔ ایسا گم کہ میرا وجود باقی نہ رہے۔ میرا وجود سمندر کے مقابلے میں قطرہ بھی نہیں۔ یہ قطرہ سمندر میں گم ہو اور باقی سمندر رہ جائے۔

(۱۷) باوفا صرف اُس کی ذات ہے

تیری ذات ہی فدا ہونے کے قابل ہے۔ کیوں کہ تو ہی وفا دار ہے اور تیرے سوا کہیں بھی وفا نہیں۔

كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ ۝ وَّ يَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلٰلِ وَالْاِكْرَامِ ۝	عالَم کی ہر چیز فانی ہے اور باقی رہنے والی ذات تیرے رب ذو الجلال و الاکرام کی ذات ہے۔

(۱۸) یہاں اور وہاں کا تقابل

وہاںؔ[1] کی باقی لذتوں کی خاطر یہاںؔ[2] کی فانی لذتوں کو۔ اور وہاں کی ابدی راحت کی خاطر یہاں کی عارضی راحت کو قربان کر[3]۔ آخرت کی بڑائی چاہتا ہے تو یہاں کی بڑائی کا خیال ترک کر۔ اللہ کا فرمان ہے :-

مَا عِنْدَ كُمْ يَنْفَدُ وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ بَاقٍ ۔ — جو کچھ تمہارے پاس ہے ختم ہو جائیگا اور جو اللہ کے پاس ہے ہمیشہ اور سدا رہے گا۔

دنیا کی ہر شئے۔ ہر راحت۔ ہر نعمت ختم ہونی اور مٹ جانی ہے مگر آخرت کی ہر شئے۔ ہر نعمت و ہر راحت سدا رہنے والی اور ہمیشہ ہمیشہ ساتھ دینے والی ہے۔

(۱۹) دعویٰ و صورتِ دعویٰ

سالک کو چاہیے کہ دعوے سے بچے اور صورتِ دعوے سے بھی۔ دعویٰ یہ ہے کہ مثلاً کہے کہ مجھے یہ کشف ہوا، یا فلاں مقام کی سیر ہوئی۔ میرے خواب سچے ہوتے ہیں۔ میرے تعویذ سے مریض اچھے ہو جاتے ہیں۔ میری دعائیں قبول ہوتی ہیں۔ صورتِ دعویٰ یہ ہے کہ کہے اس مضمون کی مجھے آمد ہوئی یا یہ مضمون مجھ پر خدا کی جانب سے القا ہوا۔ کیوں کہ

---

[1] مراد آخرت ہے۔ [2] مراد دنیا اور اس کی فانی زندگی ہے۔

[3] حق تعالیٰ کا ارشاد ہے وَجَزٰهُمْ بِمَا صَبَرُوْا جَنَّةً وَّحَرِيْرًا (انسان)

سالک جب ذکر و فکر کی کثرت کرتا ہے تو عجیب عجیب مضامین کی آمد شروع ہو جاتی ہے۔ پس ایسے وقت سالک کو چاہیے کہ مفید مضامین کو بیان کر دے مگر یہ نہ کہے کہ یہ مضامین میرے ذہن میں من جانب اللہ آئے ہیں کیونکہ یہ کہنا اگر دعویٰ نہیں تو صورتِ دعویٰ ضرور ہے کہ میں بھی کچھ ہو گیا ہوں۔

(۲۰) **حقیقتِ مُراقبہ** اللہ کی صفاتِ عالیہ پر دھیان جمانے کی مشق کرنے اور اس کی صفات پر یقین جمانے کا نام مراقبہ ہے۔

(۲۱) **تفریغ قلب** قلب کو اللہ کے لیے فارغ رکھو شیخ کی مسند کو شیخ کی مجلس کے لیے مخصوص (Reserve) رکھنے کا تو اہتمام کرتے ہو مگر قلب کو اللہ کے لیے مخصوص اور ریزرو رکھنے کا اہتمام نہیں کرتے۔ غیر اللہ کی جگہ مومن کا قلب نہیں۔ اس قلب میں تو اللہ کو بسا ؤ اور صرف اللہ کو۔ کیوں کہ غیر اللہ کو دل میں جگہ دینا اہلِ طریقت کے نزدیک شرک[۱] ہے۔ بھلا جہاں اللہ کا غیر موجود ہو وہاں اللہ تعالیٰ کی غیور ذات[۲] کب آسکتی ہے۔ کلّا ثم کلّا ہر گز نہیں ہر گز نہیں مگر افسوس نہ شریعت والوں کو اس کی فکر ہے نہ طریقت والوں کو۔ عارف

---

۱ حدیث میں ریا کو شرکِ خفی اس لیے کہا گیا کہ ریا والی عبادت میں غیر اللہ مقصود و مطلوب ہوتا ہے۔ ۲ یعنی فیضانِ الٰہی تو قلبِ سلیم پر ہی آتا ہے۔ شرک دُالا قلب یعنی جس میں غیر اللہ موجود ہے فیضانِ الٰہی سے محروم ہے۔

شیرازی فرماتے ہیں ؎

ریا حلال شمارند و جامِ بادہ حرام
زہے شریعت و ملّت زہے طریقت و کیش

ریا حلال جانتے ہیں اور جامِ شراب کو حرام۔ افسوس ہے شریعت والے بھی اس کی فکر نہیں کرتے اور طریقت والے بھی اس کی طرف توجہ نہیں کرتے۔

(۲۲) رُوحانی باغیچہ اتباعِ سنت کی پود لگا۔ لگا کر توجہ الی اللہ کا پانی دے، دے کر اپنا روحانی باغ آباد و شاداب رکھ۔

(۲۳) بدعت کی خباثت ایک بدعت کی خباثت ہزار سنتوں کی پاکیزگی روح کو اس طرح پلید کر دیتی ہے جس طرح من بھر روح گلاب کو پیشاب کا ایک قطرہ۔ اور بدعت ہزار سنتوں کے انوار کو اسی طرح گل کر دیتی ہے جس طرح ہوا کا ایک جھونکا روشن چراغ کو۔ مرید کے لیے اتباعِ سنت غذا ہے اور بدعت اس کی روحانیت کے لیے زہرِ قاتل ہے۔

(۲۴) علامتِ بلوغ جب مخلوق سے نظر ہٹنے لگے، خالق پر نظر جمنے لگے، توحید کے راز کھلنے لگیں سنت سے اُنس بڑھنے لگے تو سمجھ لو کہ فضلِ الٰہی کا دروازہ کھل گیا ہے اور توحید کا راز یہ ہے کہ ہر کام میں اور ہر چیز میں خدا تعالےٰ کا غیبی ہاتھ

نظر آنے لگے۔ یعنی ہر نعمت و مصیبت کو من جانب اللہ سمجھنے لگے۔

گر گزندت رسد ز خلق مرنج　　　که نه راحت رسد ز خلق نه رنج

از خدا داں خلافِ دشمن و دوست　　　که دلِ ہر دو در تصرفِ اوست

(ترجمہ) اگر مخلوق سے تم کو کوئی نقصان پہونچے تو رنج نہ کرو، کیونکہ مخلوق سے تو نہ راحت پہونچتی ہے نہ رنج۔ دشمنوں کی دشمنی اور دوستوں کی دوستی خدا کی طرف سے ہے۔ کیوں کہ دونوں کے دل اس کے ہی تصرف میں ہیں۔ دشمنی اور دوستی کا جذبہ وہی پیدا کرتا ہے۔

(۲۵) خالق و مخلوق کا قرب اور اس کا فرق

مخلوق کا قرب ڈھونڈنے والا خالق کے قرب سے محروم رہتا ہے۔ اور قربِ الٰہی کا ڈھونڈنے والا خالق کے ساتھ مخلوق کو بھی پالیتا ہے۔ مگر اللہ والوں کا قرب ڈھونڈنا دراصل اللہ ہی کا قرب ڈھونڈنا ہے۔ چنانچہ جماعت کے متعلق حدیث میں آیا ہے کہ نمازی جب تک جماعت کے انتظار میں بیٹھا رہتا ہے وہ نماز میں ہی ہوتا ہے۔ یعنی جماعت کے انتظار میں بیٹھا ہوا نمازی اگرچہ اُس وقت نماز نہیں پڑھتا، مگر حکماً اور شرعاً یہ شخص نماز میں ہی مصروف ہے اسی طرح اللہ کی رضا کے لیے اللہ والوں کا قرب ڈھونڈنا بھی اللہ کا قرب ڈھونڈنا ہے۔ ؎

گر تو خواہی ہم نشینی با خدا
گو نشیند در حضورِ اولیاء

(۲۶) **صُوفی کی تعریف** صوفی وہ ہے جس کی زبان سچی ہو[1] اور اچھی ہو۔ جس کی آنکھ اپنے عیب دیکھے اور دوسروں کے ہنر۔ جس کا دل کھرا[2] اور بے داغ ہو۔

(۲۷) **غیر اللہ کی خوشامد** تعجب ہے تجھ پر کہ دنیاوی نفع کی خاطر تُو دنیاداروں کی خوشامد کرتا ہے حالانکہ آسمان و زمین کے وجود سے پچاس ہزار سال قبل تیری اور تمام مخلوق کی تقدیر لکھی جا چکی ہے۔ کسی کی خوشامد کرکے تقدیر سے زیادہ کوئی چیز تُو حاصل نہیں کر سکتا۔ اور جو تیری تقدیر ہو چکی ہے وہ بغیر خوشامد کے بھی ہر حال میں تجھ کو پہونچتی ہے۔ خوشامد و لجاجت اُس کا حق ہے جس کے ہاتھ میں تیری تقدیر کا بنانا اور بگاڑنا ہے۔

اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ○ بے شک اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔

بگڑی کو بنا دے اور بنی کو بگاڑ دے۔

وَلَا یَرُدُّ الْقَضَاءَ اِلَّا الدُّعَاءُ تقدیر (خدائی فیصلہ) کو دعا کے سوا کوئی چیز پلٹ نہیں سکتی۔

---

[1] یعنی صوفی کی زبان جھوٹ نہیں بولتی۔ بُری بات اور خلافِ شرع کوئی کلمہ نہیں بولتی۔

[2] دل کا کھرا ہونا یہ ہے اللہ کا غیر اس دل میں نہ ہو۔ اور بے داغ ہونیکا مطلب یہ ہے کہ اس کا دل حسد۔ کینہ۔ بخل۔ تکبر۔ حرص۔ حبِ دنیا وغیرہ رذائل سے پاک و صاف ہو

مگر یاد رکھ دعا رب کو متوجہ کرنے کا ایک وسیلہ ہے۔ اس لیے تقدیر کو پلٹنے والی دعا نہیں ہے، بلکہ مجیب[۷] الدعوات اللہ جل جلالہٗ

(۲۸) حقیقتِ کمال

کامل وہ ہے جو اُن کا منظورِ نظر ہو اور اُن کا منظورِ نظر وہ ہے جو عادات، عبادات، معاملات میں اُن کے حبیب اور منظورِ نظر صلی اللہ علیہ وسلم کا کامل نمونہ ہو۔

خلاصہ یہ کہ کمالِ ولایت نام ہے کمالِ اتباعِ سنتِ خیر الانام صلی اللہ علیہ وسلم کا۔

(۲۹) اللہ کا منظورِ نظر

جس پودے یا جانور پر مالک کی نظر ہو جاتی ہے نظر کے بقدر اُس کی دیکھ بھال اور حفاظت کی جاتی ہے۔ اسی طرح جس آدمی پر ربِ کریم کی نظرِ کرم ہو جاتی ہے نظر کے بقدر اُس کی حفاظت کے سامان ہو جاتے ہیں۔

وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا وَّيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ

جو بھی تقویٰ والی زندگی گذارتا ہے مشکلات سے نکلنے کی صورتیں اللہ اُس کے لیے پیدا کر دیتا ہے۔ اور ایسی جگہ سے اس کو روزی پہونچاتا ہے جہاں اس کا وہم و خیال بھی نہیں پہونچتا

---

[۷] دعائیں قبول کرنے والی وہ ذات جس کے دربار میں دعا یعنی عرضی دی جاتی ہے۔

تقویٰ والی زندگی سے مراد جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں اور طریقے والی زندگی ہے۔

(۳۰) دل سے دل کو راہ

مشہور ہے کہ دل سے دل کو راہ ہے۔ پس جتنا تمہارے دل کا رُخ اللہ کی طرف ہوگا، اُس سے زیادہ اللہ کا رُخ تمہاری طرف ہوگا۔ اور جتنا تم اس کا دھیان رکھو گے اس سے زیادہ وہ تمہارا خیال رکھے گا۔

(۳۱) اللہ کو دل میں بسانے کا مطلب

اللہ کو دل میں آباد اور بسانے کا مطلب یہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا دھیان۔ تصور اور خیال دل میں ایسا بیٹھ جائے کہ ہر وقت دل اللہ کے خیال و تصور میں محو اور مستغرق رہے اور جب تمہاری یہ کیفیت ہو جائے گی تو ہمہ اوقات اللہ تعالیٰ تمہارا خاص خیال رکھیں گے۔

فَاذْكُرُوْنِیْٓ اَذْكُرْكُمْ تم یاد رکھو میری میں یاد رکھوں تمہاری

یاد میں رکھ اپنی مستغرق مجھے
ہو نہ ہوش ماسوا مطلق مجھے

(۳۲) انسان و حیوان کا فرق

دنیا کی تحصیل کے لیے کوئی پچاس اور کوئی ساٹھ برس کھپا دیتا ہے۔

ٮ مراد وہ دنیادار ہے جو خدا تعالیٰ شانہٗ کی ہدایات سے بے نیاز ہو کر دنیا میں جان کھپا رہا ہے۔ مگر بندگی کے ساتھ دنیا کمانا معیوب نہیں بلکہ عین اسلام ہے۔

مگر پھر بھی آرزو کے مطابق نہیں ملتی تو آخرت کے لیے کتنی کوشش صرف کرنی چاہیے؟ تعجب ہے اُس مرید پر جو کچھ دن ذکر و شغل کر کے حالات و کیفیات کا منتظر رہتا ہے۔ حیوانات کے پیشِ نظر صرف یہ زندگی اور اس کا بنانا و گذارنا ہے مگر انسان کا کام ہے اس جہان میں رہتے ہوئے اُس جہان^۵ کے بنانے میں عمر تمام کرے۔

شیطان کی چالیں

شیطان کا کام ہے کہ وہ بدی کو نیکی کا غلاف چڑھا کر سامنے لاتا ہے اور بُرائی کو ہر کسی کی مالوفات و مرغوبات میں لپیٹ کر پیش کرتا ہے۔ جس طرح حلوہ خور کو اگر زہر کھلانا ہو تو حلوے میں لپیٹ کر اُس کو زہر کھلایا جائے گا۔ اس کے برعکس اُس شخص کو اگر کڑوی چیز میں لپیٹ کر زہر دیا جائے تو وہ کڑوی چیز کے ساتھ زہر بھی تھوک دے گا جس سے دینے والے کا مقصد فوت ہو جائے گا۔ شیطان بھی اپنا داؤ اور حیلہ اسی طرح چلاتا ہے مثلاً سُنت کے محب سے نیکی اس طرح چھڑاتا ہے کہ اس کے ذہن میں یہ خیال ڈال دیتا ہے کہ یہ کام بدعت اور خلافِ سُنت ہے۔ توحیدی ذہن رکھنے والوں کے دماغ میں یہ بات ڈال دیتا ہے کہ یہ کام شرک ہے۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کے زبانی دعوے داروں کے ذہن میں

عہ مراد عالم مابعد الموت یعنی مرنے کے بعد والی زندگی جہاں سے شروع ہوتی ہے۔ مثلاً قبر، حشر اور مابعد الحشر۔

عہ یعنی شوق کی چیزیں پسندیدہ اور مرغوب چیزیں۔

یہ خیال ڈال دیتا ہے کہ یہ بات اور یہ عقیدہ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ عالی کے خلاف ہے۔

اسی طرح اہل اللہ کی صحبت اور اُن کی مجلس سے دور رکھنے کے لیے ہر ایک شخص کے حسبِ حال اور حسبِ خیال اُس کے پسندیدہ رنگوں میں مختلف قسم کی چالیں چلتا ہے۔ مثلاً توحید و سنت کے ذہن رکھنے والوں کے ذہن میں وہم ڈال دیتا ہے کہ یہ شیخ اور بزرگ تو بدعتی ہیں۔ حالانکہ تکلیف کر کے اگر شیخ کے قریب جا کر اس کی زندگی کے لیل و نہار اور اس کے دن رات کے نظام الاوقات کو دیکھیں تو شیخ کا پتہ چلے کہ اس کی زندگی ترجمانِ سنت اور اس کا طریق طریقِ نبوت ہے۔

حضراتِ علماء کے ذہن اور دماغ میں یہ بات ڈال دیتا ہے کہ یہ شیخ بڑا عالم تو ہے نہیں۔ اس سے بڑا عالم تو تُو خود ہے۔ عالم ہو کر اس کا مرید کیوں ہوتا ہے اور اپنی باگ ڈور اس کے ہاتھ میں دینے سے کیا فائدہ؟ حالانکہ اہل اللہ ہونے کے لیے علم میں علامہ ہونا شرط نہیں۔ حضرت امیر المومنین عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے پہلے خطبۂ خلافت میں فرمایا تھا:-

انتم احوج الیٰ امام	تم زیادہ ضرورت مند ہو اُس امام کے
فعّال لا امام قوّال	جو فعّال یعنی سرتاپا عمل ہو۔ نہ اُس امام کے جو قوّال نرا بولنے والا ہو۔

یعنی جس کے قول کے ساتھ عمل یا گفتار کے ساتھ کردار نہ ہو۔ پس شیخ بھی

روحانی امام ہے۔ اس کی تقریر، تحریر یا زورِ بیان کو نہ دیکھو، بلکہ اس کا عمل دیکھو، اخلاق دیکھو، سیرت کی پاکیزگی دیکھو۔

کچھ لوگوں کے اذہان میں یہ وہم ڈال دیتا ہے کہ فلاں بزرگ تو وہابی ہے یعنی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور پچھلے اولیاء اللہ کا گستاخ ہے غرضیکہ اسی طرح کی بدگمانیاں دماغ میں اور خیال میں ڈال کر اہل اللہ کی صحبت و مجالست سے دور رکھتا ہے کیونکہ وہ خوب جانتا ہے کہ اہل اللہ کی صحبت و مجالست بیمار دلوں کا تریاق بگڑے ہوئے اذہان کے لیے اکسیر اور مُردہ باطن کے لیے آبِ حیات ہے۔ اِن حضرات کی ایک مجلس بعض دفعہ وہ کام کر جاتی ہے جو ہزار تقریروں کے سننے اور ہزار تحریروں[1] کے پڑھنے سے نہیں بنتا۔

نہ کتابوں سے نہ وعظوں سے نہ زر سے پیدا
دین ہوتا ہے بزرگوں کی نظر سے پیدا

(۳۴) **فقیر کی صدا** فقیر کا کام ہے کہ سخی کے دروازے پر پہونچ کر صدا لگاتا رہے یہاں کہ مقصد کو پالے۔ سالک بھی سائل ہے رضائے مولےٰ کا، پس مقصد کے حصول تک کریم کے دروازے پر دستک دیتا رہے۔ صدا لگاتا رہے۔ اور حصول رضائے الٰہی کا علم اور یقین مرنے کے بعد ہوگا اس لیے فقیر کا کام ہے کہ مرتے دم تک کریم کا دروازہ نہ چھوڑے اور اپنی صدا لگاتا رہے ؎

---

[1] مراد دینی کتابیں اور رسائل وغیرہ ہیں۔

اندریں رہ می تراش و می خراش
تا دمِ آخر دمے فارغ مباش

اللہ تعالےٰ کا ارشاد ہے :-

وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى يَأْتِيَكَ الْيَقِيْنُ ۞ یقین یعنی موت کے آنے تک اپنے رب کی عبادت کرتے رہو۔

(۳۵) جنت کے حیلے وسیلے

جس طرح روزی حاصل کرنے کے لیے کوئی دکان کرتا ہے۔ کوئی کاشت، کوئی ملازمت اور کوئی تجارت کرتا ہے۔ اور کوئی سب حیلے کرتا ہے کہ دکان بھی کرتا ہے ملازمت بھی کرتا ہے اور زراعت بھی اسی طرح جنت کمانے کے بھی حیلے وسیلے ہیں۔ نماز پڑھنا، زکوٰۃ دینا۔ روزے رکھنا۔ معاملات کی صفائی۔ حُسنِ معاشرتؔ اور خدمتِ خلق کرنا ذکرِ الٰہی کرنا۔ بزرگوں کی صحبت اور اہل اللہ کے ساتھ ربط و ضبط رکھنا غرضیکہ جس قدر بھی طاعاتِ خداوندیہ ہیں یہ سب حیلے وسیلے ہیں جنت ہیں جانے کے۔ تعجب نہیں کہ ان حیلوں اور وسیلوں پر فضلِ الٰہی متوجہ ہو جائے۔

علم بلا عمل کی مثال

جس علم کے پیچھے عمل نہ ہو اور جو عالم علم کے موافق عمل نہ کرے اس کی مثال اُس

ؔ مخلوق کے ساتھ اچھا برتاؤ رکھنا۔ اپنوں اور پرایوں کے ساتھ رہن سہن میں اسلامی ضابطوں کی پابندی کرنا۔

دوا فروش (Chemist) کی ہے جس کی دکان دواؤں سے بھری پڑی ہے ہزاروں بیمار آکر اس کے دواخانہ سے دوائیں لے جاکر اُن کے استعمال سے صحت یاب ہو رہے ہیں مگر دوا نہ کھانے والا یہ دوا فروش اتنی دواؤں کے باوجود خود بیمار ہے۔

(۳۷) **دو خطرناک راہیں** اللہ سے دور ہونے کی راہوں میں سے دو راہیں بڑی خطرناک ہیں۔ ایک آنکھوں کی راہ ۔ دوسری کانوں کی راہ۔ کیوں کہ ان دونوں راہوں سے بلاارادہ بھی حرام میں مبتلا ہو جانے کا اندیشہ ہے۔ مگر جس کو اللہ بچالے۔

(۳۸) **اللہ تعالیٰ کی نظر اور اس کی گذر** نماز کے وقت ذکر کے وقت، تلاوتِ قرآن کے وقت غرضیکہ ہر مالی اور بدنی عبادتوں کے وقت جسم کے حضور کے ساتھ قلب کو بھی حاضر حضورِ الٰہی کرو کیونکہ اللہ کی نظر جسموں پر نہیں بلکہ قلب پر ہوتی ہے۔

اِنَّ اللّٰہَ لَا یَنْظُرُ اِلٰی صُوَرِکُمْ وَلَا اِلٰی اَعْمَالِکُمْ وَلٰکِنَّ اللّٰہَ یَنْظُرُ اِلٰی قُلُوْبِکُمْ وَنِیَّاتِکُمْ	اللہ تعالیٰ تمہاری صورتوں اور تمہارے عملوں کو نہیں دیکھتا، اُس کی نظر کا گذر تو تمہارے دلوں اور تمہارے دلوں کی کیفیتوں[۵] پر ہوتا ہے

یعنی تمہاری صورتیں اور عملوں کی شکلیں اُن کی نگاہ میں نہیں جچتیں۔

---

[۵] نیت سے مراد دلوں کی کیفیت ہے۔

اس لیے کوشش کر کے دل کو حاضر رکھو۔ اُن کی نظر جب پڑے گی،
دل پر پڑے گی ؎

یک چشم زدن غافل ازاں شاہ نباشی
شاید کہ نگاہے کند آگاہ نباشی

(۳۹) بندہ اور بندگی عبادت کے وقت یہ تصور کرو کہ میں بندگی یعنی حقِ عبدیت کا اظہار کر رہا ہوں
وہ خوش ہوں گے تو انعام خود دیں گے ؎

تو بندگی چو گدایاں بشرطِ مزد مکن
کہ خواجہ خود روشِ بندہ پروری داند

(۴۰) مظاہرِ الٰہی کی جلوہ گری عادتِ الٰہی اس طرح جاری ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی صفات
میں سے ہر صفت کا مظہر کسی نہ کسی مخلوق کو بنایا ہے تاکہ خالق و مخلوق
کے درمیان وہ مظہرِ الٰہی واسطہ اور وسیلہ کا کام دے۔ مثلاً عالم کو
روشن کرنا اور تاریک کرنا اللہ کا کام اور اس کی صفت ہے۔ مگر اس کا
مظہر حق تعالیٰ نے سورج کو بنایا تاکہ مخلوق اور خالق کے درمیان سورج
واسطہ فی النور بنے۔ رزّاق اللہ تعالیٰ ہے مگر اللہ تعالیٰ نے اپنی رزاقی کا
مظہر زمین کو بنایا کہ وہ قسم قسم کے اناج پھل پھول اور ترکاریاں اُگاتی رہے
چنانچہ رازق[1] اور مرزوق[2] کے درمیان زمین واسطہ فی الرزق بنی ہوئی ہے

---

[1] رزق دینے والا مراد اللہ تعالیٰ ہے [2] جس کو رزق دیا جاتا ہے مراد مخلوق ہے۔

خالق اللہ تعالیٰ ہے مگر اس نے اپنی خالقیت کا مظہر ماں باپ کو بنایا تاکہ خالق اور مخلوق کے درمیان ماں باپ واسطہ فی الخلق کا کام دیں اسی طرح "نورِ ہدایت" سے منور کرنے والی ذات اللہ تعالیٰ کی ہے مگر اپنی ہدایت کا مظہر اللہ والوں کو بنایا، تاکہ ہادیٔ حقیقی اور ہدایت پانے والوں کے درمیان اہل اللہ واسطہ فی الہدایت اور فیضانِ الٰہی کے درمیان وسیلہ کا کام دیں۔ قرآنِ پاک میں ارشاد ہے لِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ ہر قوم کے لیے راہِ ہدایت بتلانے والے اور راہِ حق دکھانے والے آتے رہے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ حق تعالیٰ شانہٗ اپنی ہدایت اور مخلوق کے درمیان واسطہ فی الہدایت کا کام ہر زمانے میں حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام سے لیتے رہے ہیں اور اُن کی غیر حاضری میں اُن کے جانشینوں اور وارثوں یعنی حضراتِ اولیاء کرام کو واسطہ فی الہدایت اور وسیلۂ فیوض بنایا جاتا ہے۔ مولانا رومی قُدِّسَ سِرُّہٗ فرماتے ہیں ؎

ہر کہ تنہا نادر ایں رہ برید
ہم بعونِ ہمتِ مرداں رسید ؏

(۱۰۴) دنیا، کامل حضرات کے وجود پر قائم ہے

کاملین حضرات کا وجود مبارک دنیا میں اللہ کے عذاب اور اس کی مخلوق کے درمیان ڈھال بنا ہوا ہے کہ ان کے

؏ شاذ و نادر اگر کوئی منزل پہ پہونچا بھی تو وہ بھی اللہ کے بندوں کی ہمت و توجہ سے پہونچا۔

مبارک وجود ناقصوں کو عذابِ الٰہی سے بچائے ہوئے ہیں۔

حافظ ابو یعلیٰؒ نے حضرت جابرؓ بن عبد اللہ صحابی رضؓ سے روایت کی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے دن خطبہ دے رہے تھے۔ تجارتی مال لے کر ایک قافلہ آیا تو سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ خطبۂ جمعہ کو چھوڑ کر قافلہ کی طرف چلے گئے۔ اور آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ صرف بارہ آدمی رہ گئے۔ اصحابہ کا یہ حال دیکھ کر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قسم ہے اُس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے اگر (خطبہ چھوڑ کر) تم سب کے سب چلے جاتے اور تم میں سے کوئی بھی میرے ساتھ یہاں موجود نہ رہتا تو ساری وادی آگ سے بھر جاتی۔ یعنی وادی میں بجائے انسانی آبادی کے آگ ہی آگ ہوتی۔ اور انسان وحیوان شجر وحجر سب کے سب جل کر راکھ ہو جاتے۔ (تفسیر ابن کثیر ج ۴ ص ۳۹۷)

(۴۲) **طریقت کا پودا** | کمال ظاہر کرنے اور لوگوں کو معتقد بنانے کے لیے اپنے مکاشفات، حالات[۲] اور مبشرات[۱] وغیرہ بیان کرنا طریقت کے پودے پر کلہاڑی مارنا ہے۔

---

[۱] مبشرات۔ مراد رویائے صادقہ یعنی سچے خواب۔

[۲] البتہ فنائے نفس حاصل ہو جانے کے بعد محض اللہ کی نعمت کے اظہار اور اصلاح خلق کے لیے بیان کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں۔

(۳۴۳) **مخلوق کی محنت اور اس کا ثمرہ** جب کسی کی محنت و قوت خالق کے لیے ہو جاتی ہے تو پھر مخلوق کی محنتیں و قوتیں خود بخود اس کے کام آتی ہیں۔ یعنی یہ اللہ کے لیے محنت کرتا ہے اور مخلوق اس کے لیے محنت کرتی ہے اور ان کی محنت کا ثمر بلا طلب اس کو پہونچنے لگتا ہے۔

(۴۴) **یہاں کی فنا وہاں کی بقا** جس نے یہاں کی فنا حاصل کر لی اس نے وہاں کی بقاء حاصل کر لی۔ پس جو شخص اس جہاں میں فناءِ نفس کے بعد فناءِ ذات کی جدوجہد میں کامیاب ہو گیا وہ آخرت میں اپنی خواہشات اور اپنی ذات کے بقاء و دوام میں کامیاب ہو گیا۔ اگر آخرت میں اپنی خواہشات پوری کرنے کی تمنا ہے تو یہاں کی خواہشات کو آخرت والے اللہ کی مرضیات پر قربان کرتے رہو۔

(۴۵) **کریم کی کرم نوازی** شہنشاہِ حقیقی جلّ مجدہٗ کا کرم ہے کہ وہ تجھ سے اپنے حقوق کے وصول کرنے میں طاقت سے کام نہیں لیتے۔ حالانکہ دنیا کی چھوٹی سے چھوٹی ریاست و حکومت بلکہ ہر طاقت ور اپنا چھوٹے سے چھوٹا حق بھی بغیر وصول کیے نہیں چھوڑتا۔

(۴۶) **نیکی و بدی کی تحقیق** اللہ کی مرضیات کا نام نیکی اور اس کی نامرضیات کا نام گناہ ہے۔ یعنی خدا تعالےٰ

کی پسندیدہ چیزوں کو شریعت میں نیکی اور اس کی ناپسندیدہ چیزوں کو گناہ کہتے ہیں۔ نیکی اور بدی کے درجات کو اس طرح سمجھو کہ جس قدر اور جس درجے کا یہ فعل یا قول یا حالت یا عادت پسندیدہ ہے اسی درجے کی وہ نیکی ہے اور جس درجے کا یہ فعل اللہ تعالیٰ کے نزدیک ناپسندیدہ ہے اسی درجے کا وہ گناہ ہے۔ مثلاً اللہ تعالےٰ کا پسندیدہ تر بندے کا یہ حال ہے کہ اس کا قلب ہمہ اوقات اللہ کی طرف متوجہ رہے اور اس کا ناپسندیدہ تر بندہ وہ ہوتا ہے جس کا قلب ہمہ وقت غیر اللہ کی طرف متوجہ رہے۔ پس مرید کو چاہیے کہ جب وہ اپنے رب کی عبادت کرے مثلاً قرآن پڑھے، نماز پڑھے۔ ذکر کرے یا فکر و مراقبہ کرے تو ان اوقات میں بطور خاص ہمہ وقت اللہ تعالےٰ کی طرف متوجہ رہے مگر چونکہ ان اشغال میں ہمہ وقت قلب کی توجہ اللہ کی طرف نہیں رہتی بلکہ غیر اللہ کی طرف دھیان چلا ہی جاتا ہے۔ لہٰذا تلاوت قرآن مجید کے بعد۔ نماز کے بعد۔ ذکر و مراقبہ کے بعد۔ حج کے بعد۔ روزہ کے بعد۔ تبلیغ کے بعد۔ وعظ و نصیحت کے بعد "جبر مافات" یعنی اس توجہ کے نہ رہنے پر توبہ و استغفار کرنا چاہیے اور اپنی عبادت پر گھمنڈ اور ناز کرنے کے بجائے اپنی اس نقصان سے بھرپور عبادات پر شرمسار ہو کر اللہ کی ذاتِ عالی سے اس عبادت کی قبولیت کی دعائیں کریں۔

---

(۷۴) حضراتِ انبیاء صفاتِ الٰہی کے مظاہر ہیں

حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام سب کے سب صفاتِ الٰہی کے مظاہر ہیں اور سارے نبیوں میں ہمارے سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الٰہی صفات کے مظہرِ اتم ہیں جس قدر صفاتِ الٰہیہ کماً وکیفاً کسی بندے میں جلوہ گر ہوں گی اسی قدر کمالات میں وہ بڑھا ہوا ہوگا۔ اور جس قدر ان صفات میں کمی ہوگی اسی قدر اس کے درجے میں کمی ہوگی۔ مثلاً اللہ تعالیٰ حلیم[1] ہیں علیم[2] ہیں۔ کریم[3] ہیں۔ رحیم[4] ہیں۔ غفار[5] ہیں۔ جبار[6] ہیں۔ ستار[7] ہیں۔ تو یہ صفاتِ الٰہی جس قدر کسی میں جلوہ گر ہوں گی اسی قدر اس کا درجۂ کمال بلند ہوگا۔

مگر یہ خدا تعالیٰ کے کرم اور اس کی عنایات پر منحصر ہے کہ جس قدر وہ چاہیں کسی کے قلب کو وسیع بنا دیں۔ اور جس قدر قلب فراخ ہوگا اسی قدر اس میں صفاتِ الٰہیہ کا ظہور ہوگا۔

اَفَلَآ اَکُوْنُ عَبْدًا شَکُوْرًا — کیا میں نہ رہوں شکر گذار بندہ؟

---

[1] سمائی والا [2] ہر چیز کی حقیقت کا پورا پورا جاننے والا۔
[3] کرم کرنے والا [4] مہربانی کرنے والا [5] خطائیں معاف کرنے والا [6] بگڑی کو بنانے والا —— ٹوٹی کو جوڑنے والا۔ [7] پردہ پوشی کرنے والا۔ عیبوں اور خطاؤں پر پردہ ڈالنے والا۔

اس حدیثِ مبارک سے اس طرف اشارہ ہے کہ تمام کمالاتِ محمدیّہ میرے ذاتی نہیں بلکہ خداوند تعالیٰ کے عنایت فرمودہ اور الٰہی عطیات ہیں۔ تو اِن عنایاتِ خداوندی اور عطائے الٰہی پر شکر ادا کرنا میرے فرائض میں داخل ہے۔ کیوں کہ خداوند تعالےٰ کی ذاتِ عالی نے میرے ظرف یعنی قلب کو وہم وگمان سے زیادہ فراخ اور اس کو اپنی صفاتِ کمالیہ کا مظہرِ اتم بنایا۔ اس لیے اقرارِ عبدیت واظہارِ شکر کی غرض سے میں یہ عبادت کرتا ہوں۔

مثال:۔ اگر کوئی آئینہ ایک فٹ کا ہے تو اس میں سامنے والی چیز کا اس کے بقدر عکس پڑے گا۔ اور جو آئینہ سو فٹ کا ہو گا تو اشیاء منقابلہ یعنی آئینہ کے سامنے آنے والی چیز کا عکس (Photo یا Shade) اور پرتو اس آئینہ کے بقدر اس میں ظاہر ہو گا۔

پس چوں کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ظرف عالی اور قلبِ مبارک بے حد فراخ اور ایسا وسیع بنایا کہ کائنات میں ایسا ظرف اور فراخ قلب کسی کا بھی نہ بنایا، تاکہ بقدرِ ظرف اور بقدرِ وسعتِ قلب آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس میں زیادہ سے زیادہ صفاتِ الٰہی جلوہ گر ہو سکیں۔ اور حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ عالی صفاتِ باری تعالےٰ کا بے مثل وبے مثال مظہرِ اتم بن سکے ؏

؏ یعنی میرے جس قدر بھی کمالات ہیں۔

حسنِ یوسف دمِ عیسیٰ یدِ بیضا داری
آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

لیکن غلط اندیش اور ناسمجھ لوگ شیشہ کو ہی اصل سمجھ کر خالق و مخلوق اور عبد[1] و معبود[2] کا فرق بھول گئے۔ جس طرح ایک بچہ آئینہ میں اپنی صورت دیکھ کر اس آئینہ کو دوسرا بچہ سمجھ جاتا ہے۔ اور پکڑنے کے لیے اس پر ہاتھ مارتا ہے۔ یا ایک چڑیا آئینہ میں اپنا عکس — (Photo) دیکھ کر اس کو دوسری چڑیا سمجھ جاتی ہے۔ لڑائی کرتی ہے۔ بولتی ہے ٹھونگیں مارتی ہے آخر تھک کر اُڑ جاتی ہے۔ یہی حال ان نادانوں کا ہے جو مخلوق میں صفاتِ الٰہی کا عکس اور پرتو دیکھ کر مخلوق کو خالق سمجھ بیٹھے یا مخلوق کی صفات کو خالق کی صفات کے برابر اور مخلوق کی طاقت و قدرت کو اللہ کی قدرت و طاقت کے برابر یا مخلوق کے علم کو اللہ کے علم کے برابر سمجھ بیٹھے تَعَالَی اللّٰہُ عَنْ ذٰلِكَ عُلُوًّا كَبِيْرًا۔

(۴۸) **انسان نہ بُرا ہے نہ بھلا** انسان کی ذات نہ بھلی ہے نہ بُری۔ نیک صفات سے یہ اچھا، اور بُری صفات سے یہ بُرا بن جاتا ہے۔ جس طرح ایک درخت کی خوبی اس کے پھل سے ہے اسی طرح انسان کی خوبی اس کے پھل یعنی کردار پر موقوف ہے۔ اور جس طرح کاغذ کی قدر و منزلت اس کی

---

[1] بندہ [2] خدا تعالیٰ

تحریر پر موقوف ہے۔ یعنی اگر کاغذ پر قرآن مجید لکھا ہوا ہے تو وہ نہایت معظم قابلِ قدر کاغذ ہے کہ اس کو بغیر وضو ہاتھ لگانا درست نہیں۔ یا اس کاغذ پر ایک لاکھ کی مالیت کا پٹہ لکھا ہوا ہے تو یہ کاغذ ایک لاکھ کی مالیت کے بقدر قابلِ قدر ہے۔ اور یہی کاغذ اگر اس پر ایک آنہ کی رسید لکھی ہوئی ہے تو پھر یہ ایک آنہ کے بقدر قابل قدر ہے۔ مگر اس کے برعکس اگر اس کاغذ پر وہ باتیں لکھی ہوئی ہیں جن کو انسان ناپسند کرتا ہے تو یہ انسان اس کاغذ کو دکھلاتا ہوا شرماتا ہے۔ بلکہ بعض اوقات ایسا بے قیمت بن جاتا ہے کہ اس کو ضائع کیے اور جلائے بغیر چین نہیں آتا۔ بالکل یہی حال انسان اور اس کی نیک صفات یا قبیح صفات کا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:۔

اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ (حجرات)

تم میں زیادہ سے زیادہ شریف اللہ کے نزدیک وہ ہے جو تم میں سب سے زیادہ تقویٰ صفت ہے۔

(۹۳) اہلِ جنت اور ان کی کیفیتِ ذکر

جنت میں نہ کوئی عبادت ہوگی نہ کوئی ریاضت مگر ذکرِ الٰہی ایسا لذیذ اور شیریں شغل ہے کہ جنت میں بھی ہوتا رہے گا۔ مولانا رومیؒ فرماتے ہیں ؎

اللہ اللہ ایں چہ شیریں است نام
شیر و شکر مے شود جانم تمام

اہلِ جنت ذکرِ حق (بلا تکلف، بلا تکلیف، بلا ارادہ) اس طرح کریں گے جس طرح دنیا میں تم سانس لیتے ہو۔ کہ نہ سانس کے داخل کرنے میں، تمہارے ارادے کو دخل ہے اور نہ اس کے خارج کرنے میں۔ تم سوتے ہو مگر سانس کی آمد و رفت جاری ہے۔ تم بولتے ہو مگر سانس کی آمد و شد برابر جاری ہے۔ کھاتے ہو۔ لذت اٹھاتے ہو مگر سانس بے تکلف، و بے تکلیف آجا رہا ہے۔ اہلِ جنت بھی جنت میں ذکرِ الٰہی ہمہ اوقات اور بہر حال بے تکلف اور بے تکلیف کرتے رہیں گے۔

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالے عنہا فرماتی ہیں:-

كَانَ رسول الله صلى الله عليه وسلم يذكر الله فِي كُلِّ احيانه	ہمارے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے سارے اوقات میں ذکرِ الٰہی کرتے رہتے تھے۔

آں حضرت علیہ الصلوۃ والسلام کی یہ کیفیت یعنی ذکرِ دائمی اور ملکۂ یادداشت جو اس جہان میں آں حضرتؐ کو حاصل تھا یہی کیفیتِ ذکر یعنی ملکۂ یادداشت قیامت کے بعد اہلِ جنت، مردوں وعورتوں کو بلا مشق اور بغیر محنت کے محض اللہ کے فضل سے حاصل ہو جائے گا گویا دنیا میں دلیلِ کمال یہ ہے کہ دائم الذکر اور ملکۂ یادداشت اس کو حاصل ہو جائے۔ چونکہ جنت اولیاء اللہ کے رہنے کی جگہ ہے اس لیے

ان کو ذکرِ دائمی خود بخود حاصل ہو جائے گا۔ اور اس ذکر کی برکت سے ہمہ اوقات لمحہ بہ لمحہ منٹ منٹ میں اہلِ جنت کی ترقیِ درجات ہوتی رہے گی۔

وَلَلْاٰخِرَةُ خَیْرٌ لَّکَ مِنَ الْاُوْلٰی ○ — اے پیغمبر آپ کی ہر پچھلی حالت پہلی حالت سے بہتر اور برتر ہوتی جارہی ہے

نیز ذکر کی لذت بقدرِ مشاہدہ ہوتی ہے۔ دنیا میں جس کو جس قدر مشاہدۂ حق حاصل ہے اسی قدر ذکر میں اس کو لذت حاصل ہے۔ مگر حقیقی اور کامل تر مشاہدۂ حق اہلِ جنت کو جنت میں حاصل ہو گا اور وہاں ذکر کی لذت بھی بقدرِ مشاہدہ کامل تر ہو گی۔

(۵۰) آدابِ ذکر

ذاکر کو چاہیے کہ ذکر کے وقت زبان سے یا دل سے کہے — الٰہی! کوئی تیرے پاس علم لے کر آیا۔ کوئی عمل، کوئی طہارت لے کر آیا۔ کوئی سخاوت۔ مگر یہ بندہ اپنے گناہوں، اپنی عاجزی اور مسکنت کے ساتھ سراپا سوال بن کر آیا ہے۔

(۵۱) جس قدر خاکساری ہو گی اتنی قدر افزائی ہو گی

تو خاکی ہے پس خاکسار بن کر اللہ کے دربارِ قدس میں آ۔ تجھ میں جس قدر خاکساری و انکساری ہو گی اسی قدر تجھ پر اللہ کی نظر اور تیری عزت افزائی ہو گی ○

خاک شو خاک تا گل بر دید رنگ برنگ

اور سے

در بہاراں کے شود سر سبز سنگ　　خاک شو تا گل بر وید رنگ رنگ

خاک بنو تو رنگ رنگ کے پھول کھلیں اور رنگ برنگ پھولوں سے مراد اعمالِ صالحہ اخلاقِ فاضلہ مثلاً سخاوت۔ قناعت۔ زہد۔ ورع حلم و توکل جیسے کمالاتِ نبوت ہیں۔ یہ سب اخلاق مانند پھولوں کے ہیں اور انسانِ کامل مانند اچھی زمین اور گل زار کے ہے۔ زمین کی قیمت اس میں پیدا ہونے والی جنس کے لحاظ سے ہوتی ہے۔ زعفران زار کی قیمت گندم زار کے مقابلے میں اور چاندی کی کان کے مقابلے میں سونے کی کان کی قیمت کہیں زیادہ ہوتی ہے۔

(۵۲) قبر میں اللہ کے سوا کوئی محبوب پاس نہ ہوگا

اللہ کو اپنا محبوب بناؤ اور صرف اللہ کو۔ کیونکہ اللہ کے سوا اولاد ہو یا بیوی یا دنیا کی کوئی محبوب متاع ہو موت کے بعد سب کچھ چھوڑ کر چلے جاؤ گے۔ قبر میں کوئی چیز بھی تمہارے پاس نہ ہوگی جس سے تم دل لگا سکو اور انس حاصل کر سکو۔ ہاں ایک ذاتِ صرف اللہ کی ذاتِ عالی ہوگی اور ہزاروں برس قبر میں بے یار و مددگار، بے مونس و غم خوار یوں ہی گذارنے ہوں گے۔ پس اگر قبر میں جانے سے پہلے اللہ کو اپنا محبوب اور مانوس بنا لیا تو قبر کی تنہائی میں اپنے محبوب اللہ تعالیٰ سے انس حاصل کرتے رہو گے۔ تصورِ محبوب میں

محو و مستغرق رہنے کی وجہ سے برزخ کی طویل تر زندگی شبِ وصال کی طرح گذر جائے گی۔ لذتِ وصالِ محبوب میں دنیا اور دنیاداروں سے چھوٹ جانے کا احساس تک نہ ہوگا۔ اور دراصل قبر کی راحت ایسے ہی خوش نصیبوں کا حصہ ہے۔ قبر میں جانے سے پہلے اگر ماسوی اللہ سے انس و محبت بڑھی ہوئی ہوگی تو چونکہ قبر کی تنہائی میں کوئی چیز بھی، ان میں سے اس کے ساتھ نہ ہوگی۔ پس محبوب کی جدائی اور فراق کی وجہ سے قبر یعنی برزخ کی زندگی مُردے کے لیے سوہانِ روح بنی رہے گی۔ جدائیِ محبوب اور ہجرِ یار سب سے بڑی مصیبت یعنی بہت بڑا عذاب ہے۔

قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مُوْتُوْا قَبْلَ اَنْ تَمُوْتُوْا	فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مر جاؤ مرنے سے پہلے

حدیثِ پاک کا مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ مرنے کے بعد تو تمام مرغوبات و مالوفات کو چھوڑ کر صرف اللہ سے تمہارا واسطہ پڑنا ہے۔ بہتر ہے کہ مرنے سے قبل ہی تم اپنی سب مالوفات و مرغوبات کو چھوڑ کر اللہ کی ذاتِ اقدس سے اُنس و رغبت پیدا کر لو تاکہ تمہارا یہ اُنس قبر کی وحشت اور تنہائی میں کام آئے۔ ہمارے حضرات صوفیائے کرام قدس سرہم کے سلسلہ ہائے طریقت میں مراقبات کی مشق اور بالخصوص مراقبۂ موت میں مُوْتُوْا قَبْلَ اَنْ تَمُوْتُوْا کی عملی مشق ہے۔ چوں کہ مراقبات میں اول محبوب کی ایک ایک صفت پر دھیان جمایا جاتا ہے

اس مشق کے بعد ذاتِ بحت اللہ کی ذاتِ واحد پر دھیان جمانے کی مشق کرائی جاتی ہے جس کے نتیجہ میں سالک اللہ کی ذاتِ عالی سے ایسا مانوس ہو جاتا ہے کہ ذاتِ الٰہی کے سوا وہ سب کچھ بھول جاتا ہے اور زبانِ حال وقال دونوں سے کہتا ہے ؎

غیر سے بالکل ہی اٹھ جائے نظر　　تُو ہی تُو آئے نظر دیکھوں جدھر

اور پھر شوق اور کیف کے عالم میں پہونچ کر کہتا ہے ؎

دل مرا ہو جائے اک میدانِ ہُو
تُو ہی تُو ہو تُو ہی تو ہو تُو ہی تُو

(۵۳) آسائشِ دو گیتی | دو جہان کی آسائش واطمینان حاصل ہے رضائے الٰہی کا اور رضائے الٰہی حاصل ہے

اتباعِ سُنت علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کا ؎

دیوانہ کنی ہر دو جہانش بخشی
دیوانۂ تو ہر دو جہاں راچہ کند

جس نے یہاں رضائے الٰہی کو پالیا اس نے قبر کا چین اور قیامت کا اطمینان پالیا۔ جس نے رضائے الٰہی کو نہ پایا اُس کو نہ قبر کا چین اور نہ قیامت کا اطمینان۔ اَلَآ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ○

؎ اللہ کی خوشنودی۔

(۵۴) **علمِ سلوک ایک فن ہے** تصوف اور علمِ سلوک بے شک ایک فن ہے جو مشق محنت اور سیکھنے سے آجاتا ہے مگر معرفت و ولایت محض ایک وہبی چیز ہے بغیر فضلِ الٰہی نہیں ملتی۔

اَللّٰہُ یَجْتَبِیْٓ اِلَیْہِ مَنْ یَّشَآءُ وَیَھْدِیْٓ اِلَیْہِ مَنْ یُّنِیْبُ (شوریٰ)	اللہ چن لیتا ہے اپنی ولایت محبت کیلئے جس کو چاہتا ہے اور اپنی ہدایت سے نوازتا ہے جو اس کی طرف رجوع کرے اور رُخ کرے (یعنی بے رُخی کرنے والے کو ہدایت نہیں دیتا)

نیز حق تعالیٰ کا ارشاد ہے :-

وَمِنْ اٰبَآئِھِمْ وَذُرِّیّٰتِھِمْ وَاِخْوَانِھِمْ وَاجْتَبَیْنٰھُمْ وَھَدَیْنٰھُمْ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ۝ ذٰلِکَ ھُدَی اللّٰہِ یَھْدِیْ بِہٖ مَنْ یَّشَآءُ مِنْ عِبَادِہٖ ط (انعام)	اور ہدایت کی ہم نے کچھ کو اُن کے باپ دادوں میں سے اور کچھ کو اُن کی اولاد میں سے اور کچھ کو اُن کے بھائیوں میں سے اور اُن کو ہم نے چن لیا اور سیدھی راہ چلایا۔ یہ ہے اللہ کی ہدایت اس پر چلاتا ہے اپنے بندوں میں سے جس کو چاہے۔

غرضیکہ توحیدِ خالص، معرفت، ولایت، اطاعت خداوندی کی اِن راہوں پر حق تعالیٰ محض اپنے فضل و کرم سے بطور اجتباء کے اپنے

مقبول بندوں کو چلاتا ہے اور پھر انعام کے طور پر حسبِ استعداد اُن کے درجات بلند کرتا ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بارے میں قرآن فرماتا ہے

اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ كَانَ اُمَّةً	دراصل ابراہیم تمھاراہ پر ڈالنے والا
قَانِتًا لِّلّٰهِ حَنِيْفًا ؕ وَلَمْ	اللہ کا فرماں بردار سب سے ایک
يَكُ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ	طرف ہوکر اور نہ تھا شرک والوں
شَاكِرًا لِّاَنْعُمِهٖ ؕ	میں سے (بلکہ) وہ تھا شکر گذاری
اِجْتَبٰهُ وَهَدٰهُ	کرنے والا اُس کی نعمتوں پر۔ چن لیا
اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ○	اُس کو اللہ نے اور چلایا اس کو سیدھی
(نحل)	راہ۔

چونکہ ولایت ظلِّ نبوت ہے اور نبوت بھی بغیر اجتبار کے نہیں ملتی اسی طرح ولایت بھی بغیر اجتبار یعنی اُن کی نگاہِ کرم کے بغیر نہیں ملتی۔ عارف فرماتے ہیں ؎

نہ گردد قطع ہرگز جادۂ عشق از دویدن ہا
کہ مے بالد بخود ایں راہ چوں تاک از بریدن ہا

(۵۵) حضرات انبیاء اور انکی دعوت کا محور — تقویٰ۔ خشیہ اور اطاعت

نبوی کے بغیر کشودِ کار ہو نہیں سکتا۔ سورۂ شعراء میں ہے حضرت نوح نے اپنی قوم سے فرمایا اِذْ قَالَ لَهُمْ اَخُوْهُمْ نُوْحٌ اَلَا

تَتَّقُوْنَ ○ اِنِّیْ لَکُمْ رَسُوْلٌ اَمِیْنٌ فَاتَّقُوا اللّٰہَ وَاَطِیْعُوْنِ ○

اور حضرت ہود علیہ السلام نے قومِ عاد سے فرمایا اَلَا تَتَّقُوْنَ ○ اِنِّیْ لَکُمْ رَسُوْلٌ اَمِیْنٌ فَاتَّقُوا اللّٰہَ وَاَطِیْعُوْنِ ○

حضرت صالح نے قومِ ثمود کو خطاب فرمایا اَلَا تَتَّقُوْنَ ○ اِنِّیْ لَکُمْ رَسُوْلٌ اَمِیْنٌ فَاتَّقُوا اللّٰہَ وَاَطِیْعُوْنِ ○

حضرت لوطؑ نے فرمایا اَلَا تَتَّقُوْنَ ○ اِنِّیْ لَکُمْ رَسُوْلٌ اَمِیْنٌ فَاتَّقُوا اللّٰہَ وَاَطِیْعُوْنِ ○

حضرت شعیبؑ نے ایکہ والوں کو فرمایا اَلَا تَتَّقُوْنَ ○ اِنِّیْ لَکُمْ رَسُوْلٌ اَمِیْنٌ فَاتَّقُوا اللّٰہَ وَاَطِیْعُوْنِ ○

معلوم ہوا کہ تقویٰ اور اطاعتِ نبوی پر ہی مدارِ کار ہے۔ جو ان انبیاء علیہم السلام کی دعوت کا محور اور بنیادی مقصد ہے۔

(۵۶) ربِّ کریم کی کریمی

کریم مطلق کی کس قدر کریمی ہے کہ وہ ہم سے نہ روشنی کا بل (Bill) وصول کرتا ہے نہ پانی کا اور نہ ہوا کا۔ دن میں سورج کی روشنی دیتا ہے رات کو چاند کی چاندنی۔ ہوائیں مفت دیتا ہے اور پانی بلا قیمت۔ دنیا کی حکومت پانی نہیں دیتی صرف پانی کا انتظام کرتی ہے اور بل وصول کر لیتی ہے۔ بجلی دے کر ہوا نہیں چلاتی بلکہ پنکھوں کے ذریعے

ے ترجمہ:۔ جب کہا انکو ان کے بھائی نوح نے کیا تم کو ڈر نہیں میں ہوں تمہارے لیے رسول پیغام لانے والا امین قابل اعتبار۔ پس ڈرو اللہ سے اور اطاعت کرو میری۔

ہوا پہونچانے کا انتظام کرتی ہے اور بل ماہوار وصول کر لیتی ہے کس قدر افسوس ہے اللہ کی اتنی نعمتوں کے باوجود ہم اس کے شکر گذار اور اس کے فرماں بردار نہ بنیں۔

(۵۷) اللہ کی صنّاعیؔ اللہ تعالیٰ کی صناعی کو دیکھو کتنے انسان بنائے۔ مگر ہر ایک کا نقشہ (Human Face) جدا جدا۔ آواز (Sound) جدا جدا۔ ہزاروں عزیز تمہارے سامنے مرے مگر تمہیں سو سال میں بھی کوئی ان جیسی صورت اور شکل نظر نہیں آئی۔ اس کی ذات بے مثل و بے مثال نے اپنی بے مثالی کی جھلک دکھانے کے لیے ہر ایک کو بے مثل بنا دیا۔

فَتَبَارَكَ اللّٰهُ أَحْسَنُ الْخٰلِقِيْنَ۔ وہ ذات جس نے تم کو بنایا۔ پھر تم کو شکل و صورت بخشی اور اللہ نے کتنا اچھا نقشہ دیا تم کو وَصَوَّرَكُمْ فَأَحْسَنَ صُوَرَكُمْ۔

(۵۸) فکرِ موت رات دن میں کوئی وقت نکال کر سب سے جدا ہو کر ذہن کی یکسوئی اور قلب کی فراغت کے ساتھ آنکھیں بند کر کے قبلہ رُو ہو کر کچھ دیر غور کیا کرو کہ تمہارے ان ہاتھوں نے کتنے عزیز اور کتنے دوستوں کو قبر کا پیوند بنایا۔ کیسی کیسی صورتیں تھیں وہ۔ کیسے حسین و نازک تھے اُن کے چہرے۔ کیسے خوش الحان تھے۔ اور کیسے دولت مند تھے وہ۔ کیسے منصب و جاہ والے اور کیسے اثر و رسوخ والے تھے وہ۔ محبت و اخلاص رکھنے کے باوجود تو نے

اپنے اِن ہاتھوں سے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ان کو زمین میں دفن کردیا۔
آہ —! ان کی خاموشی اور رُوپوشی کہ ان کی شکل وصورت کا بھی کوئی
تم کو نظر نہ آیا اور نہ ہی تمہارے کانوں نے اُن جیسی کوئی آواز سُنی!
اسی طرح تیرے دوست احباب، تیرے عزیز واقارب تجھے بھی ایک
دن قبر کے گمنام گوشے اور تنگ وتاریک گڑھے میں ڈال کر چلے
آئیں گے۔ اور پہلوں کی طرح تیرے عزیز، احباب اور اقارب کی آنکھیں
تیری شکل دیکھنے کو بھی ترس جائیں گی اور اُن کے کان قیامت تک بھی
تیری آواز کو نہ سُن سکیں گے۔

پس وقت سے پہلے وہاں کے لیے کچھ توشہ لے لے اور پہونچنے
سے پہلے قبر کے دیوے بتی[ع] کا انتظام کرلے۔ ؎

اے تہی دست رفتہ در بازار
ترسمت بر نیاوری دستار

ترجمہ:۔ اے خالی ہاتھ بازار میں جانے والے! مجھے خوف ہے
کہ خالی ہاتھ جاکر تو بازار سے دستار نہ لا سکے گا۔

(۵۹) باطنِ قرآن کو باطن کی پاکی کے ساتھ لے سکتے ہو

ظاہرِ قرآن کو وضو کرکے ہاتھ میں لینے والو! باطنِ قرآن کو دل کی پاکی کے ساتھ لے سکتے ہو۔ کیوں کہ دنیا میں قرآن کا پہلا گھر پاک دل ہے۔

ع مراد قبر کی روشنی ہے جو اعمالِ خیر کے نتیجے میں وہاں نمودار ہوگی۔

وَاِنَّهٗ لَتَنْزِيْلُ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ نَزَلَ بِهِ الرُّوْحُ الْاَمِيْنُ عَلٰى قَلْبِكَ لِتَكُوْنَ مِنَ الْمُنْذِرِيْنَ بِلِسَانٍ عَرَبِيٍّ مُّبِيْنٍ ۝ (الشعراء)

یہ قرآن ہے اُتارا ہوا رب العٰلمین کا لے کر اُترا اس کو معتبر فرشتہ تیرے دل پر[عہ] تاکہ ہو تو ڈر سُنانے والا صاف عربی زبان میں۔

یعنی قرآن کریم وہ مبارک اور عظیم الشان کتاب ہے جسے تربیتِ عالم کے لیے جبریل امین کی وساطت اور سفارت کے ذریعے رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی عظیم روحانیت اور نورانیت والے پاک صاف قلب پر رب العٰلمین کی طرف سے اُتارا گیا۔ کیوں کہ کائناتِ انسانی میں سوائے اُس ایک عظیم اور پاکیزہ قلب کے دوسرا کوئی دل بھی اس امانتِ عظمیٰ کے سنبھالنے اور اس رسالتِ کبریٰ کے اٹھانے کے لائق نہ تھا۔

قرآن مجید آیا اور سیدھا آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قلبِ مبارک میں اُترتا چلا گیا۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو اپنے سارے دل سے سُنا سمجھا اور محفوظ رکھا اور اس کے اسرار و حِکَمِ باطنیہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر بوجہِ اتم پوری طرح منکشف ہو گئے۔

عہ مراد رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا قلبِ مبارک ہے۔

(۶۰) سالک کی منزل پیر تو بہت ہیں مگر اللہ والا ہزاروں میں ایک ہے۔ پیر بننا آسان ہے مگر اللہ کا بندہ ان میں کوئی ہوتا ہے۔ اس لیے پیر بننے کی بجائے ذکر و فکر طاعت، و بندگی کے ساتھ اللہ والا یعنی بندہ بننے کی کوشش کرو۔

(۶۱) حاجت روائی پیروں، فقیروں، شہیدوں کو حاجت روا سمجھنے والے اگر مشرک ہیں تو روپے پیسے کو حاجت روا سمجھنے والے کیوں نہ مشرک ہوں گے۔ محبوبِ سبحانی سیدنا حضرت عبد القادر جیلانی رح۔ امام الاولیا حضرت علی المرتضیٰ رض وغیرہما کو مشکل کشا اور حاجت روا سمجھنے والوں کو مشرک کہنے والے خود پیسے کو حاجت روا جانے ہوئے ہیں۔ ؎

توبہ فرمایاں چرا خود توبہ کم ترمی کنند

خوب سمجھ لو! پیسہ حاجت روا تو نہیں۔ ہاں اللہ چاہے تو وہ حاجت روائی کا ذریعہ ہو سکتا ہے۔ اگر پیسہ حاجت روا ہوتا تو پیسہ خرچ کر کے ہر مالدار بیماری سے شفایاب اور اپنے مقاصد میں کامیاب ہو جاتا ؎

ما کل یتمنی المرء یدرکہٗ
تجری الریاح بما لا تشتھی السفنُ

مگر مخلوق ہے کہ پیسہ کو حاجت روا سمجھ کر دن رات اس کے حصول کے فکر میں پڑی ہوئی ہے اور اصل حاجت روا اللہ تعالیٰ کے

راضی کرنے کا ہمیں فکر نہیں جس کے ہاتھ میں آسمان و زمین کی کنجیاں اور عالم کی تدبیر و تصریف جس کے قبضہ و اختیار میں ہے۔

اَفَرَءَيْتُمْ مَّا تَحْرُثُوْنَ ۝ ءَاَنْتُمْ تَزْرَعُوْنَهٗٓ اَمْ نَحْنُ الزّٰرِعُوْنَ ۝ لَوْ نَشَآءُ لَجَعَلْنٰهُ حُطَامًا فَظَلْتُمْ تَفَكَّهُوْنَ ۝ اِنَّا لَمُغْرَمُوْنَ ۝ بَلْ نَحْنُ مَحْرُوْمُوْنَ ۝ اَفَرَءَيْتُمُ الْمَآءَ الَّذِيْ تَشْرَبُوْنَ ۝ ءَاَنْتُمْ اَنْزَلْتُمُوْهُ مِنَ الْمُزْنِ اَمْ نَحْنُ الْمُنْزِلُوْنَ ۝ لَوْ نَشَآءُ جَعَلْنٰهُ اُجَاجًا فَلَوْلَا تَشْكُرُوْنَ ۝ اَفَرَءَيْتُمُ النَّارَ الَّتِيْ تُوْرُوْنَ ۝ ءَاَنْتُمْ اَنْشَاْتُمْ شَجَرَتَهَآ اَمْ نَحْنُ الْمُنْشِئُوْنَ ۝ نَحْنُ جَعَلْنٰهَا تَذْكِرَةً وَّمَتَاعًا لِّلْمُقْوِيْنَ ۝

بھلا دیکھو جو تم بوتے ہو کیا تم اس کو بناتے ہو کھیتی یا ہم ہیں اس کو کھیت بنانے والے اگر ہم چاہیں تو بنا ڈالیں اس کو روندا ہوا، لتاڑا ہوا گھانس پھر تم کفِ افسوس ملتے ہوئے کہتے پھرو، ہم تو رہ گئے قرض دار بلکہ کہو ہم تو ہو گئے بدنصیب۔ بھلا دیکھو تو پانی کو جو تم پیتے ہو کیا تم نے اُتارا اس کو بادل سے یا ہم اُتارتے ہیں اگر ہم چاہیں تو کر دیں اس کو کڑوا کھاری پھر کیوں نہیں اس کا شکر کرتے۔ بھلا دیکھو تو آگ کو جس کو تم سُلگاتے ہو۔ کیا تم نے پیدا کیا اس کے درخت کو یا ہم ہیں پیدا کرنے والے ہم نے ہی تو پیدا کیے درخت اس کے تمہاری یاد دہانی کے لیے اور سامان جنگل والوں کے لیے۔

فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيْمِ ○ (واقعہ) — پس بول پاکی اپنے رب کے نام کی۔

جس خداوند تعالیٰ نے تمہاری تمام ضروریات...... نیز محض، اپنی قدرتِ کاملہ اور محض اپنے فضل و احسان سے ایسی ایسی کارآمد چیزیں پیدا کر کے تم کو منتفع کیا اور تمہاری زندگی میں تمہارے استحقاق کے بغیر تم کو زندگی گذارنے کے مواقع فراہم فرمائے۔ اس کی ذاتِ واحد کو اپنا حاجت روا جانو اور مخلوق پر ہرگز ہرگز نظر نہ رکھو۔ انسانی زندگی کا دارومدار اور اس کی بقائے حیات کی اہم ترین چیزیں غذا، پانی اور ایندھن ہے۔ اور ان تینوں پر مالکانہ اور خالقانہ تصرف صرف خدائے واحد کو حاصل ہے اور وہ ہی حقیقی حاجت روا ہے۔

(۶۲) خالق و مخلوق کے حقوق

اہل و عیال، نوکر چاکر شاگردوں مریدوں کے ساتھ اپنے حقوق کے بارے میں تو نرمی درگذر اور چشم پوشی سے کام لو۔ مگر اللہ کے حقوق اور دینی معاملات میں چشم پوشی اور درگذر سے کام لینا اُن کے دین و ایمان کے لیے سخت نقصان دہ ہے۔ اسی طرح خود بھی نفس کے حقوق تو ادا کرو مگر حقوق اللہ کے معاملے میں نفس کے ساتھ نرمی اور رعایتوں کا معاملہ کرنا آخرت کے لیے مضر اور نقصان دہ ہی ہے

النفس کالطفل ان تھملہ شبّ علیٰ
حبّ الرضاع وان تفطمہ ینفطم

نفس بچے کی طرح ہے۔ اگر بچے کو دودھ پلاتے رہو گے تو وہ بوڑھا ہو کر بھی ماں کا دودھ پیتا رہے گا۔ اور اگر ہمت کر کے اس کا دودھ چھڑا دو گے تو پھر وہ خود بخود دودھ چھوڑ دے گا۔

دُعا

یا اللہ! ہمارے دلوں کو نفاق سے پاک کر دے۔ ہمارے عملوں کو ریا سے، ہماری زبانوں کو جھوٹ سے اور ہماری آنکھوں کو خیانت سے۔ تو ہی ہے خیانت والی آنکھ کا جاننے والا۔ اور تو ہی ہے دلوں کے بھیدوں اور سینوں کے راز جاننے والا۔

یا اللہ! ہمارے لیے وہ چیزیں ارزاں کر دے جو آپ کا مقرب بنا دیں اور وہ چیزیں گراں جو آپ سے دور کر دیویں۔

الٰہی! ہم کو اپنا محتاج بنا کر دوسروں سے بے نیاز کر دے اور بطفیلِ عرش و کرسی ہمارے عملوں میں اخلاص اور اخلاص کے بعد ہمیں خشیہ نصیب فرما دیجیے۔ نفاق، ریاکاری، شہرت و نام آوری کے فتنوں سے ہماری حفاظت فرمائیے۔

اے اللہ! ہمارے سینوں کو ہدایت و ایمان کے لیے کھول دیجیے اور معرفت و یقین کی دولت سے ہمارے قلوب کو منور و مطہر بنا دیجیے۔

اپنی اطاعت و عبادت کی راہیں آسان اور نافرمانی و معصیت کی راہیں ہم پر مشکل تر بنا دیجیے۔

یا اللہ —! ہماری زبانوں کو اپنے شکر۔ دلوں کو اپنے ذکر — جوارح کو اسلام، آنکھوں کو مشاہدہ اور دماغ کو اپنے فکر کی نعمت سے مالامال فرما۔ ہماری روحوں کو اپنے قرب کی غذا سے تازہ اور اپنے اُنس کی شراب سے سیراب کر کے اپنے عشق و محبت کو خون کی طرح ہماری رگ رگ میں جاری و ساری فرما دے۔

اے اللہ —! ہماری جانوں کو آخرت اور آخرت کی نعمتوں سے مانوس بنا دیجیے۔ صراطِ مستقیم کی شاہ راہ پر چلا کر نفس و شیطان کی پگ ڈنڈیوں اور پُر خطر راہوں سے بچائیو۔ اور اچھی باتوں کے قبول کرنے اور ان پر عمل کرنے کی توفیق اور بُری باتوں، بُرے خیالات اور بُرے ساتھیوں اور بُرے اعمال سے بچائیو۔

الٰہی —! عافیت و صحت کی قدر کرنے اور ان پر شکر کرنے میں ہماری ہمتوں کو بلند فرما۔ ہمیں وہ نفسِ مطمئنہ عطا فرما جو تیرے ساتھ چین پکڑے۔ جو تیری ملاقات کا یقین کرے۔ تیری قضا پر راضی رہے اور تیری عطا پر قناعت کرنے والا ہو۔

یا اللہ —! میرے باطن کو میرے ظاہر سے اچھا بنا دے اور میرے ظاہر کو شریعت کا تابع بنا دے۔

میری دنیا کو میرے دین کی مددگار بنا دے اور میرے تقویٰ کو

میری آخرت کا مدد گار بنا دے۔ الٰہی مجھ کو میرے نفس کے حوالے نہ کیجیو۔ اور اپنی نعمتوں کو عطا فرما کر مجھ سے سلب نہ فرمائیو۔

الٰہی — ! ہمیں مخلوق سے بے نیاز بنا کر اپنی ذاتِ عالی کا محتاج بنا۔ ہم آپ کی ذاتِ مقدس سے سوال کرتے ہیں عافیت و سلامتی کا۔ اور اس پر پورا پورا شکر کرنے کی توفیق کا۔

الٰہی — ! با فراغت بے مشقت حلال رزق عطا فرما۔ ہر طرح کی آفات اور بلاؤں سے ہمیں محفوظ فرما اور ہماری حفاظت فرما۔ ہم کو فقر اور عذابِ قبر سے بچا۔ بے شک تو ہی زور والا اور تو ہی طاقت والا ہے۔ تیری ہی چلتی ہے۔ اور مخلوق سب تیرے آگے عاجز و بے چارہ ہے۔

اے اللہ — ! ہم کو ہر مقام میں اپنا بندہ بنائے رکھیے تاکہ آپ کی بندگی و عبودیت پر جمے رہیں۔ اور آپ کی عظمت کے لیے تمام دنیا سے فارغ ہو کر آپ کی ربوبیت کے حقوق ادا کرنے میں لگے رہیں اور آپ کے بارے میں ہم کو کسی کی ملامت کا اندیشہ نہ ہو۔ آنے والی ہر تقدیر میں ہم پر مہربانی فرمائیو۔ آپ کے آسمان سے جو رحمت بھی نازل ہو اس کے لیے ہم کو زمین بنا دیجیو۔ اور اپنے سوا کسی اور کا ہم کو غم اور فکر نہ دیجیو۔

الٰہی — ! میرے قلب کو روشن بنا دے، میری قبر کو روشن بنا دے

ف یعنی دینے کے بعد چھین نہ لیجو۔ دے کر محروم نہ کیجو۔

میرے گرد و پیش کو نورانی۔ میرے دائیں بائیں اوپر نیچے سے نور عطا فرما میرے کانوں[1] میں نور میری آنکھوں[2] میں نور میرے بدن کے بال بال میں نور اور روئیں روئیں کو اپنی تجلیات کے انوار سے منور بنا دے میرے چہرے میں نور، میرے گوشت میں نور، میرے خون میں نور۔ میری ہڈیوں میں نور عطا فرما۔ اور زیادہ کر میرا نور۔ اور زیادہ کر میرا نور۔ اور زیادہ کر میرا نور۔

یَا عَزِیْزُ یَا غَفُوْرُ یَا عَالِمُ مَا فِی الصُّدُوْرِ اَخْرِجْنِیْ مِنَ الظُّلُمَاتِ اِلَی النُّوْرِ۔

یا اللہ ۔۔۔! ہمارے وجود کی رات میں اپنی معرفت کا آفتاب چمکا دیجیے۔ ہماری آنکھوں کے کناروں کو اپنی حکمت کے ظہور سے منور فرما دیجیے۔ ہماری زینت کے آسمان کو اپنی محبت کے ستاروں سے مزین اور ہمارے افعال کو اپنے فعل میں فنا۔ ہماری خطاؤں کو اپنے فضل کے دریا میں غرق اور ہمارے ارادے کو اپنے ارادے میں محو کر دیجیے۔

اے ربِّ رحیم و کریم ۔۔۔! بھول چوک اور غفلتوں پر ہمارا مواخذہ نہ فرمائیے۔ اور فرصت و فراغت کے اوقات میں ہم سے وہ کام لیجیے جو ہم کو آپ کا مقرب و محبوب بنا دیں اور آپ کو ہم سے راضی کر دیں

---

[1] جس سے حق بات کو سن سکوں۔
[2] جس سے حق کا مشاہدہ کر سکوں۔

آپ کی ذات وہ عالی و عظیم ذات ہے جس کے حکم کے خلاف کوئی دم نہیں مار سکتا۔ کس کی طاقت ہے جو آپ کی حکومت و سلطنت کا مقابلہ کرے۔ کون ہے جو آپ سے باز پرس کرے۔ کس کی مجال ہے جو آپ کے فیصلہ میں چون وچرا کرے۔ آپ مخلوق سے جو چاہیں چھین سکتے ہیں اور مخلوق آپ سے کچھ نہیں لے سکتی۔ سوائے اس کے جو آپ ہی اس کو دینا چاہیں۔

اے اللہ —! میں آپ کے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت و شرافت کے وسیلے سے آپ کی طرف متوجہ ہو کر درخواست گذارتا ہوں اور آپ کے اسمِ اعظم کے توسّل کے ساتھ آپ کی بارگاہِ قدس میں دعا کے لیے ہاتھ پھیلاتا ہوں کہ سرداروں کے سردار، اماموں کے امام، رحمۃ للعالمین، شفیع المذنبین، حبیبِ مکرم، نبی معظم سیدِ اولادِ آدم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر، آپؐ کی آلِ اطہار ازواجِ مطہرات، اصحابِ کبار، اولیاء کرام پر صلوٰۃ و سلام ابدالآباد تک نازل فرماتے رہیے۔ آمین یارب العالمین۔

اے اللہ —! میری اس ناچیز محنت کو قبول فرما کر مجھے نفس کے شرور سے محفوظ فرما۔ اور تیرے بندوں میں سے جس جس نے بھی اس محنت میں جس قدر میرے ساتھ جانی و مالی تعاون فرمایا۔ اس تعاون کے صلہ میں اُن کو فلاحِ دارین نصیب فرما اور ان کے جملہ مقاصدِ دینی و دنیاوی میں کامیاب بنا کر ہم سب کو و نیز ہمارے شیخ حضرت

مولانا عبدالغفور صاحب العباسی والمدنی دامت برکاتہم کو قربِ ولایت کے اعلیٰ مقام پر فائز فرماکر اُن کے تمام متوسلین کو مقامِ احسان و اخلاص کا اعلیٰ مقام نصیب فرماکر بے حساب و بے عذاب جنت الفردوس میں داخل فرما۔

الٰہی — ! ہمارے اس صدقۂ جاریہ کو قیامت تک جاری رکھ کر امتِ مرحومہ کے لیے مفید اور سببِ رشد و ہدایت بنا۔ آمین ثم آمین۔

وَصَلَّى اللهُ عَلٰى خَيْرِ خَلْقِهٖ وَنُوْرِ عَرْشِهٖ سَيِّدِنَا وَشَفِيْعِنَا
وَحَبِيْبِنَا مَوْلٰنَا وَاَوْلٰنَا مُحَمَّدٍ رَّسُوْلِ اللهِ وَخِيَرَةِ
اللهِ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَاَزْوَاجِهٖ اَتْبَاعِهٖ
صَلٰوةً كَامِلَةً بِعَدَدِ خَلْقِهٖ زِنَةَ
عَرْشِهٖ مِدَادَ كَلِمٰتِهٖ اَئِمَّةً بِدَوَامِ
مُلْكِهٖ وَبَقَاءِ سَلْطَنَتِهٖ
وَالسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَعَلٰى مَنْ لَدَيْكُمْ

ناچیز:— محمد ادریس الانصاری
صادق آباد،
مغربی پاکستان،

یکم ربیع الاول سنہ ۱۳۸۲ھ
۳ اگست سنہ ۱۹۶۲ء
شنبہ

الامانی

فی

الاسلام

خطبات

محمد ادریس انصاری

الارکان فی الاسلام

۵۱۲، صفحات۔ مجلد۔
ٹائیٹل چہار رنگ ہدیہ ۵ روپے

ارکانِ اسلام: کلمۂ طیبہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔ نماز۔ زکوٰۃ، روزہ، حج۔ غرضیکہ اسلامی عقائد۔ عبادات، معاملات پر علیحدہ علیحدہ ۴۲ عام فہم خطبات ہیں جن میں اخلاقی، اصلاحی اور تاریخی مضامین کے علاوہ تصوف و سلوک کے موقعہ بموقعہ مسائل نے کتاب کو نہایت دل چسپ بنا دیا ہے۔

خصوصیت۔۔ ! کتاب کے مطالعہ کے بعد آپ اپنے اندر عمل کے لیے خاص ہمت و جذبہ کا احساس اور اپنی اصلاح کا خاص فکر پائیں گے۔ ہم میں اور ہماری نسل میں پابندیِ اسلام، پاکیزگیِ سیرت کے جو جذبات روز بروز مفقود ہوتے جاتے ہیں ان شاء اللہ تعالیٰ اس کتاب کے مطالعہ سے آپ کو اسلام کا صحیح مقام معلوم ہوگا اور داعیۂ عمل پیدا ہوگا۔ آخرت کا فکر، قبر کی تیاری اور رضائے الٰہی کے لیے دوڑ دھوپ جو ایک مسلم کا امتیازی نشان ہے "الارکان فی الاسلام" کا مطالعہ انشاء اللہ اس کا محرک ہوگا۔

اسلام کے فرزند آج جس بے حسی اور اسلامی قدروں سے بیگانگی کا شکار بنائے جا رہے ہیں اور بنائے جا چکے اور اخلاق و ایمان سے جس قدر دور ہو چکے ہیں حساس اور اسلامی فکر رکھنے والے حضرات سے پوشیدہ نہیں۔ کیا مسلمانوں کے یہ حالات

تماشائی بن کر دیکھتے رہیں ؟ آیا اُن کی اصلاح احوال کی طرف سے آنکھیں بند کر لی جائیں اور اُن کو اُن کے حالات پر چھوڑ دیا جائے ؟ نہیں ہرگز نہیں ــــ اسلام کا فکر اور پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کے فکر اور درد میں شریک ہونے والے مسلمانوں کا فرض ہے کہ جس طرح بھی ہو سکے شیطان کی طاقتوں اور اس کی مختلف قوتوں کی توڑ پھوڑ میں لگ جائیں ۔ اور جو جہاں ہے اُسی جگہ سے شیطان کی مزاحمت اور طاقت توڑنے کے لیے سینہ سپر ہو جائے ۔

الارکانُ فی الاسلام ، اسی فکرِ اسلامی کی ایک کڑی ہے جس میں مسلمانوں کے دینی تعطّل ، جمود اور بے راہ روی کو دور کر کے اس کی بجائے صالح نظام سے محبت و موانست پیدا کرنے کی ایک کوشش ہے ۔ جو صاحبِ خطباتِ مسلمہ نے اپنے طرز میں دعوتِ فکر و عمل دی ہے جس میں حضرات انبیاء کرام علیہم السلام ، صحابۂ کرام رضو اولیاء عظام کے سبق آموز واقعات و حکایات و حالات سُنا کر سوتوں کو جگانے ، بیٹھوں کو اٹھانے اور کھڑوں کو چلانے کی کوشش کی ہے ۔

پھر اہل اللہ کے ایمان افروز مجاہدات و کارناموں نے ان خطبات میں خاص جان ڈال دی ہے جن کے پڑھنے سے ایمان میں پختگی اور قلب و دماغ میں ایسی تازگی پیدا ہو جاتی ہے جو دید نی نہیں بلکہ چشیدنی ہے

ذوقِ ایں مے نشناسی بخدا تانہ چشی

وقت نکال کر الارکان فی الاسلام کو خود پڑھیے اور بار بار پڑھیے روزانہ پندرہ بیس منٹ اپنے بچوں سے کتاب کا سُن لینا اُن کی دینی اور اسلامی تربیت کے لیے خاص کر مفید ہے۔ کتاب کے مختصر مضامین درج کیے جاتے ہیں تاکہ اُس کے مندرجات کا اندازہ لگایا جا سکے۔ خود پڑھیے اور دوسروں کو ترغیب دیجیے۔

چند عنواناتِ الارکانُ فی الاسلام

تشریح کلمۂ توحید۔
حدیث و قرآن کا فرق۔
عقیدۂ توحید بلا عقیدۂ رسالت مردود ہے
آپؐ کے رسول اللہ ہونے کا مطلب
اقامتِ صلوٰۃ کا مطلب
کلمہ لا الٰہ الا اللہ کا تجربہ
ایمان بالرسول کا مطلب
صحابہ کرام اور سنتِ نبوی
نماز ۵۰ تا ۱۲۹ صفحہ
شرائطِ نماز
حج و عمرہ کا ثواب
جمعہ کے فضائل

ایک حاجی و جنید بغدادی
صفِ اول کا ثواب
قبولیتِ دعا کی ساعت
روئیدادِ جمعہ
جمعہ میں پہلے پہل آنے کا اجر
زکوٰۃ - ۱۳۱ تا ۱۷۹
حقیقتِ ایمان
سخاوت و بخیلی
حضرت عبداللہ بن مبارک
سخاوت کا دوسرا واقعہ
حکایات حاتم اصمؒ
حکایات حضرت ابراہیم ادہمؒ

مرگی کی مریضہ بارگاہِ نبوت میں
حقیقتِ روزہ ، روزہ کی غرض
روزہ کی حکمت۔ "الصوم لی" کی تشریح
روزہ کا مقصد۔
حضرات انبیاء کے روزے
ابواب جہنم کے بند ہونے اور ابوابِ جنت کے کھلنے کا مطلب
شیاطین کے بند ہونے کا مطلب
روزہ کے اقسام
اعتکاف کے معنی و احکام
رویتِ ہلال کے احکام

جماعتِ تراویح پر بحث
ج ۲۶۲ تا ۵۰۰ صفحہ
مقابر اہل اللہ کی زیارت
مسجد میں نکاح کی مصالح
مسئلہ جبر و قدر
قربانی کی حقیقت
آں حضرتؐ کے معجزات
حج کس پر فرض ہے ؟
حب مال کا انجام
ثعلبہ صحابی کی بربادی
باپ کی توہین کا انجام